باب ۱۹

سب سننے کے بعد اس رائے کا اظہار کیا روما کے اخلاق کے لئے یہ بہت بہتر ہوگا کہ اس قسم کے لوگ جتنی جلد ممکن ہو شہر چھوڑ کر چلے جائیں۔ اس کے برعکس یہ بھی صاف ہے کہ ایسی قوم کے ارکان کے درمیان جھگڑے ٹنٹوں کو، جن کے قایم مقام کالے کو سفید اور سفید کو کالا ثابت کرنے کے فکر میں لگے ہوں، عمل پسند رومن سنجیدگی کی نظر سے نہیں دیکھ سکتے تھے اور انہیں یہ خیال ہوگیا تھا کہ اس قسم کے افراد جو کہیں گے اسمیں مبالغہ کا عنصر ہونا لازمی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس مرتبہ بھی یونانیوں کا یہ پرانا نقص کہ ہر چیز کو فنی نظر سے دیکھا جائے اور اسپر جھگڑا کیا جائے اسوقت بغایت نمایاں ہوگیا اور اس سے انہیں سراسر نقصان ہی پہونچا۔ لیکن ساتھ ہی ان سفیروں کے آنے سے روما والوں نے، جو پہلے ہی سے یونانی تمدن کے مداح تھے، اب اس تمدن کے سب سے ممتاز نمایاں حصے، یعنی اخلاقیات کا مطالعہ کرنیکی طرف مائل کردیا۔

اتھینزیوں کے لئے اکیو تالنت بھی ادا کرنا یا تو ممکن ہی نہ تھا، یا شاید وہ اسکی روانگی کو ٹالنا چاہتے تھے، چنانچہ انھوں نے اوروپوس والوں کو کچھ انتظار کرنے کے کہا اور وہ مان گئے۔ لیکن ساتھ ہی انھوں نے اوروپوس میں اپنا حرس قائم کیا جسپر اوروپیوں نے اکائیائی لیگ کے استراتےگوس سے یعنی اسپارٹی مینالکی داس سے شکایت کردی، اور اُسنے وعدہ کیا کہ دس تالنت کے معاوضے میں (جمیں سے پانچ اکائیائی کالیکراتیس کو دیئے جائینگے) وہ اتھینزیوں کو حرس محافظ کے واپسی پر آمادہ کردیگا۔ لیکن گفت وشنود ہو ہی رہی تھی کہ اتھینزیوں نے پھر اوروپیوں پر چھاپے مارے چنانچہ اب اوروپیوں نے دس تالنت دینے سے صاف انکار کردیا اور مینالکی داس کو یہ روپیہ جبراً وصول کرنا پڑا۔ جب کالیکراتیس نے دیکھا کہ اس رقم میں سے مجھے کچھ نہیں مل رہا تو اسنے یہ کہنا شروع کردیا کہ مینالکی داس دراصل اسپارٹا کو لیگ سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے اور جب مینالکی داس پر اس کا مقدمہ قائم ہوا تو اس نے اپنے جانشین دیایوس کو رشوت دیدی تاکہ

باب ۱۹

وہ بری ہو جائے، اور اکائیائیوں کا دھیان ہٹانے کی غرض سے اس نے اسپارٹا کے ساتھ وہی پرانے لیگ اور مختلف ریاستوں کے اقتدار کی تحدید کے قصے دہرانے شروع کئے۔ اسپارٹیوں نے اکائیائیوں کے چوبیں مخالفوں کو رسمی طور پر سزائے موت کا حکم دیا جس پر یہ چوبیس فوراً روما گئے اور اسپارٹیوں کی شکایت کر دی۔ کالیکراتیس تو روما کے راستے ہی میں مر گیا، اور اکائیائیوں کے وکالت کا کام کریتولاؤس اور دیایوس کے سر پڑا۔ جب معاملہ پیش ہوا تو اسپارٹیوں کی طرف سے مینالکی داس نے کہا اسپارٹی اب مجبور نہیں کئے جا سکتے کہ ہر معاملے میں اکائیائیوں کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دیں۔ جب کریتولاؤس اور دیایوس نے دیکھا کہ سینات نے موقعہ واردات پر اپنے قائم مقام روانہ کرنے کا تصفیہ کیا ہے تو اکائیائیوں اور اسپارٹیوں دونوں کے مندوبوں نے اپنے اپنے یہاں کے حکام کو یہ غلط باور کرایا کہ روما نے ان کے موافق فیصلہ کیا ہے۔ الغرض جھگڑا چلتا رہا۔ اکائیائی دمیقراطیس نے اسپارٹا پر فوج کشی کی اور اسمیں وہ کامیاب بھی ہوا لیکن وہ اسپارٹا کو مسخر نہیں کر سکا جس کی وجہ سے اسے پچاس تالنت کی رقم خطیر کا جرمانہ ادا کرنا پڑا اکائیائیوں نے اس کی جگہ دیایوس کا تقرر کیا اور اس جدید سپہ سالار نے اسپارٹا کو اسقدر دبایا کہ مینالکی داس نے اپنی کامیابی سے مایوس ہو کر خودکشی کر لی۔ اب اوریلیوس اور رسیس کی سیادت میں ایک رومن سفارت کورنتھ پہونچی اور اعلان کیا کہ رومن اسپارٹا، کورنتھ، ارگوس، ہرقلیہ، اور آرکیڈی اور خومینوس کو اکائیائی لیگ سے علحدہ ہونیکی اجازت دینے پر آمادہ ہیں۔ اس اعلان کو سنتے ہی اکائیائی عہدہ دار سڑک میں نکل بھاگے اور لوگوں کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ کورنتھ میں جو اسپارٹی تھے انھیں قید کر لیا گیا اور اوریلیوس کی تمام تنبیہیں بے سود رہیں۔ اب روما نے س۔ یولیوس قیصر کے سیادت میں ایک دوسری سفارت تمام جھگڑے طے کرنے کے لئے یونان روانہ کی، لیکن اسے کریتولاؤس نے

باب ۱۹

جو ۱۴۶ قم میں اکائیائیوں کا استراتےگوس مقرر رہوا تھا، صریح دھوکا دیا!
اس نے بظاہر تو مختلف ریاستوں کو تگیہ میں جمع ہونے کے لئے طلبنامے
بھیجے لیکن خفیہ طور پر یہ انتظام کیا کہ یہ اجتماع سرے سے ہوہی نہیں، اور
اسکے بعد رومنوں سے یہ کہا کہ میں بغیر باضابطہ اجازت کے کچھ بھی نہیں کرسکتا۔
جوں ہی رومی سفیر نے اپنی پیٹھ موڑی کہ اس نے لیگ کی جمعیت میں جو
کورنتھ میں منعقد ہوئی اسپارٹا کے خلاف جنگ کی قرارداد منظور کرالی اور
اسطرح گویا اس نے روما کے مخالفت پر کمربستہ کردیا۔ اسپر پی تھیاس نامی
بیوتارخ بھی اس سے ملگیا۔ کئی کی لیوس میتے لوس نے، جواب بھی مقدونیہ
کا حکم اور معاملات یونان کا نگراں تھا، تھبنز کو اسکے لوٹ مار کے پاداش
میں یہ حکم دیا کہ وہ فوکس، یوبیہ، اور اہفیسا سے دست ہوجائے جسکی
وجہ سے تھبنزی رومنوں کے پہلے سے بھی زیادہ مخالف بن گئے۔ اسکے
علاوہ خالکس نے بھی روما کے خلاف اپنی حکمت عملی اعلان کردیا تھا۔

اب کریتولاؤس شمال کی طرف ہرقلیہ لینے کے غرض سے چلا لیکن
اسے اسکارفیہ پر میتے لوس کے ہاتھوں شکست ملی اور اسکے بعد یہ ہمیشہ
کے لئے مفقود الخبر ہوگیا اور ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اسکا حشر آخر کیا ہوا۔
اب پاترائے والوں کو رومنوں نے فوکس میں اور آرکیڈیوں کو خیرونیہ
کے مقام پر شکست دی اور اسکے بعد میتے لوس نے تھبنز پر قبضہ کرکے
میگارا کا رخ کیا۔ اکائیائیوں کو چاہیے تھا کہ صلح کرلیتے اور خود میتے لوس
کا میلان بھی صلح کیجانب تھا اس لئے کہ کانسل ل۔ ممیوس کی خبر لگی ہوئی تھی
اور میتے لوس چاہتا تھا کہ کسی طرح اسکے آنے سے پہلے ہی جنگ ختم ہوجائے
لیکن اب دیایوس اکائیائی افواج کا سپہ سالار مقرر ہوا اور تقرر ہوتے ہی
صلح کے خلاف کوشاں ہوا۔ اس نے فوج میں جو نقصانات ہوئے
انکی تلافی کی طور پر غلاموں تک کو بھرتی ہونے دیا اور امن پسند گروہ
کے سردار سوسیکراتیس کا سر اسقدر کچلا کہ زخموں کیوجہ وہ جانبر نہ ہوسکا
اسی گروہ کے دوسرے ارکین نے دیایوس کو رشوت دیکر اپنی جان بچائی۔

باب ۱۹

اب ممیوس تماشاگاہ پر آتا ہے۔ اس نے بیتے لوس سے فوج کا جائزہ لیا، اور فوراً ہی خاکنائے کے مقام لیوکوپترا پر ۱۴۶ ق م میں دیایوس کے فوج کو شکست دیدی۔ دیایوس میگالوپوس بھاگ گیا جہاں پہونچکر پہلے تو اس نے اپنی بیوی کی جان لی اور پھر خود کشی کرلی۔ کورنتھ سے اکثر باشندے بھاگ گئے تھے، لیکن ممیوس تین دن تک شہر کے باہر ہی پڑا رہا۔ اسکے بعد اس نے شہر کو آگ لگادی، جو مرد اُسے ملے انہیں سے اکثر کو تہ تیغ کیا اور عورتوں بچوں کو غلام بناکر فروخت کرڈالا۔ سینات نے حکم دیا کہ کورنتھ دوبارہ کبھی تعمیر نہ کیا جائے اس لئے کہ وہ زمین جس پر وہ واقع ہے ہمیشہ کے لئے ملعون ہے۔ آجکل عام خیال یہ ہے کہ اس تصفیہ کی بنا وہ تجارتی بغض و حسد تھا جو رومی تاجروں (مہاجنوں) کو کورنتھ کے ساتھ تھا، لیکن ہمارے نزدیک اگر بالفعل یہ سبب اس میں ممد ہوا بھی تاہم وہ محض ثانوی تھا، اور اصلی اسباب دو تھے۔ پہلا سبب تو اکروکورنتھوس کی اہمیت تھی؛ یہ مستحکم مقام کورنتھ کے قریب واقع تھا، اور کورنتھ کی مرفہ الحالی کی صورت میں اسکی بدرجہا ضرورت تھی کہ یہ مقام اچھی طرح سے قلعہ بند کیا جائے، لیکن اگر کورنتھ سرے سے باقی ہی نہیں رہتا تو پھر اسکے استحکام کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ دوسری اور اس سے بھی اہم تر بات یہ تھی کہ جیسے پہلے پونیزیوں نے ملاطیہ میں اور سکندر نے پرسی پولس میں کیا تھا، اسی طرح عبرت کی خاطر کورنتھ کو دوسروں کے لئے ایک مثال بنایا جائے، اور چونکہ یونان کی سیاسی کیفیت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی تھی اس لئے یہ طرز عمل بغایت کارآمد تھا۔ بہرحال اس تاراجی کے بعد رومنوں نے اپنے قبضہ میں صرف چند ہی اضلاع رکھے، اور اس کا کسی نے زیادہ لحاظ بھی نہیں کیا۔ لیکن کورنتھ کی تاراجی سے اطراف اکناف ملک اور اسکے حدود سے باہر ایک لرزہ سا پیدا ہوگیا۔ پھر بھی یہ ایک واقعہ تھا کہ دھکا کورنتھ کے لگا تھا، اور یہ شہر اس حکومت کا مستقر تھا جو روما کے کلیتہ مدمقابل تھی؛ یہ ان لوگوں کے اطمینان خاطر کا باعث

باب۱۹

تھا جو یہ سمجھتے تھے کہ یونان کی خصوصیت اور اہمیت اسکے ذہنی علو اور بلدہی نفاست پر ہے۔ کسی زمانے میں تو کورنتھ اپنے استعماری مہمات اور عہد آخر میں تسولیون کے اخلاقی قوت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں پر اپنا سکہ بٹھا چکا تھا، لیکن زمانہ معاصرہ میں نہ تو یونانیوں اور نہ رومانیوں کے دلوں میں اسکی زیادہ وقعت باقی رہی تھی بلکہ ان کے نزدیک تو کورنتھ کا نام ادنی درجے کے عیاشی کے مترادف ہوگیا تھا حقیقت یہ ہے کہ کورنتھ کی نیستی سے سطحی یونان کا کچھ بھی نقصان نہیں ہوا اور اس کے زوال کو ہم ملطیہ، ایرتیریا یا تھبنز کے زوال سے نہیں بلکہ محض سیباریس کے زوال سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اسی سال پہلے اکائیایوں نے کورنتھ دوسون کو تحفتہً دیا تھا، اور محض اس واقعہ سے ہیں اندازہ ہوسکتا ہے کہ خود اکائیائی کورنتھ کو کس درجہ حقیر سمجھتے تھے۔ ممیوس خود ایک قابل شخص تھا، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کورنتھ والوں کے ساتھ غیر ضروری سختی کا برتاؤ نہیں کیا۔ اسکے اس اعلان پر بڑی ہنسی اڑائی گئی ہے کہ جس کسی کی سپردگی سے کوئی فنی شاہکار راستے میں گم ہوجائے گا اسے وہ پھیرنا پڑے گا، اور کہا جاتا ہے اسمیں ممیوس کی دقیقہ شناسی کی کوتاہی نظر آتی ہے، لیکن ہماری دانست میں یہ حکم عملی اعتبار سے نہایت سبق آموز تھا، اسلئے کہ اسکی وجہ سے سپرداروں کو اس بات کا احساس ہوگیا کہ جرمانے کی بڑی بڑی رقمیں بچانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے، اور وہ یہ کہ اشیاء سپردگی کی کمال حفاظت کیجائے۔ پولی بوس نے کورنتھ کی تاراجی کے بعد اس شہر کو دیکھا، اور وہ کہتا ہے خود میری نظر کے سامنے رومن سپاہی ایک نہایت ہی قیمتی تصویر کو پانسے کی بیٹر بناکر کھیل رہے تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس موقع سے کہیں زیادہ اہم موقع پر بھی اسیطرح رومن سپاہی پانسوں سے اپنا دل بہلاتے ہیں، اور یہ دراصل اس قوت و جبروت کا مظاہرہ معلوم ہوتا ہے جسکی وجہ سے بغیر اس عظمت کا خیال دلمیں لائے ہوئے جو انکے ہاتھوں تباہ ہوئی ہے، یہ معمولی سپاہی اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے بعد خاموشی کے ساتھ دلخوش کن لہو لعب میں

باب ۱۹

مصروف ہو جاتے ہیں۔[۸۵]

۱۴۶ ق م کے واقعات کے مادی یا قانونی اثرات نمایاں نہ ہوے ہوں، لیکن اخلاقی اعتبار سے انکی اہمیت میں شبہ نہیں ہو سکتا۔ اسکے بعد یونانیوں کو یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ واقعی سیادت کے مقابلے میں مشکوک رسمی حقوق جتانے سے کسی قسم کا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا، اور ۱۴۶ ق م کے بعد وہ اطمینان سے ایسی خود مختار ریاستوں کے شہریوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگے جنھیں صرف اپنے اندرونی معاملات سے واسطہ تھا اور جو ایک دوسرے کے ساتھ امن وامان کے تعلقات رکھنے پر اور جب آپس میں جھگڑا ہوتا تو روما کو ثالث بنانے پر مجبور تھیں، یہ بندوبست دس کے ایک ماموریہ نے مکمل کیا اور اس ماموریہ کے کام کی تکمیل پولی بیوس نے کی۔ کورنتھ، تھیبز اور خالکس کی آراضی رومن قوم کی ذاتی ملک بن گئی، لیکن دوسرے حیثیتوں سے اکائیائیو سمیت جتنی قومیں تھیں وہ سب پہلے کی طرح آزاد رہیں اور خود اکائیائی لیگ بھی مستقل طور پر توڑی نہیں گئی۔ اسمیں شک نہیں کہ مدت دراز تک رومنوں نے اسکی اجازت نہیں دی کہ ایک ہی شخص مختلف ریاستوں میں جائداد غیر منقولہ کا

---

[۸۵] یہ خیال کہ رومنوں نے تجارتی بغض وعناد کیوجہ سے کورنتھ کو نیست ونابود کیا موم سن کا ہے (۳، ۴۸) لیکن اسے ہم بغیر کد وکاوش کے نہیں بطور واقعہ کے نہیں تسلیم کر سکتے۔ اگر "محل وقوع تجارت کے لئے" ایسا ہی مناسب تھا (موم سن) تو پھر شہر کی تاراجی کی کیا ضرورت تھی؟ اور بجائے تاراجی کے کورنتھ کے ساتھ آسانی سے وہی سلوک کیا جا سکتا تھا جیسا دیلوس کے ساتھ کیا گیا۔ جن اسباب کو میں نے بیان کیا ہے وہ ہسٹرو (Off) ا، ۱۱ اور یوستی نوس ۳۴، ۲ میں ملیں گے اسٹرابو (۱۴، ۶۶۴) یہ ضرور کہتا ہے کہ "متمول اور نبیل رومنوں نے قرطاجنیوں اور کورنتھیوں کا خاتمہ کر دیا۔"

جنگ سیلاسیہ کے بعد کورنتھ و وسون کی نذر کیا جاتا ہے؛ پلوٹارک : Ar ۵۴ ؛ پولی بیوس کورنتھ میں ؛ پولی بیوس ۳۹ ؛ ۱۲۔

صرف زمانہ ما قبل ہی میں کورنتھ کی تجارتی اہمیت تھی ؛ ۱۴۶ ق م کے بعد یہ پھر کبھی نہیں پنپا

باب ۱۹

مالک بنے، یعنی تجارت کی نہیں بلکہ صرف قبضہ اراضی کی اجازت تھی؛ لیکن بہت جلد یہ قاعدہ بھی منسوخ کر دیا گیا اور اسکا انطباق صرف ان ریاستوں کی حد تک رہ گیا جو روما سے جنگ آزما ہوئی تھیں۔ پوسانیاس کہتا ہے کہ اس کے بعد یونانی روما کو خراج ادا کرنے لگے؛ لیکن یہ بھی اسی حد تک درست ہے جہاں تک شکست خوردہ یونانیوں کا تعلق ہے۔ اور ہمیں کسی قسم کے تفصیلی واقعات کا مطلق علم نہیں۔ اس کے برعکس روما نے یونانی ملتوں میں جبکہ جگہ اعیانی دساتیر کو قدیم یونانیوں کی طرح خود اپنے دستور کے نمونے پر کیا۔ مدت دراز تک واقعات و قوانین کا غلط اندازہ کرنے کی وجہ سے آجکل کے مورخوں کو یہ مغالطہ ہو رہا تھا کہ سنہ ۱۴۶ ق م میں یونان ایک رومن صوبہ بن گیا، اور جب یہ غلط نکلا تو پھر یہ کہنے لگے کہ یونان مقدونیہ کا ایک جزو بنا دیا گیا، چنانچہ آج بھی اس خیال کے ماننے والے موجود ہیں، لیکن ہمارے نزدیک یہ بھی درست نہیں۔ اس خیال کے تائید میں زیادہ سے زیادہ مفصلۂ ذیل دو امور پیش کئے جا سکتے ہیں؛ اول تو زمانہ مابعد میں بہت سے یونانی بلدیات نے سنہ ۱۴۶ ق م کو اپنے مخصوص سنین کا مبداء قرار دیا تھا اور دوسرے یہ کہ اب یونان کے تنازعات کا تصفیہ مقدونیہ کا پروپرتیور کرنے لگا۔ ان میں سے پہلا معاملہ تو محض اعزازی ہے اور روما کی قدر و منزلت کا مظاہرہ ہے، لیکن نہ اسکی کوئی قانونی اہمیت ہے اور نہ اس سے مقدونیہ کے ساتھ کسی قسم کے تعلق کا اظہار ہوتا ہے؛ رہا پروپرتیور کے اقتدار کا معاملہ، تو اسی سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ روما نے مقدونیہ کے پروپرتیور کو مامور معاملات یونان بنا دیا۔ اگر یہ خیال درست نہیں ہے تو پھر کئے کی لیوس میتے لوس نے تھیبز کے متعلق جو تصفیہ کیا اس سے یہ ثابت ہوگا کہ کورنتھ کی تاراجی سے پہلے ہی سے یونان کی کیفیت ایک رومن صوبہ کی ہو گئی تھی۔ الغرض یہ عیاں ہے کہ نہ صرف ایتھنز و اسپارٹا بلکہ جملہ دیار یونان سنہ ۱۴۶ ق م کے

بعد بھی بظاہر بالکل خود مختار تھے۔ میں نے حاشیہ میں اس تخالف آرا اور انتشار پر بحث کی ہے جو لفظ "صوبہ" کے خود مختارانہ استعمال و تعریف کی وجہ سے آجکل پیدا ہو گیا ہے۔[۵]

[۵] یونان کی حالت ۱۴۶ء قم کے بعد۔ پوسانیاس ۷، ۱۶ کے مطابق "یونان پر خراج عائد کیا گیا" اور ایسے دساتیر رائج کئے گئے جنھیں اقتدار کی بنا "ذاتی ملک" پر تھی۔ اسی فقرے میں ابتدائی قیود کے منسوخ کرنے کا حوالہ دیا گیا ہے۔ کورنتھ، تھیبز اور خالکس، روما کی خراج گذار آراضی" بن گئے"؛ دیکھو مارکوارٹ "روما کا سیاسی نظام" Marquardt: Roem. Staatsverw. ۱، ۱۶۸؛ کورنتھ، تھیبز، خالکس کی تاراجی؛ ایضاً ۱۶۷۔ نیز دیکھو ہرٹزبرگ کا مفصل بیان ۱، ۲۸۰۔ یونان کے صوبہ داری رتبہ کے دو اسباب جو میں نے متن میں بیان کئے ہیں وہ مارکوارٹ کی کتاب کے صفحہ ۱۶۷/۱۶۸ پر ملیں گے۔ وہ صفحہ ۱۶۷ پر اپنی رائے کی تائید میں کہتا ہے کہ یہ بات کہ اکائیائی شہروں نے اپنی خود مختاری کے ابتدائے جور رومنوں کی وجہ سے انھیں حاصل ہوئی تھی، اس سنویت کو اختیار کیا، اسکی اس سیدھے سادے واقعہ سے تردید ہو جاتی ہے کہ ایتھنز اور اسپارٹا نے، جنھیں بلاشبہ آزاد بلدیات تسلیم کیا گیا، کبھی اس نئے سنہ کو رائج نہیں کیا"، لیکن وہ اس واقعہ کو "نظرانداز کر دیتا ہے کہ یہ دونوں شہر روما سے برسرپیکار نہیں تھے، چنانچہ انہیں کسی قسم کی خود مختاری" عطا نہیں کی گئی"۔ لیکن خود مختاری ضرور اکائیائی شہروں کو عطا کی گئی تھی، جسکی وجہ سے وہ اس جدید سنہ کو رائج کرنے میں یقیناً حق بجانب تھے۔ الغرض ہمارے نزدیک مارکوارٹ کی اوپر والی رائے سے کسی چیز کی تردید نہیں ہوتی نہ اسکے دلائل سے یہ سنہ ایک صوبہ داری سنہ بنجاتا ہے۔

اس موضوع پر حوالے کے لئے دیکھو مارکوارٹ و ہرٹزبرگ حسب بالا۔

جس طرح اس بارے میں مارکوارٹ کے دلائل غیر متعلق ہیں اسی طرح سے اسکے وہ دلائل جو اسنے دستور کے بابت پیش کئے ہیں (۱، ۱۶۷/۱۶۸) اور جنکے ذریعے سے اسنے صوبہ داری رتبہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، وہ بھی اسی طرح بالکل غیر متعلق اور مقصد سے دور جا پڑے ہیں۔ یہ دلائل مفصلۂ ذیل ہیں: گایوس کہتا ہے کہ صوبوں کو خراج گزارنا پڑتا تھا؛ پوسانیاس کہتا ہے کہ یونان خراج گزارتا تھا؛ نتیجہ یونان ایک رومن صوبہ تھا۔ دیکھئے منطقی اعتبار سے یہ نتیجہ منتج نہیں ہوتا

باب ۱۹

یہ ایک مسلمہ واقعہ ہے کہ اسی سال ۱۴۶ قم میں روما نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ اسلئے کہ بالفرض اگر سب صوبے خراج گزار تھے تو اس سے یہ انتاج کیسے ہوتا ہے کہ ہر خراج گذار ملک کی حیثیت ایک صوبہ کی سی تھی۔ لیکن مارکوارٹ کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ "فوروس" (خراج) اور "ویکٹی گال" (مالگذاری) کے مابین التباس کرتا ہے۔ قانونی نقطۂ نظر سے فوروس کی ادائگی اس ملک کے آزادی کے اصول کے متضاد نہیں ہے جو اسے ادا کرتا ہے؛ ہمیں یہ ایتھنزی لیگ کی تنظیم سے معلوم ہوتا ہے اسلئے اسکے ارکان محض فوروس کی روانگی کے باوجود اپنی مختاری قربان کرنے کے خواہاں نہیں تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حلیف بھی فوروس ادا کر سکتے ہیں۔ ہمیں کسی شہر کے خراج سے اس محصول کا غلط مبحث نہیں کرنا چاہئے جو روما اس شہر کے انفرادی شہریوں یا انکی جائداد منقولہ پر عائد کرتا تھا۔ آخر میں ہمیں یہ کہنا ہے کہ یہ کسی طرح سے مناسب نہیں کہ ہم گایوس کے خیالات کا انطباق ممیوس پر کریں اسلئے کہ گایوس سلطنت کے عہد میں تھا اور ممیوس قیام سلطنت سے سالہا سال پہلے، جب مختلف تخیلات کی تعریفات میں تعیین کی شکل پیدا نہیں ہوئی تھی۔ مارکوارٹ (۳۴۰، حاشیہ ۵) خود کہتا ہے کہ اس زمانے میں لفظ پرووِنیکہ (صوبہ) ان ملکوں کے لئے بھی استعمال کیا جاتا تھا جو فی الواقعہ خود مختار تھے۔ اس ضمن میں مارکوارٹ کے نتائج فی الجملہ حسب ذیل ہیں: ۔ سنہ ۱۴۶ ق م کے بعد یونان کے بعض مقامات میں بعض ایسے خصائص ملتے ہیں جو بعد میں چلکر رومن صوبوں کے ساتھ مختص ہو جاتے ہیں، جس سے ہم اس نتیجے پر پہونچے کہ اس زمانے میں یونان ایک صوبہ بنا دیا گیا ہوگا، چنانچہ ہم یقین کے ساتھ زمانہ مابعد کے دستوری خیالات کے بموجب صوبوں کے جملہ خصائص کو اس عہد کے یونان پر منطبق کر سکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ یونان کا ملک ہر آئین ایک رومن صوبہ تھا لیکن میری رائے میں یہ نتیجہ اسوقت تک پوری طرح نہیں نکلتا ہوتا جبتک ہم یہ طے نہ کرلیں کہ گایوس کے تعریفات اس سے تین سو برس پہلے بھی اسی کے زمانے کی طرح منطبق ہو سکتی تھیں اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو کسی طرح طے شدہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ مارکوارٹ کے دلائل میں جو مغالطہ ہے وہ اسکے اپنے بعض فقروں سے معلوم ہوتا ہے۔ صفحہ ۳۴۰ پر وہ کہتا ہے: ۔ کم از کم گراکھی کے زمانے سے ایک مسلمہ دستوری اصول یہ تھا کہ صوبوں کی اراضی "رومن مقبوضہ سمجھنی چاہئے اور مختلف صوبوں کے باشندوں کو اسپر صرف حق تصرف حاصل ہے، اور صوبہ دراصل "جائداد قوم رومانی" ہوتا ہے۔ (سسرو Verr. ۲، ۲، ۳) "مارکوارٹ موم سن:

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ــ "تاریخ روما" ۲، ۱۳۰ (۱۱۱) کا اقتباس اپنے خیال کے پہلے حصے کی تائید میں دیتا ہے۔ یہاں موم سن گایوس گراکھوس کے بابت کہتا ہے کہ اس خیال کا کہ ماتحت ملکوں کے تمام اراضی مملکت کے خانگی ملکیت سمجھی جائے گی، یہی مدبر موجد تھا، اور اس خیال کی وجہ سے مملکت ان ماتحت علاقوں پر اپنی خوشی ناطر محاصل عائد کرنے کے اور ان علاقوں میں اپنی نوآبادیات قائم کرنے کے اختیارات کی مدعی بن گئی، چنانچہ ایشیا میں اس قسم کے محاصل عائد کئے گئے اور افریقہ میں نوآبادیاں قائم کی گئیں ۔ مارکوارٹ کے خلاف پہلی بات ہمیں یہ کہنی ہے کہ اگر یہ اصول قدیم قانون دستوری میں کہیں نہیں ملتا اور اگر اسکا موجد گایوس گراکھوس ہی تھا تو پھر ۱۴۶ سنہ ق م کے یونان اسکا انطباق نہیں ہوسکتا تھا۔ (مارکوارٹ نے اقتباس میں لفظ "کم از کم" کا اضافہ کر دیا ہے جو مغالطہ آمیز ہے) یہی اصول موم سن: "قانون دستوری" ۳، ۳۱، ۷ سے واضح ہوتا ہے۔ وہ اسے فرض کرلیتا ہے کہ "کسی بلدیہ کے فتح کے بعد سے اسکے سیاسی کیفیت کے تعین تک کسی بلدیہ کے موقتی صورت حال" جسے موم سن اختصار کی خاطر کیفیت "ماتحتی" کے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے، اور جسکے موجب تمام ماتحت علاقہ رومن قوم کی جاگیر بن گیا، (۳۱، ۷)، سب سے پہلے گایوس گراکھوس کے ذریعہ سے ایشیا میں نظر آتی ہے۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ موم سن (۳۰، ۷) کے خیال میں ۱۴۶ سنہ ق م حق ملکیت آراضی برابر مفتوحہ یونانیوں کے ساتھ ہی وابستہ تھا لیکن کیا موم سن یہ رائے قائم کرنے میں حق بجانب ہے کہ گایوس گراکھوس نے مذکورہ انداز کے کسی دستوری حق کی ابتدا کی؟ اس کے پاس اس کا کون ثبوت ہے؟ صرف یہی نا کہ اس حق کے مطابق عمل کیا گیا یعنی ایشیا پر محاصل عائد کئے گئے اور قرطاجنہ میں نوآبادی قائم کی گئی؟ لیکن بجائے اس قسم کے کسی قیاسی قانون کے ان دونوں باتوں کی تشریح یونانی رومانی قدیم مملکتی قانون عامہ سے کیجا سکتی ہے اور اس عہد میں کسی جدید قانون کے وجود کا ثبوت نہیں دیا جاسکتا اور (جیسا ہم اس کتاب کے آخری باب میں دیکھیں گے) جو صراحت وصفائی سے بہت دور جا پڑا ہے۔ صوبۂ ایشیا وصیت کے ذریعے سے رومن قوم کی جاگیر بن گیا تھا چنانچہ اسپر رومنوں کا حق خانگی تھا اور افریقہ ایک مفتوحہ ملک تھا؛ دونوں میں ایک بات مشترک تھی کہ رومن جیسا جی چاہے ان دونوں کے ساتھ سلوک کرسکتے تھے۔ اصل میں رومنوں نے

باب ۱۹ کے لئے بھی بغایت اہم تھا، اور چونکہ مشرق یونانیوں کا گویا دوسرا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - ان دونوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ ان کے طرز تسخیر سے سمجھ میں آسکتا ہے لیکن اس سے یہ مطلب نہیں کہ یہ سلوک رومنوں کے چند ایسے میلانات کیوجہ سے نہیں کیا گیا جو رفتہ رفتہ بہت کچھ ممتاز ہو گئے۔ موم سن نے اس رائے کا اظہار اپنی کتاب "قانون ملکی Staatsrecht ۳، ۳۰۔" میں کیا ہے، اور یں آخری باب میں اسپر تنقیدی نظر ڈالونگا اسلئے کہ دنیائے یونان کے لئے اس مسئلے کی بہت کچھ اہمیت ہے۔ بہرنہج یہ مسئلہ سمجھنا چاہئے کہ اوّل تو جس جدید تحریک کا بانی گایوس گراکھوس کو سمجھا جاتا ہے وہ کسی غالبیت کے ساتھ اسکے ساتھ منسوب نہیں کیجا سکتی، اور دوسرے وہ کسی نہج سنہ ۱۴۶ ق م کے یونان پر منطبق نہیں کیجا سکتی۔ علاوہ ازیں دو مزید امور جو غیر اہم نہیں کہے جاسکتے، حسب ذیل ہیں۔ اس بارہ میں جسکا اقتباس دیا گیا ہے گایوس کہتا ہے کہ "بظاہر صوبہ جات کی اراضی" میں حقوق ملکیت رومن قوم کو اور ہمیں حق تصرف حاصل ہے۔ اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا (جب موم سن کا قیاس ہے) کہ صوبہ داروں کو صرف حق تصرف ہے اس لئے کہ "ہم" میں رومن شہری بھی شامل ہیں۔ اس فقرے کا مطلب یہ ہے "صوبوں کی آراضی رومن طرز پر نہیں منتقل ہو سکتی نہ اسے بلدی حلوکہ سمجھا جاتا ہے چنانچہ یہ قانون روما کے مطابق منتقل نہیں ہو سکتی تھی"۔ "اطالوی حقوق" صوبہ والے بھی حاصل کر سکتے تھے اور جسوقت یہ حقوق حاصل ہو جاتے فوراً انکی اراضی پر حقوق ملکیت عائد ہونے کا امکان ہو جاتا؛ دوسرے اس حد بندی سے عملاً کسی قسم کا نقص پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس خیال کے پیش کرنے میں بڑی ہمت درکار ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ اگر رومن قوم جملہ صوبہ داری آراضی کی مالک تھی تو وہ قابضوں سے جب چاہتی قبضہ لے سکتی تھی اور جس کسی کو چاہے دے سکتی تھی۔ ممکن ہے کہ نظرئے کے مطابق رومن قوم کو اسکا اختیار ہو لیکن اس نظرئے کو کبھی عملی جامہ نہیں پہنایا گیا حقیقت میں یہ مسئلہ دو مختلف قانونی زاویہ ہائے نگاہ کا ہے بعض قانونی طریقے رومنوں اور ان اقوام کے لئے جو رومنوں کے سطح پر سمجھی جاتی تھیں، رائج تھے لیکن غیر رومن خود اپنے مقامی قوانین کے ذریعے سے اتنا ہی محفوظ تھا جتنا خود رومن۔ اس شخص کے مقبوضات بھی، جو محض متصرف ہے مالک نہیں، پریٹوری انتظامی احکام کے ذریعے سے محفوظ ہیں۔ ہم زمانہ حال کے ایک مثال کے ذریعے سے یہ دکھائیں گے کہ کس طرح رومن سلطنت میں قابضان اراضی مالکوں کی طرح سے اپنے مقبوضات کی طرف سے مطمئن تھے۔ اغلباً عام طور پر

وطن تھا اسلئے ہمیں اِس نواح پر ایک سرسری نظر ڈالنا چاہئے ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ برطانیہ عظمیٰ میں آج بھی ہر شخص کی بحیثیت ۱ دہی حیثیت ہے جو سلطنت روما میں صوبہ داری اراضی کے متصرفوں کی ۔ پروفیسر سر فریڈرک پولک اپنی کتاب "قوانین اراضی" Sir Federick Pollock: The Land Laws (لندن ۱۸۸۳ء) صہ ۱۲ میں کہتے ہیں: "ہماری قانونی کتابوں میں علاوہ "تاج" کے کسی کو اراضی پر کامل ملکیت حاصل نہیں ہے، بلکہ جسقدر بھی اراضی ہے اسپر براہ راست یا بالواسطہ "تاج" سے قبضہ حاصل کیا جاتا ہے خواہ اسکے معاوضہ میں کسی قسم کا رسمی یا خدمتی لگان ادا کیا جاتا ہو یا نہیں، اور خواہ اسکے ثبوت میں تاج کی دی ہوئی سند موجود ہو یا نہ ہو" آج تک انگلستان کے قانون میں کبھی کسی کو مالک اراضی تسلیم نہیں کیا گیا بلکہ جو بھی ہیں وہ قابضان اراضی ہیں یعنی لغوی اعتبار سے کوئی مالک نہیں ہے بلکہ سب متصرف ہیں ۔ لیکن باوجود اس قانون تحدید کے کسی کو شائبہ خیال بھی پیدا نہیں ہوتا کہ محض مالک اراضی ہونے کی وجہ سے تاج اپنی خوشی خاطر جبکی چاہے زمین ضبط کر سکتا ہے ۔ سلطنت روما میں صوبہ داری اراضی کی بس یہی کیفیت تھی، اور وہاں بھی عملاً قبضہ اراضی اتنا ہی محفوظ تھا جتنا ملکیت آراضی ۔ الغرض ہم کہہ سکتے ہیں کہ خود ہمارے زمانے میں جسطرح "حقیت مستقل" اور "معافی دوامی" ایک دوسرے کے دوش بدوش نظر آتی ہیں اسی طرح سلطنت روما میں قانون روما کا "حق ملکیت" اور قانون اقوام کا "حق تصرف" دوش بدوش دکھائی دیتا تھا ۔ میکلن برگ کا حقیت دار محض اس خیال سے کبھی پریشان نہیں ہوتا کہ بعض حالات میں اسکی موت کے بعد اسکی اراضی گرانڈ ڈیوک کو منتقل ہو سکتی ہے، اور رومن صوبوں میں آراضی پر اس قسم کی افتاد پڑنے کے کوئی خاص مواقع نہ تھے، ہم نے یہاں جو کچھ کہا ہے اُسے ہم تین قضیوں کی شکل میں پیش کر سکتے ہیں :- (۱) صوبہ داری اراضیات کے حق تصرف میں جو تحدید تھی اسکے نتائج محض رسمی تھے اور صرف ایسے قانونی مسائل پر مبنی تھے جو قانون روما کے ساتھ مخصوص تھے (۲) یہ اصول کہ حق تصرف ہی اراضیات صوبہ جات میں ممکن ہے اسکی ابتدا در اصل عہد سلطنت میں ہوئی ہے اور جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں اسمیں یہ اصول صوبوں کا باشندوں کو لوٹنے کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا تھا ۔ سسرو کی فلاکون والی تقریر ۲۲ میں جو فقرہ ہے اسمیں صوبہ ایشیا کے ایک ایسے علاقے کا ذکر ہے جو حق خانگی کے

باب ۱۹

اس حصّہ ایشیا میں جو کم و بیش روما کے اثر میں تھا، کوئی ایسا واقعہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - بناپر رومن قوم کی ملکیت میں آگیا تھا۔ (۳) زمانہ حال کے شالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف الفاظاً قانون سے کسی قسم متعین نتائج اخذ کرنا معمول کے مطابق نہیں، بلکہ اگر الفاظاً قانونی سے کسی قسم کے عملی مضرات لازم نہ آتے ہوں تو بھی حیثیت میں کچھ فرق نہیں پڑجاتا۔ لیکن اس ضمن میں یہ کہا جاتا ہے کہ صوبہ داری اراضی پر مالگزاری عائد کیجاتی تھی اس لئے وہ واقعتاً اٹلی کے اراضی سے کمتر درجہ کی تھی۔ لیکن معافیوں کے متعلق کچھ ایسی ذمہ داریاں ضرور ہوتی ہیں جو حقیت، دار پر عائد نہیں ہوتیں؛ تو پھر کیا معافی داروں کو اس سے کوئی خاص نقصان پہونچتا ہے؟ کاراکالا نے تمام صوبہ والوں کو کیوں رومن شہریت کے حقوق عطا کئے؟ خصوصاً جب رومن شہریوں کو زیادہ محاصل ادا کرنے پڑتے تھے؟

دوسری بات جو ہمیں کہنی ہے یہ ہے کہ سسرو میں جو فقرہ حقیت کے متعلق ہے اسکے وہ معنے نہیں جو سمجھے جاتے ہیں سسرو صرف مقابلہ کرتا ہے اور صوبوں کے محاسن و معائب پر غور کرتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ صوبوں کے قانونی حیثیت کا تعین کرے۔ ہم موم سن کی اس رائے کو سمجھنے سے قاصر ہیں ("مملکتی قانون" ۳، ۳۱، حاشیہ ۳) کہ سسرو Verr ۲، ۲، ۳ سے یہ قانونی اصول "صراحتاً" بیان کردیا گیا ہے کہ رعایا کے جملہ اراضی رومن قوم کی ملکیت میں آگئی، اسلئے کہ بہرحال محض مقابلے سے کوئی قانونی اصول "صراحتاً" نہیں بیان ہوسکتا۔ پھر ایک اور بات بھی ہے۔ موم سن: "تاریخ روما" ۳، ۴۰۵ کے مطابق اس نظریہ کا قیصر نے خاتمہ کردیا کہ صوبے رومن قوم کے مملوکہ ہیں۔ دیکھو نیچے، باب ۲۵، حاشیہ ۲۔ ایسا ہے تو اوپر والا خیال کہاں سے کہاں پہونچ جاتا ہے؟ گراکھوس کے ضمن میں اسکا ثبوت محال ہے؛ سسرو میں یہ محض ایک مقابلے پر مبنی ہے؛ قیصر اس کا سرے سے خاتمہ ہی کردیتا ہے۔ ایسی حالت میں یہ حکم لگانا نامناسب نہ ہوگا کہ اس قضئے کا ثبوت نہیں دیا جاسکتا کہ ۱۴۶ قم میں یونان رومن صوبہ بن گیا ہماری رائے کی تائید سسرو "پیزو" ۱۶ (۳۷) سے ہوتی ہے۔ پیزو جو قانون قیصری کے مطابق صرف مقدونیہ کا حاکم تھا، اسکے حدود اختیار اسوقت بھی اکائیہ، تھسلی، ایتھنز، اور جملہ یونان پر وسیع تھے جب یہ یونانی ریاستیں "خودمختار" تھیں۔

چونکہ وہ خیال جسپر میں نے بحث کی ہے زیادہ تر پوسانیاس ۷، ۱۹ پر مبنی ہے، اسلئے

باب ۱۹ | پیش نہیں آیا جس سے صورتِ حالات میں کسی قسم کی مادّی تبدیلی پیدا ہو گئی ہو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکے بیانات کی ذرا تفصیل کے ساتھ جانچ کیجائے ۔ اسنے ۲، ۱، ۲ میں جو "دوسرے یونانیوں" کا لفظ استعمال کیا ہے اس کے اگر وہی معنے لئے جائیں جو ۷، ۱۶ میں "ہیلاس" کے ہیں، تو پھر یہ ناقابلِ عبور مشکل پیش آئے گی کہ اسوقت سے رومنوں نے کسی ایسی یونانی ریاست کا بال بیکا نہیں کیا جو اس سے برسرپیکار نہیں ہوئی ۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ۷، ۱۶ میں جو لفظ "ہیلاس" استعمال کیا گیا ہے اس کے معنے میں اسی طرح قطعیت نہیں پائی جاتی جیسے ۲، ۱، ۲ میں الفاظ "دوسرے یونانیوں" کے مفہوم میں پائی جاتی ہے۔ واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاکہ نویس نے ایک عام اصطلاح استعمال کی تاکہ ایسی باتوں سے اسے چھٹکارا ہو جائے جن سے اسے دلچسپی نہیں تھی اور جو اس کے حلقہ کار سے باہر نہیں ۔ الغرض ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ ۱۴۶ ق م کے بعد یونان میں بہت سے لوگوں کو روما کی مالگزاری ادا کرنی پڑتی تھی لیکن یہ بات کہ یہ لوگ کون تھے اور کسقدر مالگزاری ادا کیا کرتے تھے خود پوسانیاس کو بھی معلوم نہ تھی ۔ پوسانیاس نے ان کلیوں کی حقیقت زونارا اس سے کھل جاتی ہے جو کہتا ہے کہ "انھوں نے فصیل بنانے پر سزا دی" ؛ یہ اچھی طرح سے سمجھ میں آسکتا ہے اور اس سے زونارا اس کا دوسرا فقرہ کہ "علاوہ کورنتھیوں کے باقی سب کو آزادی اور خود مختاری دی گئی" ایک خاص معنے پیدا ہو جاتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ ایسے الفاظ کہ "یونان سے خراج لیا جاتا تھا" بالکل بے کار ہیں ۔ ہیلاس سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے یوروپی یونان مراد ہے؟ یقیناً اس سے ایتھنز و اسپارٹا تو مراد ہو گی نہیں ۔ پھر کیا اسمیں جزیرے شامل تھے؟ تھے تو کونسے؟ اسمیں تو شبہ نہیں کہ پوسانیاس کو کبھی خواب میں بھی نظر آیا ہو گا کہ اسکے الفاظ سے کہ "یونان کو روما کو محاصل ادا کرنے پڑتے تھے" انھیں کبھی بھی دستوری تاویلات کی بنیاد قرار دیا جائے گا ۔ میری رائے کی تائید سسرو Verr. ۱، ۵۵ سے بھی ہوتی ہے جسکے مطابق ممیوس نے "اکایئہ و بیوتیہ کے بہت سے شہروں کو رومن قوم کے حکم کے تابع کر دیا" ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سسرو اس خیال سے بالکل ناواقف تھا کہ اس نے تمام یونان کو ایک رومن صوبہ بنا دیا ہو ۔ الغرض اس افسانہ کو مزید رواج دینے کے مطلق کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی ۔

جن ناظرین نے صبر کے ساتھ اس بحث کا مطالعہ کیا ہے انھیں میرے نتائج کا اندازہ ہو گیا ہوگا ۔

باب ۱۹ | ہم یہاں تاریخ کا پادوسیہ پر خاص طور پر بحث کریں گے اور سروست پوتھوس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - ۱۴۶ ق م میں صوبہ داری آراضی کے متعلق کوئی خاص نظریہ نہیں تھا۔ اگر روما اقوام یا بلدیات کو فتح کرتا تو انکے ساتھ ہمیشہ مساویانہ سلوک نہیں کرتا تھا۔ وہ یا تو انکے بعض حقوق سلب کردیتا ورنہ انکے بعض حقوق انھیں چھوڑ دیتا، لیکن وہ حقوق جنھیں وہ خاص طور پر سلب نہ کرتا وہ برابر قائم رہتے تھے، اور یہ وہی کیفیت ہے جو بہت سے دوسرے ملکوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ ۱۴۶ ق م میں بہت سے یونانی بلدیات و اقوام کو، جو روما سے برسرپیکار تھے، شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ انکی شکست سے انکی سیاسی حالت میں تبدیلی پیدا ہوگئی لیکن جنھیں شکست نہیں ملی ان کی حالت پہلے ہی کی سی رہی۔ ایک ایسا ضلع جس کا نام "ہیلاس" ہو اور جسکی حالت ایک سی ہو، ایسا ضلع نہ اسوقت موجود تھا نہ بعد میں وجود میں آیا۔ بعد میں چلکر ہمیں صرف "اکائیہ" ملتا ہے، اور یہ امر نہایت قابل غور ہے۔

آخر میں ہم ایک عام رائے کا اظہار کریں گے کہ "پروونس" یا صوبہ سے یہ مطلب جو لیا جاتا ہے کہ وہ ایک ایسا علاقہ ہے جسکا انتظام ایک ہو یا جس کا نگران ایک ہو اس سے رومن دستوری قانون کے تنظیم کے بابت مبالغہ آمیز خیالات کا اظہار ہوتا ہے۔ میرے نزدیک اندرونی کیفیات اور خارجی تعلقات کے مابین کافی تفریق نہیں کیجاتی۔ بلاشبہ جہاں تک اندرونی کیفیات کا تعلق ہے، نظریہ اور واقعات کے مابین مکمل یکسانی نظر آتی ہے اور اگر ہم عہدۂ عامل سے استدلال کریں تو ہم آسانی سے مختلف عمال کے اقتدارات کو منتج کرسکیں گے اور اسی ذریعے سے انکے سرکاری کاروبار کا تعین کرسکیں گے۔ عامل کا عہدہ اور بہت سے عمال ابتدا ہی سے رومن مملکت میں موجود تھے اور رومنوں کے خیال و عمل میں جو مطابقت پائی جاتی تھی اس کی وجہ سے وہ ہمیشہ اپنے دستوری نظام کے ممتاز اصولوں کا نہایت صحت کے ساتھ انطباق کرتے تھے۔ لیکن بیرونی اثرات، حدود ملکی سے باہر مقبوضات اور دوسرے اقوام و ممالک کیساتھ تعلقات یہ سب چیزیں رومن جیسی مملکت کا تو کجا کسی مملکت کے غیر تغیر پذیر اصولی تخیلات کا جزو نہیں کہی جاسکتیں۔ یہاں آخر بیرونی دنیا کی آواز کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا، اور انفرادی مملکت کو ایک حد تک اسکے خیالات کو بھی جہاں تک کہ وہ منتشر ہوسکتے ہیں) ملحوظ رکھنا پڑے گا۔ بدیں سبب یہ رومنوں کے لئے ناممکن تھا کہ ابتدا ہی سے "صوبے"

کو نظر انداز کر کے محض بتھی نیہ و پرگامم پر سرسری نظر ڈالیں گے - اسکی وجہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ کا وہ تخیل قائم کریں جسکے بموجب وہ جغرافی اعتبار سے ایک
محدود رقبے کا نام تھا اور جسکی اراضی کلیتہً انکے اختیار میں تھی ۔ اصل میں ابتدا میں رومن "پرووِنکیا"
ایک ایسے مامور یا پریٹور کا سرکاری علاقہ تھا جو روما کا اس نواح میں قائم مقام ہوتا اور جو انصاف
کرتا اور تصفیے کرتا ۔ میری دانست میں حلیفوں یا مفتوحہ علاقوں میں فیصلہ کن عنصر کسی قسم کا رومن نظریہ
نہیں بلکہ علاوہ مسلمہ اصول قانون بین الاقوام کے (جنمیں سے علاقہ کے خود مختاری اہم ترین ہے)
فیصلہ کن عنصر موقعہ ومحل کے کیفیات ہیں، جس کے معنے یہ ہیں کہ ہم بجائے منظم نظریاتی استدلال
کے تاریخی واقعات کے صحت کی طرف قدم بڑھائیں گے ۔ ان معاملات میں صرف ایک چیز ایسی
ہے جہاں یکسانی پائی جاتی ہے اور وہ رومن قوم کے ان عہدہ داروں کے ساتھ تعلق کا مسئلہ
ہے جنھیں باہر روانہ کیا جاتا تھا ۔ روما کے جو تعلقات ریاستہائے متعلقہ سے تھے وہ عہد سلطنت
تک کبھی یکساں طور پر منظم نہیں ہوئے ۔ روما کے خانگی دستور کا خارجی معاملات کے ساتھ وہی
تعلق ہے جو رومن "قانون ملکی" کا رومن "قانون اقوام" سے ہے اور جہاں اول الذکر میں تبدیلیاں پیدا
نہیں وہاں ثانی الذکر حالات وواقعات کے ساتھ بدلتا رہتا ہے ۔ نتیجہ یہ ہے کہ ابتدا میں
خارجی ممالک کے ساتھ جو تعلقات تھے وہ اتفاقات زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے تھے،
اور یہ خیال کہ ہر ایک ماتحت ملک میں ایک ہی سی قانونی کیفیات پائی جائیں، یہ بہت عرصے بعد تک
نہیں ملتا ۔ الغرض اسطرح اصول آراضی صوبہ جات جنکا سنہ ۱۴۶ ق م میں خیال بھی نہ تھا، عدم سے
وجود میں آجاتا ہے ۔

سنہ ۱۴۶ ق م میں بھی ہم اس عہد ہی میں ہیں جسکے بابت سسرو (De Off. ۲، ۸) کہتا ہے کہ
روما کو بہ نسبت تحکم کے ممالک اراضی کی نگرانی کا اختیار زیادہ تھا ۔ اور یہ وہ صورت حال تھی جو (اسکے
نزدیک) اسوقت تک قائم رہی جب گراکس کے عہد میں اندرونی معاملات میں حق و راست بازی
کی جگہ قوت وجبروت نے لے لی ۔ اس "پتروکی نیوم" یا نگرانی کا "امپیریوم" یا تحکم سے وہی تعلق
ہے جو یونانیوں میں "پروستازیہ" یا سیادت کا "آرخے" یا سلطنت سے ہے (دیکھو جلد ۳
تتمہ) میں سسرو کے اس فقرے کو محض کشش قلم ہی نہیں سمجھنا چاہیے ۔ بلاشبہ وہ اس کی
لیگ جسکا روما حامی تھا، وہ ایک طرح کے جبر سے وجود میں آئی تھی ۔ لیکن کیا ہر جگہ یہی کیفیت

باب ۱۹ یہ ہے کہ ایک تو پوتتوس رومن اثرات سے ذرا ہٹا ہوا ہے اور دوسرے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ نظر نہیں آتی، ہر مملکت کی بنیاد حق جبر پر نہیں تو اور کس پر ہے اور کوئی شخص اپنے مفروضہ حقوق سے اپنی خوشی خاطر دست بردار نہیں ہوتا۔ اگر بحیرۂ روم میں امن قائم کرنی تھی تو پھر مختلف خود مختار مملکتوں کو روما سے اتحاد اور دوسروں پر حکومت کرنیکے اختیار سے دست برداری لازمی تھی لیکن ساتھ ہی اس اتحاد اور دست برداری میں انکے اندرونی آزادی پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ روما نے علاقے فتح ضرور کئے، لیکن ہمارے زمانے کی طرح نہیں جب فاتح مفتوحہ علاقوں کا انتظام اپنے سر لے لیا کرتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک حد تک اس صورت سے زمانۂ حال کے امن پسندوں کے مطمح نظر کی ایک حد تک تکمیل ہو جاتی ہے۔

کرتیوس نے اپنی کتاب "تاریخ بلدیہ ایتھنز" Curtius : Slaalsgeschichte Athens (برلن ۱۸۹۱ء صفحہ ۲۴۶) میں روما و یونان کے تعلقات پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے جو قابل لحاظ ہے۔ وہ کہتا ہے "کہ دو ایسی قومیں جو ابتداءً ہم نسل تھیں ایسے زمانے میں ایک دوسرے سے ملیں جب انہیں ایک دوسرے کی مدد کی بغایت ضرورت تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کا ایک دوسرے سے اتحاد انکے قابل ترین قائم مقاموں کے ذریعے سے ہوا، اور جہاں مقدونیوں کے خلاف نوکیون جیسے اشخاص کے افعال سے مدافعت کے بیکاری کا ہی ثبوت مل سکتا تھا، وہاں نئی اقلیمی سلطنت کچھ ایسی نوع کی تھی کہ یونانی وطن دوستوں کو یہ باور ہو گیا کہ وہی ایک ہستی ہے جو یونان کے مفاد کی ضامن بن سکتی ہے۔ صورتِ حال کے اس کیفیت کو دوسری مقدونوی جنگ کے بعد ان اکائیائی یرغمالوں نے واضح کر دیا جو اس وقت روما میں موجود تھے۔ یہ خدا کا عجیب و غریب کرشمہ تھا کہ سب سے پہلے اکائیائی یرغمالوں کے منہ سے یہ بات نکلی کہ تاریخ یونان کی تکمیل دراصل سلطنت روما کے قیام کی شکل میں ہو جاتی ہے"۔ اس رائے میں ہم صرف یہ اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ بحیرۂ روم کے ہر چہار طرف کی تجارت میں جو اضافہ ہو رہا تھا اسکے لئے وہ امن و امان کافی نہ تھا جو ایتھنز و رھوڈز نے قائم کیا تھا، بلکہ یہ روما ہی تھا جو اس بحیرہ کو محفوظ و مامون بنانے میں کامیاب ہوا۔

ایتھنز ۔ ۱۴۶ ق م کے بعد اسکی کیفیت؛ ہرٹزبرگ ۱، ۸ ۳۰ وغیرہ؛ ۳۲۰ تا ۳۲۲۔
۱۴۶ ق م کے بعد یونان کے سکے؛ علاوہ ایتھنز کے سکہ سازی اب بند ہو جاتی ہے۔ شمال میں

یہ کہ ہم اس سلطنت کے معاملات پر باب ۲۵ میں علیحدہ بہت کچھ غور کریں گے۔ ہم باب ۱۸ میں بیان کر چکے ہیں کہ کاپادوسیہ کے تخت پر ۳۰۱ قم میں اریاراتیس پنجم متمکن ہوا[۶۳]۔ دیمیتریوس اوّل شاہ سوریہ نے (جسکا ذکر عنقریب کیا جائے گا) اسکی اپنی بہن کے ساتھ شادی کرنے کی کوشش کی، جو پہلے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اب بھی مقدونوی سکے رائج تھے (ہیڈ: تاریخ سکوکیات .Head : H N) ۲۱۰) اور یہ جو دہمیاں جنکیں جنپر "ما کے دونوں" اور "لیگ" کندہ تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سکے ایک لیگیٹ کے بنائے ہوئے ہونگے۔ بیزنطہ، اودیسوس اور دوسرے شہر برابر اسکندری سکے بناتے گئے۔ علاوہ ازیں مغرب میں دیراخیوم اور اپولونیہ میں بھی رومیہ مسلوک ہوا اور یہی حالت مشرق میں تھاسوس اور غالباً مارونیہ کی تھی۔ تھاسوس میں اس زمانے کے بے شمار سکے ملے ہیں۔ پیلوپونیز میں عام طور پر غالباً صرف تانبے کے سکے بنائے گئے ہوں گے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کورنتھی درہم جو کسی زمانے میں نہایت ہی وسیع علاقے میں رائج تھے، اور جو کورنتھ سے باہر بھی بنائے جاتے تھے، وہ اب مسدود ہو گئے ہیں، اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تجارتی رسل و رسائل پر اب روما کا بہت کچھ اثر پیدا ہو گیا تھا۔ کورنتھی درہم کورنتھی استاتر کا تہائی تھا اور کورنتھی استاتر دو اٹیکائی درہموں کے برابر یعنی انکسو تیس گرین کا تھا۔ رومن اپنے دینار کو اٹیکائی درہموں کے برابر ڈھالنے لگے تھے؛ چنانچہ ایک ایسا سکہ دو اٹیکائی درہموں کا تہائی ہو اور جو ایک درہم یا ایک دینار کے حساب کتاب میں جسکی شمار سہل نہ ہو وہ اس تجارت کے لئے نامناسب تھا جو روما کے سیادت میں ہو (ایک دینار تقریباً ۶۵ گرین؛ ایک کورنتھی درہم = تقریباً ۴۴ گرین)۔ اس کے برعکس روما نے برابر اٹیکائی سکوں اور انکے ہموزن اسکندری سکوں کی موافقت کی۔

[۶۳] کاپادوسیہ۔ اریاراتیس پنجم اور اتالوس ملکہ" کارنیاڈیس کا اعزاز کرتے ہیں۔ اتھینز میں اتالوس کے محراب کے قریب نوشتہ؛ ڈٹن برگرگ ۲۲۰ مع تفسیر کے۔ اریاراتیس دیمیتریوس اوّل کی بہن کے ساتھ، جو پہلے پرسیوس کی بیوی تھی، نکاح کرنے سے انکار کر دیتا ہے: دیودورس ۳۱، ۲۸؛ یوستی نوس ۳۵، ۱۔

دیودورس نے ۳۱، ۳۲ میں اوروفرنیس کے پرنے اینے میں چار سو تالنت

باب ۱۹

ملکہ مقدونیہ رہ چکی تھی اور جو کسی نہ کسی طرح سے سوریہ فرار ہوگئی تھی (دیکھو اوپر، باب ۱۸) لیکن حکمران کاپادوسیہ نے اس خطرناک مخالفہ میں شامل ہونے سے صاف انکار کر دیا۔ اس سے دیمیتریوس آگ بگولا ہوگیا اور اسنے تہیہ کرلیا کہ میں خود اپنی بہن کے ساتھ نکاح کرلوں گا اور ساتھ ہی اریارا تھیس کے راستے میں طرح طرح سے روڑے اٹکانے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے اوروفرنیس کی تائید کی جسکا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے چنانچہ ۱۵۸ ق م میں اوروفرنیس تخت و تاج پر قبضہ کرنے میں آخر کار کامیاب ہوگیا۔ اریاراتھیس نے رومنوں کی رائے مانکر بالفعل اپنی نصف آبائی سلطنت پر قناعت کی جسپر قابض ہونے میں اتالوس شاہ پرگامم نے اسکی مدد کی تھی۔ کچھ عرصہ بعد اوروفرنیس ازراہِ حماقت اپنے واحد حامی دیمیتریوس کے مخالفت میں انطاکیون کی پشت پناہی کرنے لگا جسپر دیمیتریوس نے اسے قید کرلیا گو ہمیں اسکا علم نہیں کہ وہ دیمیتریوس کے ہاتھ کیسے آیا ہوگا۔ اسکے بعد اریاراتھیس کاپادوسیہ کا واحد مالک بن گیا۔ وہ اس ملک کا سب سے بڑا حکمران تھا اور اس نے جہاں تک ہوسکا کاپادوسیہ کو یونانی قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ وہ اور اسکا دوست یعنی اتالوس جو اسکا نسبتی بھائی بھی تھا دونوں نے ایتھنز کی شہریت اختیار کی اور دونوں فلسفی کارنیاویس کی دل سے عزت کرتے تھے۔ اریاراتھیس نے سوریہ، کوماگینے، ارمنستان اور پرگامم کے معاملات میں مداخلت کی اور ہر جگہ کامیاب ہوا، لیکن آخر کار مدعی حکومت ارسطونیکوس سے روما کے موافق لڑتے ہوئے مارا گیا (دیکھو باب ۲۵)

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ راماشتہ جمع کرنے کا جو حال بیان کیا ہے اسکی عجیب وغریب تائید پرینے میں اوروفرنیس کے پانچ سکوں کے انکشاف سے ہوتی ہے؛ رانتاشش: تین سلطنتیں، ۴۵، دیودوروس (۳۱، ۱۹) اریاراتھیس کی تعریف کرتا ہے۔

۵ے ہنمی نیہ؛ پرگامم لیوی Ep. ۵۰؛ رانتاشش: تین سلطنتیں، ۱۰۳، ۱۱۸؛ فرینکل: نوشتہ جات Frænkel: Inschr صـ ۱۲۱

اپنے باپ کے اعزاز میں اس نے اپنے شہر کا نام مزاکا یوسے بیہ رکھا۔ ہم نے اس کی بیوہ نیسہ کے اپنے بچوں کے ساتھ برتاؤ پر باب ۲۵ میں بحث کی ہے۔

بتھی نیہ میں فسادی پروسیاسس دوم کو جو روما، پرگامم اور خود اپنی قوم سے ہمیشہ جھگڑے کرتے رہتا تھا ۱۴۹ء ق م میں اسکے بیٹے نکومیدیس نے مار ڈالا اس لئے کہ اس نے نکومیدیس کو قتل کرلینا چاہا تھا۔ اسکے بعد نکومیدیس نے اپی فانیس یورگی تیس ("مہربان و ممتاز") کا عالیشان خطاب اختیار کر کے ۹۵ء ق م تک حکومت کی۔ اسکے مزید حالات کے لئے دیکھو نیچے باب ۲۵۔

۱۵۹ء ق م سے ۱۳۸ء ق م تک پرگامم کا حکمراں اتالوس دوم دو فلاویلفوس" تھا جسنے اپنے بھائی کی بیوہ استراتونیس سے جو اریارا تیس عقیس پنجم کی بہن تھی، نکاح کیا تھا۔ اس نے پروسیاس دوم کے قتل اور دیمیتریوس اول کے زوال میں حصہ لیا تھا۔ اس نے مدعی سلطنت فیلقوس اور اکائیائیوں کے مخالفت میں رومنوں کا ساتھ دیا۔

یہ کہا جاتا ہے کہ دوسری صدی ق م کے بیشتر حصے میں کاپادوسیہ اور پرگامم ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں اور اسطرح ایشیائے کوچک کے عام کیفیت میں ایک طرح کا توازن قائم کرتے ہیں۔ فی الجملہ یہ دونوں سلطنتیں قطعی طور پر روما کے طرفدار ہیں اور ان کے اس طرز عمل سے روز بروز انھیں تقویت ہوتی جاتی ہے۔ ۱۶۹ء ق م میں کاپادوسیہ نے غالویوں کا ساتھ دیا اور ۱۶۸ء ق م میں پرگامم نے اپنا تذبذب ظاہر کیا لیکن اس سے انھیں آخر کار کوئی نقصان نہیں پہونچا۔ دونوں سلطنتیں بہمہ وجہ روما کی حلیف رہیں اور کاپادوسیہ والے برابر یونانیت پسند رہے۔

مشرق کے اس حصے کے معاملات جن پر سے رومن اثر ہٹ گیا تھا، نہایت پیچیدہ ہیں اور ایک بڑی حد تک نامعلوم ہیں۔ ان ممالک میں سے ایک مصر ہے جسکا اندرونی حصے پر روما کا کسی قسم کا اثر نہیں تھا، اور اسکے علاوہ باختر پارتھیا اور سوریہ ہیں۔ اس موقع پر ہم غیر معلوم سے معلوم کی طرف قدم

باب ۱۹

اٹھائیں گے اور اپنے بیان کو باختر سے شروع کریں گے۔ اس ملک کی بیشتر تاریخ کے بابت صرف سکوں ہی کی مدد سے قیاس دوڑایا جا سکتا ہے[۵۱] (دیکھو اوپر، باب ۹ و ۱۳)۔

اس علاقے میں دیودوتوس نامی ایک فرمانروا کے بعد اسی کا ہم نام دوسرا بادشاہ تخت نشین ہوا۔ اسکے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ تخت پر ایک غاصب یوتھی دیموس والی مگنیشیہ انطاکوس سوم کے زمانہ میں بیٹھا (دیکھو اوپر، باب ۱۵)۔ اسکے بیٹے دیمتریوس کو ہندوستان اور تاتارستان میں متعدد جگہ فتوحات حاصل ہوئیں۔ اسی کا ہمعصر ایک شخص یوکراتی دس تھا جسکے سکوں کی نقل شاہ پارتھیا نے اتاری۔ ہم دیکھتے ہیں کہ باختر کے ایک شہر اور اراخوزیہ کا ایک شہر کا نام یوکراتی دس کے نام پر تھا۔ ان سکوں سے جو اب تک منکشف ہوتے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفصلۂ ذیل حکمرانوں نے دوسری صدی ق م کے ابتدائی عہد میں حکومت کی: پنتالیون، اگاتھوکلیس، انتی ماخوس، اسکے بعد اسکا جانشین انتیالکداس، افلاطون (جسکے ۱۶۵ء ق م والے سکے موجود ہیں) اور ہیلیوکلیس جو غالباً یوکراتی دس کا بیٹا تھا۔ اس آخری فرمانروا

[۵۱] باختر: فون گٹشمٹ "تاریخ ایران" ۲۹، ۳۳، ۳۷، ۴۰، ۴۸، ۵۸، ۶۱، ۷۷، ۱۰۳ سکہ شناس سکوں سے استناج کرنے میں حق بجانب معلوم ہوتے ہیں۔ بلیو (: "افغانستان کی نسلیات کی تحقیق" Bellow : Enquir into the ethnography of Afghanistan سنہ ۱۸۹۱ء اور مضمون جو اس نے لندن کی انجمن ایشیائی Asiatic Society کے روبرو پڑھا اور جو انکے ہوم ۱۲ مارچ سنہ ۱۸۹۲ء میں چھپا ہے) یہ فرض کر لیتا ہے کہ افغانی زبان میں ایسے آثار موجود ہیں جن سے ان یونانیوں کا اثر معلوم ہوتا ہے جو سکندر اعظم کے بعد کوہ سلیمان میں جا کر آباد ہو گئے۔ اس کا خیال ہے کہ افغانی قبائل کے نام تک یونانی الاصل ہیں۔

پارتھیا: شپیگل: "قدیمیات ایران" Spiegel : Iran. Alterth. ۳، ۷۷، ہمیڈ ۶۹۲ وغیرہ۔ فون گٹشمٹ Gutschmidt ۴۳، ۴۴ وغیرہ، ۵۴۔ ہمیڈ (۶۹۷) کا میسلی رنیس کے سکوں کو خراسینی سلطنت کی طرف منسوب کرتا ہے۔

عہد میں دو اہم تبدیلیاں ہوئیں، اوّل تو رائج الوقت اٹیکائی معیار چھوڑ دیا جاتا ہے، اور دوسرے یہ کہ جہاں اسوقت تک سکوں پر صرف یونانی میں کتبہ تھا، وہاں آئندہ سے اسکے ساتھ ساتھ ایک تو ہندوستانی زبان میں اور دوسرے نام نہاد اریانی حروف میں، جو سامی حروف سے لئے گئے تھے، کتبوں کا اضافہ ہوتا ہے۔ ہیلوکلیس (۱۵۰ سنہ ق م) سے آخری بادشاہ ہرمیاس تک کا (جسنے غالباً سنہ عیسوی کے ابتدائی زمانے تک حکومت کی) زمانہ نہایت تاریک ہے اور اسکی سنویت کا تعین ناممکن ہے۔ دوسری صدی ق م کے وسط کے قریب، جب یوکراتی داس تخت پر بیٹھا ہوا تھا، اس وقت مہرداد اوّل شاہ پارتھیا نے باختر پر حملہ کر دیا یہ مہرداد وہی حکمراں ہے جس کا خطاب اس زمانے کے سکوں پر ارساکیس ایپی فانیس یوئرگی تیس فلہیلین کندہ ہے، اور جس نے غالباً ۱۷۱ سنہ ق م سے ۱۳۶ سنہ ق م تک حکومت کی یہ بادشاہ بلاشک پارتھیا کے حکمرانوں میں سب سے زیادہ ممتاز تھا۔ اس نے اپنی سلطنت مشرق میں ہندی قفقاز تک بڑھالی اور اسکے بعد وہ مغرب میں ایشیا کا رُخ کیا جسمیں انطاکوس چہارم کے بعد طرح طرح کی تبدیلیاں ہوئی تھیں۔ ہم انطاکوس چہارم کی طرف مختصر طور پر پھر باب ۲ میں رجوع ہونگے، لیکن یہاں ان تبدیلیوں کا خاکہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے[9]

[9] سوُریہ۔ اس حاشیہ میں میں نے بادشاہوں کی تفصیل دی ہے۔ مقابلہ کرو شیؤرر، ۱، ۱۳۰، وغیرہ
انطاکوس پنجم "یوپاتور" نو سال کی عمر میں بادشاہ بنا؛ سکوں پر ذرا زیادہ عمر کے آثار؛ بابلون،
CXIII. CXIV. اسکے لیسیاس اور اوکتاویوس کے لئے دیکھو پاؤلی، ۱، ۱، ۱۱۲۷؛ ۵، ۸۲۳۔
تمارخوس کے سکے کمیاب ہیں؛ بابلون CXV
دیمتریوس اوّل۔ دیمتریوس و پولی بیوس؛ پولی بیوس ۳۱، $\frac{19}{21}$؛ اسکی شراب خواری؛
ایضاً ۳۳، ۱۹۔ سکے۔ الٹی طرف، علاوہ اپولو کے، ایک زنانہ شبیہہ جسے بابلون CXVII
تیخے بتاتا ہے۔ صور و سید اکے بلدی سکے جن پر دیمتریوس اول کا سر اور دو زبانوں میں کتبے
کندہ ہیں نیز چو درہمیاں اور تانبے کے سکے جن پر دیمتریوس و لاؤدیکے کے سر بنے ہیں۔ لاؤدیکے

باب ۱۹

انطاکوس چہارم کے بعد اس کا نو عمر بیٹا انطاکوس پنجم "یوپاتور" تخت پر بیٹھا اور اس نے ۱۶۴ق م سے ۱۶۳ق م تک حکومت کی۔ اس پانچویں انطاکوس کے وزیر لیسیاس نے ملک کی فوجی قوت میں اس حد تک اضافہ کیا کہ رومنوں کو انہیں مداخلت کرنا پڑی اور انھوں نے اس میں تخفیف کرنے کے لئے تین اشخاص کی ایک سفارت بھیجی۔ جب یہ سفیر لاؤدیکیہ پہونچے تو لیسیاس نے انہیں سے ایک یعنی گنے یوس اوکتاویوس کو قتل کرادیا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رومنوں نے بادشاہ کے رشتے کے بھائی دیمتریوس کو، جو روما میں بطور یرغمال کے رہتا تھا، آزاد کردیا اور اسے انطاکوس کے مخالفت میں خوب ابھارا۔ اس دیمتریوس کے آزادی میں مورخ پولی بیوس ممد و معاون ہوا۔ دیمتریوس نے آخر کار انطاکوس کو شکست دیکر اسے قتل کردیا اور خود بادشاہ بن گیا۔ اس بادشاہ نے اپنے ۱۶۲ق م سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ پہلے پرسیوس کی بیوی رہ چکی تھی۔ بابلون، CXXII

اسکندر بالاس، ۱۵۰ق م تا ۱۴۵ق م۔ شیورر "تاریخ قوم یہود" Schuerer: Gesch. des Jued. Volkes. ۱، ۱۳۱، ۱۷۸۔ اسکا خطاب تھیوپاتر یوئرگی تیس ایپی فانیس نیکے فوروس تھا۔ پرگامم کے فرمانرواؤں نے اس سے پہلے انطاکوس پنجم کو تخت نشین کرایا تھا اور اب انھوں نے اسکے بیٹے کو تخت نشین کرایا۔ اسکندر بالاس کے بعض سکے جو فنیقی شہروں میں ڈھلے تھے اور جن پر فنیقی عقاب کی شبیہہ ہے وہ فنیقی معیار کے ہیں؛ بابلون، CXXV

CXXVI سلیوکی ۱۶۱ (یعنی ۱۵۱ق م) میں فلومیتور برابر بطلیمائس میں سکے بنارہا تھا؛ اسکندر بالاس نے ۱۴۶ق م تک سکہ سازی جاری رکھی اور انطاکوس ہنم تک اس خاندان کے فرمانروا برابر سکے بناتے رہے۔ اتھنزی پارتھے نوس کی شکل اسکندر بالاس کے سکوں پر نمودار ہوتی ہے؛ بابلون، تصویر ۱۷، ۱۸؛ یہ انطاکوس چہارم "ایپی فانیس" کی نشانی ہے؛ نیز یہ کاپادوسی اریارا تھیس چہارم کے سکوں پر بھی نظر آتی ہے۔ اسکندر بالاس نے اپنے سکوں پر ایک شبیہہ کندہ کرائی جس میں سکندر اعظم کی مشابہت پائی جاتی ہے؛ بابلون، CXXIX کبرا کے نقرئی سکوں پر بھی یہ شکل نظر آتی ہے۔ کیرسوس کے ایک سکے پر ایک الّو کی شائد اسلئے شکل ہے کہ

باب ۱۹

سنہ ۱۵۰ ق م تک حکومت کی) پہلے تو بڑی مستعدی دکھائی اور جب اس نے بابل کے صوبہ دار تمارخوس کو، جسنے شاہی لقب اختیار کر لیا تھا، مغلوب کیا تو اسنے اپنے نام کے ساتھ "سوتر" کا خطاب بڑھا لیا۔ لیکن اسکے بعد یہ شراب و کباب میں پڑ گیا اور انطاکیہ کے قریب اپنے قلعہ بند محل میں اپنے آپکو بند کر لیا۔ اسکی سیاسی حکمت عملی بھرت میں کبھی آزمودہ کاری کی جھلک نہیں تھی۔ اسکی بہن کے مقدونیہ سے چلے آنے پر اس نے کوشش کی کہ اسکی اریاراتھیس پنجم کے ساتھ نکاح ہو جائے لیکن اسمیں اسے کامیابی نہیں ہوئی اور جب اسنے اس بہن سے خود اپنا نکاح کر لیا تو اس معاملات میں یکسوئی پیدا نہیں ہوئی بلکہ رومنوں کو پہلے سے بھی زیادہ اپنا مخالف بنا لیا؛ ادھر کاپادوسیہ کے معاملات میں مداخلت کر کے اس نے اریاراتھیس کو برہم کر دیا۔ اسی طرح اسنے اور وفرنیز کے ساتھ جو سلوک کیا اس سے بھی اسے کوئی فائدہ نہیں پہونچا۔ آخر کار رومنوں، اریاراتھیس اور اتالوس تینوں نے اسکے ایک مفروضہ رشتے کے بھائی مسمی بالاس ساکن سمرنا کو اسکے خلاف اٹھا کھڑا کیا، جس نے اپنا خطاب اسکندر رکھا تھا اور مشہور کر رکھا تھا کہ میں انطاکوس چہارم کا بیٹا ہوں۔ اُدھر روما کے اجازت سے بطلیموس فلومیتور نے اپنی بیٹی قلوپترا تھیا (جو خاندان بطالسہ کے شوخ ترین عورتوں میں سے تھی) نکاح اس اسکندر بالاس سے کر کے ملک شام کے خلفشار میں سونے پر سہاگہ والی مثل کی۔ اسکندر بالاس نے سنہ ۱۵۰ ق م سے سنہ ۱۴۵ ق م تک شام پر حکومت کی۔ بہر حال اسی مناکحت کے بعد اسکندر کو مصر کی تائید حاصل ہو گئی۔ لیکن اس شخص نے بھی وہی وتیرہ اختیار کیا جو اسکے پیشرو کا تھا، اور اسی کی طرح اسکی قسمت نے بھی زیادہ دن تک اس کا ساتھ نہیں دیا۔ فلومیتور نے اسکی بجائے تھیا اور دیمتریوس دوم کا ساتھ دینا شروع کیا، جو دیمتریوس اوّل کا بیٹا تھا، اور تھوڑے ہی مدت کے بعد

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ وہاں اتھنزی رہتے تھے؛ بابلون CXXVII. CXXX.

جو درہمیاں منبر اسکندر بالاس و تھیا کی شبیہیں ہیں اور جو سلوکیہ میں ڈھالے گئے تھے، بابلون CXXX

باب ۱۹

سنہ ۱۴۵ ق م میں ایک عرب سردار نے بالاس کا کام تمام کر دیا۔ اسکے جانشین دیمتریوس دوم (سنہ ۱۴۵ ق م تا سنہ ۱۳۹ ق م ۱۳۰ تا ۱۲۵) کے قسمت میں بڑے بڑے مد و جزر ہوئے۔ وہ بجد مستعد و جانباز شخص تھا، گو اسکا خطاب "نکاتور" یا "فاتح" میں طعنہ آمیزی کے علاوہ حقیقی مفہوم نظر نہیں آتا، بہت جلد اسکی رعایا اس سے متنفر ہونے لگی۔ الغرض اپامیہ کے ضلع کے ایک قسمت آزما مسمی دیودوتوس نے پہلے تو بالاس کے ایک بیٹے کو انطاکوس ششم "ایپی فانیس" کے نام سے سنہ ۱۴۵ ق م میں تخت پر بٹھایا اور سنہ ۱۴۲ ق م کے قریب اسکے قتل کے بعد خود تریفون کے خطاب سے بادشاہ بن بیٹھا۔ (سنہ ۱۴۲ ق م ۱۳۸) چند روز تک تو دیودوتوس کا مستقر کلیکیہ اسپیرا کا شہر کوراکیزیوم تھا، جو ساحل کے قریب ایک ڈھلوان چٹان پر لیٹروں ٹھگوں کا آماجگاہ تھا۔ لیکن دیمتریوس ابھی تک مایوس نہیں ہوا تھا، چنانچہ جب اس نے دیکھا کہ شام کا دروازہ میرے لئے بند ہو چکا ہے تو وہ کسی دوسرے میدان کو تلاش کرنے لگا، اور آخر کار بابلستان میں اسے موقعہ مل ہی گیا۔

مہرداد شاہ پارتھیا نے، جسکا ذکر ابھی کیا جا چکا ہے، سنہ ۱۴۷ ق م میں میدیہ اور سنہ ۱۴۵ ق م میں سلیوکیہ (بدریائے دجلہ) تک فتح کر لئے تھے۔ اب بابل والوں نے دیمتریوس سے اسکے خلاف مدد مانگی اور دیمتریوس نے اسکا اقرار کر لیا اور ایرانیوں و ایلیمیائیوں، ہی کو نہیں بلکہ اہل باختر کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا (واضح ہو کہ اس کے بعد اہل باختر کبھی آزاد نظر نہیں آتے)۔ پہلے تو میدان اسی کے ہاتھ لگا، لیکن سنہ ۱۳۹ ق م میں اسے شکست ملی اور وہ گرفتار بھی ہو گیا، چنانچہ مہرداد نے اسے پارتھی علاقہ میں گشت لگوایا اور اسکی جگہ جگہ نمائش کرائی! لیکن اب یک بیک پارتھی حکمران اپنی رائے بدل دیتا ہے اور شاید دیمتریوس کی توانائی اور مستعدی سے متاثر ہو کر نہ صرف اپنی بیٹی رودوگونے کا اسکے ساتھ نکاح کر دیتا ہے بلکہ اسے شام کا بادشاہ بھی بنا دینا چاہتا ہے۔ لیکن قبل اسکے کہ وہ اپنے

باب ۱۹

اس منصوبے کو پورا کرتا اسکا انتقال ہوگیا اور اسکی جگہ (۱۳۰ق م میں) فراتیس دوم "ارساکیس ظلو پاتور ایپی فانیس فل ہیلین" کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ اس زمانے میں پارتھیا میں دریائے فرات سے لے کر اراخوزیہ تک تمام ملک شامل تھے، اور اسکے علاوہ اسکے بادشاہ "شہنشاہ" کی حیثیت سے مفصلۂ ذیل ممالک پر سیادت کے دعویدار تھے۔ مشرق میں ہندوستان کے سرحدی مقامات، خراسین، یا ہیسین بدہانہ دجلہ و فرات پرسس (لارستان) کرمان وگدروزیہ (مکران)، اور مغرب میں ادیابینے۔ ہمیں شبہ نہیں کہ یہ سب محض مشرقی شیخی ہی شیخی تھی، لیکن ہمیں شک نہیں کہ ایران و بلستان پر مقدونیہ کا مطلق کوئی اثر باقی نہیں رہا تھا۔ شمال و مشرق میں یونانی تمدن اسی طرح معرض زوال میں تھا، یہاں سنہ ۱۴۱ق م میں پارتھیول نے مارگیانے (خراسان) پر قبضہ کرلیا اور سکیتھی قبیلوں نے باختر، سغدین جو ہندوکش کے شمال میں تھے فتح کرلیا۔ صرف وادی سندھ ہی کا علاقہ ایسا تھا جہاں سنہ عیسوی کے ابتدا تک یونانی عنصر نے اپنا سر اٹھائے رکھا۔ خود دیمتریوس دوم کے لئے بھی پارتھیا کے جدید حکمراں کے تخت نشینی سے صورت حال میں بہت کچھ تبدیلی پیدا ہوگئی اس لئے کہ جدید حکمراں اپنے پیشرو کی طرح اسپر مہربان نہ تھا اور فی الحال اسکا یہ ارادہ نہیں تھا کہ دیمتریوس کو سوریہ کے تخت پر بیٹھنے میں اسکی مدد کرے۔

الغرض دیمتریوس تو تریفون کا بال بیکا نہ کرسکا، لیکن دوسروں نے اسکو بہت نقصان پہونچایا[۱۱] دیمتریوس دوم کے بھائی انطاکوس ہفتم سدیتیس

---

[۱۰] سوریہ یا شام۔ مقابلہ کرو پاؤلی ا، ا، ۱۱۳۸؛ ۶، ۲، ۲۰۲، ۲۱۷۲ تا ۲۱۷۴؛ بابلون CXXXI تا CLXI (دیمتریوس دوم تا انطاکوس ہشتم "گری پوس")؛ ا، کون: A. Kuhn: Beitrage Z تحقیقات متعلق تاریخ سلیوکیاں از سنہ ۱۲۹ق م تا سنہ ۶۴ق م" Gesch. der Seleukiden von 129-64. B. C. آلٹ کرش ہسنہ ۱۸۹۱ء۔

[۱۱] دیمتریوس دوم۔ اسکے سکوں پر مشرقی نمونے، صورتیں ڈھالے ہوئے سکے؛

باب ۱۹

نے اسکے خلاف خروج کیا اور اسکے ساتھ لڑائی میں تریغون کام آیا اس کے مرتے ہی انطاکوس نے تھیا کے ساتھ نکاح کر لیا جسکی شخصیت قابل اعتراض ہو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - بابلون CXXXII-CXXXIII۔
انطاکوس ششم اپنا لقب "ایپی فانیس دیونی سوس" رکھتا ہے۔ سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ۱۴۵ سنہ ق م سے ۱۴۲ سنہ ق م تک حکومت کی؛ بابلون CXXXV انواع: دیوسکوری گھوڑا دوڑاتے ہوئے، جیسے رومن دیناروں پر؛ نیز دیونی سی نو نے؛ مشعل بردار ہاتھی؛ بابلون CXXXVII۔

تریغون چار سال حکومت کرتا ہے۔ اسکا لقب "بازی لیوس اُتوکراتور" یا خود مختار بادشاہ" تھا جو کسی دوسرے شامی حکمراں کا نہ تھا۔ استرابو ۱۴، ۶۶۸ کے مطابق کلیکیہ اسپیرا میں بحری قزاقوں کی قوت کا دارومدار تریغون پر تھا۔ لیک Leake کوراکے زیوم (= الایہ) کو جبل الطارق سے تشبیہہ دیتا ہے؛ مقابلہ کرو ہڑ ۱۹ CXXXV، ۳۸۲۔ سکہ پر شاخ دار خود بنی ہے؛ بابلون CXXVIII

انطاکوس ہفتم "سری تیس"۔ سیدے میں پیدا ہوا اور ۱۳۸ سنہ ق م سے ۱۲۹ سنہ ق م تک حکومت کی۔ اسکا لقب یوآرگی تیس تھا۔ اس زمانے کے سکے چودہی سے آخر تک یہ طرح کے ہوتے تھے۔ تانبے کے سکے پر ای سس کی سر جامہ (سلیوکوس چہارم نے انطاکیہ میں ای سس کا ایک تبخانہ بنایا تھا)؛ دوسری جانب اتھینے پار تھے نوس؛ تصویر ۲۱، ۱۲۔ انطاکوس ہفتم نے شمون مکابیوس کو سکہ سازی کا حق دیا تھا، لیکن یہ صرف تانبے تک محدود تھا؛ بابلون CXLIV۔

دیمتریوس دوم، دوسری مرتبہ بادشاہ؛ ۱۲۹–۱۲۵ سنہ ق م۔ اس مرتبہ کے سکوں پر وہ ایشائیل نظر آتا ہے اس لئے کہ جب وہ پارتھیا میں تھا تو وہاں کے رواج کے مطابق اُس نے اپنی ڈاڑھی بڑھالی تھی۔

اسکندر دوم "زابی ناس"، ۱۲۸ سنہ ق م تا ۱۲۳ سنہ ق م۔ انطاکیہ میں زیوس کا تبخانہ پامال کرتا ہے، اور شاید اس سے جو ملتا ہے اسے طلائی استاتر بناتا ہے جس پر زیوس نکے فوروس کی شبیہہ کندہ ہے۔ مصری تاجر کے اس فرزند میں علمی ظرافت بھی تھی۔ اسکے تانبے کے سکوں پر

باب ۱۹

لیکن جس کا شام کے تخت سے ہٹنا محال تھا۔ تخت شام پر بیٹھتے ہی اس نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ اپنے بھائی کی طرح ایک زبردست حکمراں ہے، اس نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ اس کے سر پر شیر کی کھال نظر آتی ہے اور اس سے سکندر اعظم کی یاد تازہ ہوتی ہے ۔

سلیوکوس پنجم؛ ۱۲۵ سنہ ق م۔ اسکی ماں تھیا نے اسکے باپ دیمتریوس دوم کو مروا ہی ڈالا تھا، اور اب وہ اسے بھی ملک عدم پہونچاتی ہے اور اپنے دوسرے بیٹے انطاکوس ہشتم گریپوس کو تخت پر بٹھاتی ہے۔ لیکن وہ اسپر بھی قانع نہیں ہوتی اور اپنے اس بیٹے کا بھی کام تمام کرنا چاہتی ہے لیکن اسے اسکا علم ہو جاتا ہے اور وہ پیش بندی کر کے خود اپنی ماں کو قتل کرا دیتا ہے۔ تھیا کا خطاب "یوٹے تیریہ" (افراط) تھا۔ جو درہمیان جنکے ایک طرف اسکی شبیہہ اور دوسری طرف "شاخ افراط"؛ یہ ۱۲۵ سنہ ق م میں سکوک ہوئی تھیں؛ بالبوں CLII

انطاکوس ہشتم "گریپوس"، ۱۲۵ سنہ ق م اسکا لقب ایپی فانیس فلومیتور (!) کالی نیکوس تھا۔ اسکے سوتیلے بھائی انطاکوس نہم "کیزیکے نوس" ۹۶ نے اسکے ساتھ لڑائی ٹھانی، جسکے بعد اوّل الذکر کیلئے سوریہ و فنیقیہ کا اور گریپوس شمالی سوریہ اور کلیکیہ کا حکمراں بن گیا؛ بالبوں اسکی شبیہہ سے اسکی ناک کا خم صاف ظاہر ہوتا ہے ۔ CIV.

اسکندربالاس اور اسکے بعد کے سکوں پر طرسوس کی عمارت کی تصویر نظر آتی ہے؛ یہ تصویر خود طرسوس کے سکوں پر بھی ملتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کے قریب اس عمارت کے کھنڈر اب تک موجود ہیں، اور اسے سردانا پالوس کا مقبرہ بتایا جاتا تھا سکندر اعظم یہاں پہونچا تھا (جلد ۳، باب ۲۲)، لیکن بالبوں کہتا ہے CLVIII کہ سکوں پر جو عبارت ہے وہ کسی شامی معبود کا بت خانہ ہے جسکی پوجا مغرب میں جو پیٹر دولی فنیس کے نام سے کیجانے لگی (واضح ہو کہ دوسے لنیے کو ماکینے میں ایک مقام کا نام تھا؛ دیکھو روشے (Rescher) ۱، ۱۱۹۱)- مقابلہ کرو کارل رٹر: "جغرافیہ" Karl Ritter=Erdkunde حصہ ۱۹، ۳ $\frac{202}{209}$؛ اڈورڈ مے یر: "تحقیقات متعلق تاریخ قدیم: Ed. Meyer: Forschungen Zur alten Geschishte" $\frac{202}{209}$ - اس قسم کی کیفیت سے اس مذہبی رد عمل کا حال معلوم ہوتا ہے جو اس زمانے میں دیار مشرقی میں ہو رہا تھا اور جسکی وجہ سے انطاکوس چہارم اور اسکے جانشینوں کے سکوں میں وقتاً فوقتاً مشرقی معبودوں کی شبیہیں نظر آتی ہیں ۔

باب ۱۹

پارتھیوں کے ملک پر حملہ کر کے بابل ہی نہیں بلکہ ہمدان بھی لے لیا۔ اب فراتیس بڑی کشمکش و پیچ میں تھا۔ اسوقت تک اسے کھلے میدان میں نہیں کامیابی نہیں ہوئی تھی، چنانچہ اب اس نے اس لڑائی کو شامی سے نمٹنے کے لئے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا۔ اس نے تین مختلف النوع ترکیبیں چلنے کا انتظام کیا۔ اول تو اس نے اپنے دشمن سے گفت و شنود شروع کی تاکہ ممکن ہو تو اسکے ذریعہ سے اسپر داؤں لے جائے؛ دوسرے اُس نے سوچا کہ اسوقت دیمتریوس کو چھڑانے کے لئے اچھا موقعہ ہے، اور تیسرے اگر یہ سب چالیں نہ چلیں تو پھر میدان جنگ میں پھر قسمت آزمائی کیجائے۔ یہ تیسری چال چل گئی، یعنی اس نے آخرکار انطاکوس ہفتم کو میدان میں شکست دیدی اور اس مستعد بادشاہ نے دیکھا کہ اب کام تمام ہوگیا تو اسنے خود اپنا کام تمام کرلیا (۱۲۹ق م) اب شاہ پارتھیا اسکا افسوس کرنے لگا کہ میں نے دیمتریوس کو محبس سے کیوں نکالا لیکن چونکہ وہ اسکی زد سے باہر تھا اس لئے اس نے ایک نیا مدعی سلطنت کھڑا کردیا، جو انطاکوس سلیوکوس کا بیٹا تھا لیکن اس سے کچھ نتیجہ نہیں نکلا اس لئے کہ نوعمر سلیوکوس بہت جلد تماشاگاہ سیاسیات سے غائب ہوگیا اور دیمتریوس دوم دوبارہ تخت شام پر بیٹھ گیا لیکن وہ اب بھی پہلے کی برابر نہیں رہا، اور واقعہ یہ ہے کہ شاہ پارتھیا کو اس سے کچھ ایسی شکایت ہی نہیں تھی۔ دیمتریوس کو بطلیموسی اراذل کی مداخلت کی وجہ سے جو مشکلات پڑیں اُنپر وہ قابو حاصل نہیں کرسکا۔ بطلیموسی فیسکون کی بہن اور بیوی جسے اپنے بھائی اور شوہر سے بھاگ کر اُس نے دربار میں پناہ لی تھی اسکی وجہ سے اسے مصر کے ساتھ لڑنا پڑا، اور فیسکون نے، جس نے فلومیتور کے بعد سوریہ میں اختلال پیدا کرنا گویا اپنا فرض سمجھ لیا تھا، اب ایک نیا مدعی سلطنت سوریہ کھڑا کرلیا۔ یہ اسکندر زابی ناس تھا (۱۲۸ ق م تا ۱۲۳ ق م)، جو ایک مصری سوداگر کا بیٹا تھا اور جس نے یہ مشہور کیا کہ میں انطاکوس ہفتم کا متبنیٰ ہوں۔ زابیناس دیمتریوس کو شکست دیکر خود بادشاہ بن گیا! ۱۲۵ ق م میں غالباً تھیا کے حکم سے دیمتریوس کا خاتمہ کردیا گیا اور اس

خون آشام عورت نے اس کے تتمے کے طور پر اپنے اور دیمیتریوس کے بیٹے سلیوکوس کو بھی بہت جلد ملک عدم پہونچا دیا۔ لیکن اب فیسکون زابی ناس سے اپنی تائید ہٹا لیتا ہے، اور اسکے خلاف دیمیتریوس دوم کے دوسرے بیٹے انطاکوس ہشتم "فلومیتور گریپوس (ٹیڑھی ناک") کو اسکے خلاف روانہ کرتا ہے۔ گریپوس زابیناس کو شکست دیتا ہے اور زابیناس ۱۲۲ سنہ ق م راہی ملک عدم ہوتا ہے۔ لیکن خود فاتح کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے کہ شائد ۱۱۶ سنہ ق م ہی میں انطاکوس نہم "کیزیکینوس" (۱۱۶ سنہ ق م)، جو انطاکوس ہفتم کا بیٹا اور گریپوس کا سوتیلا بھائی تھا، اسکا مقابلہ کرتا ہے۔ ان دونوں حریفوں کی ماں وہی غیر معمولی مستعد و توانا عورت تھیا تھی جس کا ذکر اوپر پڑھنے میں آیا ہے۔ یہاں ہم شامی خلفشار کو باب ۲۶ کیلئے چھوڑتے ہیں اور بالفعل مصر کے واقعات کی طرف رجوع کرتے ہیں جو تاریخ کے تمدن کے لئے بہت کچھ اہم ہیں۔

۱۸۰ سنہ ق م سے ۱۴۶ سنہ ق م تک مصر[۱۱] کے تخت پر بطلیموس پنجم کا چھوٹا بیٹا بطلیموس ہفتم فلومیتور بیٹھا تھا، اور یہ وہی بطلیموس تھا جو انطاکوس ایپی فانیس سے آمادۂ پیکار ہوا تھا (دیکھو باب ۱۸)۔ ۱۷۰ سنہ ق م میں کار ہائے حکومت میں اس نے اپنے چھوٹے بھائی بطلیموس یوئرگیتیس دوم فیسکون ("توندو") کو اپنا شریک بنا لیا جسے اسکندریہ والوں نے ملک کے مفاد کی خاطر تخت پر بٹھایا تھا ان دونوں بھائیوں کے مابین

---

[۱۱] مصر، کلیس، پائولی، ۶، ۱۰۱، ۲۲۱؛ مہافی: "یونانی زندگی"، باب ۲۱؛ شیوزر Schurer: "تاریخ قوم یہود"، ۱، ۱۸۰/۱۸۲؛ بطلیموس نہم "فیسکون" (توندو یا "پیٹو") کے لئے مہافی: "سلطنت"، ۳۷۷/۴۴، نیز ۳۴۴/۲۵۲ (روما، فلومیتور، فیسکون)۔ بطلیموس ہشتم اسی بطلیموس ہفتم کا بیٹا ہے جسے فیسکون نے مروا ڈالا تھا۔ فیسکون نے مصری تہخانوں کیلئے جو کیا اسکے لئے دیکھو باب ۲۰ حاشیہ ۲۰۔ فلومیتور کے ساتھ حکومت میں شریک ہونیکے بعد فیسکون روما کی زور و شور سے طرفداری کرنے لگا اور روما کی تائید کیوجہ سے جو چاہا کیا۔ مصر میں جو کچھ ہوا اسکی بہت بڑی حد تک روما جوابدہ تھے۔

بہت جلد جھگڑے پیدا ہو جانے ناگزیر تھے۔ بڑا بھائی تو عیش پرست تھا لیکن عادتاً خوش مزاج تھا، لیکن چھوٹا ایک بے شرم بدمعاش تھا، اور اس کا وتیرہ تھا کہ جب اُسے ارتکاب جرائم کی سازشوں سے فرصت ملتی تو اپنے آپکو عالم متبحر ظاہر کرتا۔ الغرض فلومیتور کو زک ملی اور وہ روما بھاگ گیا۔ رومنوں نے فوراً اسے دوبارہ تخت پر بٹھا دیا اور فیسکون کو اس کے معاوضے میں سیرنہ دیدیا۔ لیکن اس "پیٹو" کے لئے یہ کافی نہیں تھا، چنانچہ اس نے رومنوں سے درخواست کی کہ اسے قبرص بھی حوالہ کردیا جائے۔ رومنوں کے لئے اسمیں بھی مضائقہ نہیں تھا اس لئے اسے قبرص بھی مل گیا۔ لیکن مشکل یہ آپڑی کہ قبرصی اس "مہربان" سے خوش نہیں تھے اور وہ انکی نظروں میں ایک ملعون سے زیادہ نہ تھا؛ الغرض انھوں نے اسے جزیرے سے نکال باہر کیا، اور جب وہ سیرنہ واپس گیا تو وہاں والوں نے بھی اسے نہیں رہنے دیا۔ اس نے پھر روما سے مدد طلب کی اور چونکہ رومن ان معاملات سے تھک گئے تھے اور انھیں ان دونوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا بلکہ فیسکون ہی انکے نزدیک نسبتہً آسانی سے انکا مُطیع و منقاد بن سکتا تھا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ فلومیتور اس زمانہ میں ملک شام میں جنگ آزما ہوا اور ۱۴۶ ق م میں یہ کام بھی آیا۔ اب میدان صاف تھا اور فیسکون تخت پر قبضہ کرنے کے لئے فوراً مصر گیا اور یہودی سپہ سالار کی کوشش کہ بیوہ ملکہ قلوپترہ اور اسکی اولاد کے لئے تخت محفوظ رہے رائگاں گئی۔ فیسکون نے ملکہ کے ساتھ جو اصل میں اسکی اور اپنے پہلے شوہر دونوں کی بہن تھی، نکاح کرلیا، اپنے بھتیجے یو پاتور کو تہ تیغ کیا، اسکندریہ والوں کا قتل عام کیا، اپنی نئی بیوی کیساتھ ظالمانہ برتاؤ کیا اور ان سب باتوں پر اسی بیوی کی بیٹی جسکا نام بھی قلوپترہ تھا، نکاح کرکے ان سب کاموں پر گویا مہر ثبت کردی! اس نے مقتول اسکندریوں کی جگہ شہر کو اجیر سپاہیوں وغیرہ سے آباد کیا تھا، لیکن جب انھوں نے اسکے یہ جرائم دیکھے تو انھیں اور اسکے غیر حساس بھائی بندوں سے بھی رہا نہ گیا اور انھوں نے محل شاہی میں

آگ لگا دی۔ فیسکون اب قبرص بھاگ گیا اور شاید یہ دکھانے کے لئے کہ اسمیں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی ہے اُس نے اپنی بیوی کے پاس خود اپنے بچے کے بدن کے ٹکڑے، جو اُسکے بطن سے پیدا تھا، تحفتہً بھیجے! اسکے بعد اُس نے واپس آکر پھر اسکندریہ پر قبضہ کرلیا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اسکندریہ سے قلوپترہ پہلے شام گئی لیکن وہاں سے واپس آکر اپنے شوہر سے سمجھوتا کرلیا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ فیسکون اپنی دونوں بیویوں کی صحبت میں، جنمیں سے ایک اسکی اپنی بہن اور دوسری اسکی اپنی بھتیجی ہے، اپنے ظالمانہ افعال سے شاید تنگ آکر ذرا دم لے رہا ہے اور خود کو حکمیات و فنون ملکی کا سرپرست ظاہر کررہا ہے! یہ شخص کبھی واقعی طور پر اور کبھی فرضی طور پر ۵۲ برس تک حکمراں رہا، اور ۱۱۷ء ق م تک نہیں مرا۔

اب ہم دوبارہ ۱۴۶ء ق م پر آتے ہیں تاکہ ان ایام میں دنیائے یونان اور ان ممالک پر جنمیں یونانی تمدن سرایت کرگیا تھا، نظر دوڑائیں۔ مقدونیہ کی سیاسی اہمیت بالکل زائل ہوچکی تھی اور اُس ملک میں سیاہ و سفید کلیتہً روما کے قبضے میں تھا۔ یونان میں آخری مملکت جو سیاسیات میں ممتاز حصہ لینے کی خواہاں تھی اُسے زک پہونچ چکی تھی اور یہاں بھی روما کو اقتدار کلی حاصل تھا۔ مغرب میں قرطاجنہ کا کام تمام ہوچکا تھا اور اُس نواح میں بھی روما کا کوئی بدمقابل نہیں رہا تھا۔ لیکن بہت سی ایسی قومیں بھی تھیں جو زیادہ تر اٹلی اور سسلی میں رہتی تھیں اور جو یونانی زبان بولتی تھیں، مغرب میں شہر مسالیہ برابر اپنی تجارت میں لگا رہا اور اسپر نہ تو آزاد ملکوں کا اور نہ بادشاہوں کا اثر پڑا۔ مشرق اقصےٰ میں ہم دیکھتے ہیں کہ یونانیوں کے ایک بڑے جزو کی سیاسی اہمیت سلطنت پارتھیا کے عروج کی وجہ سے زائل ہوگئی ہے اور اس سلطنت کا بادشاہ مہرداد تقریباً ۱۴۵ء ق م میں بابل اور سلیوکیہ کو فتح کرلیتا ہے اور کچھ ہی مدت بعد مارگیانہ کو لے لیتا ہے۔ جو اسوقت یونانی مملکت باختر کے قبضے میں تھا۔ چونکہ اُسی زمانے میں باختر اور سغدین اسکیشیوں کے قبضے میں آگئے اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تقریباً

باب ۱۹

سنہ ۱۴۰ ق م میں یونانی صرف ان مملکت پر حاوی رہجاتے ہیں جو ہندوستان کی سرحد پر واقع ہیں بلکہ یہاں بھی دیسی عناصر کی اہمیت میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ مصر میں فلومیتور کے موت کے بعد مصر بظاہر متحد ہو جاتا ہے۔ اور سرینہ و قبرص کا بھی بظاہر اس میں الحاق ہو جاتا ہے؛ لیکن اسی سے یونانی مفاد کو دھکا لگتا ہے اس لئے کہ فیسکون نے حتی الامکان اسکندریہ کے یونانیوں کو ملک سے نکال دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور دیسی پجاریوں کو رام کرنے کے لئے ایسے تبخانوں کو وہ فروغ دیا جو کسی پہلے بطلیموس نے نہیں دیا تھا۔ شام میں ہم دیکھتے ہیں کہ مملکت بالکل فنا ہو جاتی ہے اور مکابی، جنکا ذکر اگلے باب میں کیا جائے گا، روز بروز بڑھتے جاتے ہیں، چنانچہ شمعون کو (سنہ ۱۴۳ ق م) شاہ سوریہ سکہ سازی کا اختیار دیدیتا ہے۔ مکابیوں کے عروج کے معنی یہ ہیں کہ مذہبی نقطۂ نظر سے مشرق اپنی ہستی کو تسلیم کرالیتا ہے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مشرق کی ہستی کا اپنا زور دکھانا کچھ فی نفسہ یونانی تمدن کے ترقی پذیری کیوجہہ سے ہوا؛ اور یہ ترقی نہ صرف شام میں بلکہ ایشیائے کوچک کے مملکتوں میں بھی نظر آتی ہے۔ ہم اس تمدن کا فروغ کاپادوسیہ میں اریاراتھیس ۵ کے عہد میں، افسیس میں مہرداد یوپاتور کے زمانے میں (دیکھو نیچے، باب ۲۵)، بتھی نیہ میں بدبخت نکومیدیس ایپی فانیس کے حکومت (سنہ ۱۴۹ ق م تا سنہ ۹۵ ق م؛ دیکھو باب ۲۵ ب) میں دیکھتے ہیں۔

الغرض سنہ ۱۴۰ ق م کے قریب ہم دیکھتے ہیں کہ خارجی اعتبار سے یونانی عنصر کو روما مقدونیہ و یونان سے، اسکیتھی باختر و سغدین سے، پارتھی مارگیانہ اور بابل سے نکال دیتے ہیں؛ لیکن داخلی اعتبار سے یہ شکست صرف باختر و سغدینا میں مکمل ہے اور ان ممالک میں جنھیں پارتھیوں نے فتح کرلیا تھا، یہ مکمل نہیں۔ اگر اس نواح میں ایک ایشیائی مذہب فروغ پاتا ہے تاہم شاہان پارتھیا اپنے آپکو یونانی تمدن کا دوست ظاہر کرتے ہیں اور واقعتاً بھی وہ یونانیت پسند ہی ہیں۔ فلسطین میں یونانی عنصر کو صرف

ایک حد تک پسپا ہونا پڑتا ہے لیکن زبان وغیرہ کے میدانیں اسے فروغ ہوتا ہے لیکن جو کچھ بھی نقصان ہوا ہے اسکی تلافی یونانی تمدن کے ان بدیہی اثرات کو ہوتی ہے جو یونانی تمدن روما پر ڈالے بغیر نہیں رہتا (دیکھو باب ۲۴)، اور آخر کار روما یونانیت میں گویا تر بتر ہو جاتا ہے اور یونانیت اسکے ہر رگ و پے میں سرایت کرجاتی ہے یونانی مملکتوں میں یعنی ان مملکتوں میں جنپر مقدونوی یونانی نسل کے حکمراں صاحب اقتدار رہیں، مفصلۂ ذیل سنہ ۱۴۰ق م میں باقی ہیں۔

(۱) جمہورتیں:۔ یونان میں مغرب میں (مثلاً سالیہ) مشرق میں (رھوڈز سے تاناٹس تک)؛ (۲) سلطنتیں، مصر، شام، پرگامم، ہندوستان؛ (۳) ایشیائے کوچک کے جنوب اور سوریہ کے سرحد پر بہت سی جمہورتیں، ملوکتیں (مثلاً کلیکیہ میں اولبا؛ دیکھو نیچے، باب ۲۰، حاشیہ ۱۶) میں لیکن ہم ان سے پوری طور پر واقف نہیں۔

الغرض سیاسی اعتبار سے یونانی عنصر ہر جگہ روبزوال ہے لیکن ذہنی اعتبار سے اسے تقریباً ہر جگہ فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ شام اور مصر میں یونانی جسم اور شرقی روح کے مابین اختلاط کی کیفیت نمایاں ہے جو بالآخر عیسویت کی شکل میں نمودار ہوتی ہے[۱۲]۔

---

[۱۲] موم سن (تاریخ روما، ۲، ۵۹) نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ اس عہد میں مشرق میں مغرب کے خلاف ایک ردعمل کی کیفیت پیدا ہوتی ہے لیکن جب وہ اس ردعمل کے متعلق روما کے طرز عمل پر گفتگو کرنے لگتا ہے تو اسوقت اسکے خیالات اسقدر اطمینان بخش نہیں معلوم ہوتے، اور یہاں میں ان خیالات کی اہمیت کی وجہ سے اسپر بحث کرنی چاہتا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ سکندر کے طرز عمل کا جو پہلا ٹھوس نتیجہ نکلا اسے رومن سینات ٹھکرا دیتی ہے" یا دوسرے الفاظ میں "رومن دولت حامیہ" کو یہ نہیں چاہیے تھا کہ سلطنت سوریہ کے انتزاع کو خاموشی سے دیکھا کرے لیکن ہمارے نزدیک موم سن کو روما سے اتنی توقع نہیں کرنی چاہیے۔ اسکے خیال کے مطابق روما کو سلطنت سوریہ قائم رکھنی چاہیے تھی۔ لیکن کس کے خلاف؟ شائد جواب ملے کہ پارتھیوں کے خلاف۔ لیکن کیسے؟ بلا شبہ دجلے تک اپنی فوجیں بھیجکر۔ اگر روما کے پاس

باب بستم

یونانی تمدن دوسری صدی ق م میں

(۱) مصر (۲) شام

ہم ایک اہم عہد کے اختتام پر پہونچ گئے ہیں اور ساتھ ہی تاریخ یونان کی انتہا کا زمانہ بھی ہر لحظہ قریب تر ہوتا جارہا ہے اس لئے اب یہ مناسب

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ روپیہ بھی ہوتا اور سپاہی بھی تو قابل سپہ سالار کہاں سے آتے ؟ روما کو ایک غیر سلطنت کی مستقل حرسوں کے ذریعے سے حفاظت کرنی پڑتی، اور دوسروں کے غرض سے اس قسم کی ذمہ داری پر فوجی خدمت انجام دینے کے لئے رومن تو تیار تھے نہیں اس میں شبہ نہیں کہ ممکن ہے کہ خود رومنوں کو یہ خیال آتا ہو کہ سوریہ کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہئے اور استرابو ۱۴، ۶۶۹ میں اسکی طرف اشارہ کرتا ہے ۔ ہمیں اس کا مشکل سے یقین آتا ہے کہ وہ ممالک غیر کے بادشاہوں کو تخت سے اتارنے سے جھجکتے ہوں ; بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ سوچتے تھے کہ سلیوکی خاندان کے زوال کے بعد آخر شام میں کیا ہوگا اور شاید صورت حال پہلے سے بھی بدتر ہوجائے ۔ آخر الامر اس خاندان نے گویا اپنے آپ ہی خودکشی کرلی ۔ علاوہ ازیں موم سن کا یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ رومن سینات کو ایک طرح کی سیاسی تاریخی دور اندیشی حاصل تھی جو خلاف واقعہ ہے ۔ آجکل ہمارا خیال ہے کہ اگر روما چاہتا تو اس موقعہ پر شرق کے فروغ کے ابتدا کا چشم زدن میں خاتمہ کردیتا ; لیکن اسوقت روما میں اس خیال کا

معلوم ہوتا ہے کہ تمدن یونان کی تاریخ پر نظر دوڑائیں، چنانچہ یہ باب اور آئندہ کے چار ابواب کو ہم نے دوسری صدی ق م کے تمدن یونان کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ پیدا ہونا محال تھا، بلکہ ہم تو یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ خیال ٹھیک بھی ہوتا یا نہیں اور اگر بالفرض سلطنت سوریہ بچ جاتی تو کیا ضروری تھا کہ اس سے اٹھتا ہوا شرقی بادل منتشر ہو جاتا؟ ہمارے نزدیک یہ امر ناقابلِ انکار ہے کہ ۱۴۶ء ق م کے قریب میں مشرق میں جو رد عمل پیدا ہوا اسکی جڑیں زمین میں بہت گہری جا چکی تھیں اور ایک اطالوی شہر کی مجلس سینات اسے نہیں روک سکتی تھی چنانچہ ہزاروں لاکھوں سپاہی بھی دجلے تک جاتے تو بھی اسکی بیخ کنی ناممکن ہوتی ۔ یہ تحریک ایک تخیلاتی تحریک تھی، اور ہم تمام تاریخی امتداد سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ تخیلات کی کاٹ تخیلات ہی کر سکتے ہیں ۔

موم سن ایک اور موقعہ پر یعنی اپنی "تاریخ روما"، جلد ۵، $\frac{۲۷}{۱۳۷}$ میں پھر اسی رائے کا اعادہ کرتا ہے کہ روما کو اس وقت مشرق کے خلاف کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا، اور اغسطوس پر الزام لگاتا ہے کہ اس نے "روما کی سیادت قفقاز و بحر قزوین تک نہیں قائم کی اور پارتھیوں کے تنازعات کا فیصلہ نہیں کیا"۔ ساتھ ہی وہ یہ ضرور کہتا ہے "میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ روما کو مشرق میں چند اور ملک فتح کرنا چاہیئے تھے، ایسا نہیں تو پھر اس سیادت کے قیام کی کیا تدبیر ممکن تھی؟ قفقاز و قزوین سے پارتھیوں کی مخالفت کیسے کیجاتی اس لئے کو وہ سرحد پر تھوڑا ہی تھے؟ یہ کیا ایران کے مغربی کنارے کے پہاڑ سرحد بن سکتے تھے؟ کیا روما کو ان پہاڑوں کے دروں پر قبضہ کر لینا چاہیئے تھا؟ پھر اگر ہم ان دروں کو (اینگلو ہندوستانی اصطلاح میں) "علمیاتی سرحد" کا لقب دیں تو فرض کیجیئے کہ پارتھی اسپر بھی خلفشار مچاتے رہے؟ ایسا ہوا تو روما سے دوہر اپیل پر برابر مسلسل جنگ جاری رہتی ۔ نپولین بھی روس کے تنازعات کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا اور اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس ملک کو مسخر کرے۔ مشرق کو زیر کرنے کا صرف ایک طریقہ ہے، وہ یہ کہ اسے ذہنی اعتبار سے مسخر کر لیا جائے اور روما تو روما یونان کے لئے بھی یہ ناممکن ثابت ہوا تھا۔ روما کے خصائص ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کام کا اہل نہیں تھا مصر میں بطلیموس ششم "فیلکون" کے عہد سے یونانی تمدن کے خلاف اسی رد عمل کا مظاہرہ ہوتا ہے ۔ یونانیت پسند اسی پیو خود مصر آیا اور اس کا معائنہ کیا، لیکن اسے یا

باب ۲۰

تاریخ کے ملخص کے لئے وقف کر دیا ہے۔ یہ امر ناگزیر تھا کہ یہ کیفیات بیان کرنے میں کہیں کہیں سنوی تسلسل کو ہاتھ سے جانے دیا جائے ساتھ ہی ہم نے تفصیلی واقعات کو جتنا ہو سکا ہے زیادہ اہمیت دی ہے جن کے بیان سے جو نتائج ہیں وہ خود بخود نکلتے چلے آئیں گے۔

۱۔ مصر[1]۔ ہم اس سے قبل چودھویں باب میں تیسری صدی ق م کے مصری تمدن پر عموماً اور تمدن اسکندریہ پر خاص طور پر تبصرہ کر چکے ہیں ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح ابتدائی بطالسہ نے اپنے میوزخانہ اور اپنے کتاب خانوں میں شعرا و علما کے لئے گویا ایک ارام کا گھر بنا دیا تھا اور اس طرح ان کے تجر وتجسس کے لئے ایک لاثانی ذخیرہ مہیا کر دیا تھا تاجداران مصر کے علمی سرپرستی کیوجہہ سے شعر و شاعری کو بھی بہت کچھ فروغ پہونچا گو بظاہر میوزخانہ اور کتاب خانے سے صرف

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ یا روہن سینات کو کوئی بات ایسی معلوم نہیں ہوگی کہ فیسکون کے معاملات میں مداخلت کی جائے۔ الغرض معاملات خود پیچیدہ ہوتے گئے اور روما انھیں روک نہیں سکا۔ بطالسہ سوم و چہارم و پنجم کے عہدوں میں مصریوں نے یونانیوں اور یونانی تمدن کے خلاف خروج کئے؛ بطلیموس سوم اب بھی یونانیوں کے قیادت کے اصول کو بالا کئے ہوئے ہے لیکن اسکی حکومت کی مخالفت کیجاتی ہے اور یونانی تمدن کو زوال ہوتا ہے؛ جہانی؛ "سلطنت" ۲۵۰ - بطلیموس، فیسکون مصر پر اپنا قبضہ نہ صرف یونانیوں کو ٹھکرا کر جاتا ہے بلکہ انھیں سرے سے ملک بدر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

[1] مصر۔ نحوی۔ فون دلاموو تز کے رائے کے لئے اس کی کتاب انتی گونوس ساکن کارستوس" ۱۶۴ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔ اسکندریہ میں کالی ماخوس کے زمانے میں "علوم کی بہتات" تھی؛ ایضاً ۱۶۵؛ کلیس پاڈلی میں ۶، ۱، ۱۹۹۔ اقلیدس؛ زوسے سیل، ۱، ۴۰۲، وغیرہ۔ ہروفیلوس ماہر تشریح الابدان؛ جہانی؛ "سلطنت" ص ۱۰۱۔

حکمیات ہی مالا مال ہوئے حقیقت یہ ہے کہ تیسری صدی ق م ہی میں حکمیات اِسی سرپرستی سے مستفید ہو رہے تھے اور ہم نے اس عہد کا تذکرہ کرتے وقت اس کیفیت پر پوری توجہ نہیں کی تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اس وقت حکمیات اور علوم و فنون کو اسکندریہ میں کمال عروج حاصل نہیں ہوا تھا، درانحالیکہ صرف وہی عہد ایسا ہے جب اسکندری وضع کے شعر و شاعری کو ادبیات یونان کے دائرے میں اہمیت حاصل ہوئی۔ الغرض ہم اس باب میں اسکندری علوم کا سلسلہ وار حال بیان کریں گے۔ اس لئے کہ ہمیں اس کا یقین ہے کہ ہم اس وقت عہد زیر بحث کے ممتاز خصائص کا تذکرہ بحسن خوبی کر سکینگے۔ یہ بطلیموس اوّل ہی کا زمانہ تھا جس میں مشہور و معروف ریاضی داں اقلیدس نے اپنی تالیفات شائع کیں اور اسکندریہ کو ریاضی کا شہرۂ آفاق درس گاہ بنا دیا۔ اِس عہد کا سب سے ممتاز نقاد زینودوتوس ساکن ایفی سوس تھا، جو فلے تاس کا شاگرد تھا۔[۱]

---

[۱] زینودوتوس۔ کرسٹ ۲۸۰؛ زوسے میل ۱، ۳۲۰ وغیرہ۔ ہومر و علمائے اسکندریہ؛ کرسٹ ۳۶۔ ایراتوس تھینس؛ کرسٹ ۳۸۸؛ زوسے میل ۱، $\frac{۴۰۹}{۴۲۸}$؛ گیونٹر Guenther ۱۰ میولر ۵، ۱، ۸، ۷، میں۔

ارسطوفانیس ساکن بیزنطہ؛ کرسٹ ۳۹۴؛ زوسے میل ۱، $\frac{۴۲۸}{۴۴۸}$۔

ارسطارخوس؛ کرسٹ ۳۹۵؛ زوسے میل ۱، $\frac{۴۵۱}{۴۶۳}$؛ اسپرفون ولاموو تز نے تنقیدی نظر دوڑائی ہے (۶۴۱۴)۔ خاص طور پر مقابلہ کرو لیر: "ارسطارخوس کی تفسیر ہومر" Lehr: De Aristarchi Studii Homer. اشاعت دوم، لائپزگ ۱۸۶۵ء؛ لڈوچ: "ارسطارخوس کی تنقید ہومری" Ludwhich: Aristarchs Homerische Text Kritik ۲ جلد، لائپزگ ۱۸۸۴-۱۸۸۵ء۔ ہومر کی سکولیا کے لئے کرسٹ ۳۹۔ انہیں سے جو اسوقت تک موجود ہیں وہ اکثر و بیشتر دیدیموس اسکندریہ کے ٹین کرکے ہیں جو سسرو کا ہم عصر تھا اور جس نے قدیم مصنفوں کے تصانیف پر ساڑھے تین ہزار تفسیریں لکھی تھیں؛ کرسٹ ۴۰۱۔

یہ شخص واقعات لسانیات کا ماہر تھا، گو جس شخص نے اپنے آپکو ماہر لسانیات بتایا وہ ایراتوس تھینس تھا۔ کتاب خانہ اسکندریہ کا انتظام زینو دوتوس، اسکندر ساکن ایتولیہ اور لیکوفرون کے سپرد تھا، جنمیں سے پہلے کے متعلق دردیہ نویس شعرا، دوسرے کے سرد دریہ نویس اور تیسرے کے متعلق ہومر و دیگر شعرائے یونان تھے۔ زینو دوتوس صرف دردیہ نویس شاعروں ہی کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا بلکہ ہومر کا بھی مطالعہ کرتا رہتا تھا، چنانچہ اسی نے سب سے پہلے ہومر کی تنقیدی اشاعت شائع کی۔ اس زینو دوتوس کے بعد شاعر کالی ماخوس جسکا ذکر ہم باب ۱۴ میں کرچکے ہیں، بطلیموس دوم و بطلیموس سوم کے زمانے میں کتاب خانہ دار مقرر ہوا؛ اس نے شعر گوئی کے علاوہ بعض عالمانہ تصانیف شائع کیں اور ساتھ ہی دوسروں کے حکمیاتی مطالعہ کی نگرانی بھی کی۔ منجملہ دوسرے شاگردوں سے اس کا ایک شاگرد ایراتوس تھینس ساکن سیرینہ بھی تھا جو ۲۷۵ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ ایراتوس تھینس نے زینو دوتوس کے علاوہ علم کے خاطر ایتھنز جاکر رواقی ارسطون اور اکادمیائی ارگے سی لاؤس کے سامنے بھی زانوئے تلمذ طے کیا تھا اور یہ بطلیموس سوم کے عہد میں اسکندریہ کے کتاب خانے کا صدر مہتمم بھی مقرر رہا۔ وہ بہت سے شاخہائے علم میں شمار کیا جاتا تھا، لیکن وہ (عام خیال کے بموجب) کسی شاخ میں ماہر نہیں تھا، چنانچہ اسکندریہ والے اسے "حرف باء" یا نمبر ۲ کے لقب سے پکارتے تھے۔ ہماری دانست میں یہ توہین آمیز لقب کم از کم شعبۂ جغرافیہ میں اسے نہیں دیا جاسکتا تھا اس لئے کہ اس میں وہ کسی کا ثانی نہیں تھا۔ اس نے ایک خاص انداز سے کمال ہوشیاری کے ساتھ کرۂ زمین کا محیط دریافت کیا جو ایک بڑی حد تک درست تھا۔ ساتھ ہی اسنے اپنے تجسسات سے علم سنویت کی بنیاد ڈالی اور اسکے لئے اسنے شاہان مصر کی فہرستوں سے کام لیا، اور قدیم یونانی سنویت کا حساب لگانے کا سہرا اسی کے سر ہے جسکی مثال کی طور پر یہ بتانا کافی ہوگا کہ اسکے مطابق ٹروائے ہلی اولمپیاد

سے ۴۰۰ سال پیشتر یعنی ۱۱۴۳ یا ۱۱۸۴ ق م میں برباد ہوا ہوگا۔ جب وہ ہومر کی تنقید کرنے لگتا ہے تو اس شاعر کو جغرافیہ کا ماہر نہیں سمجھتا۔ اس نے اپنے آپکو "فلولوگوس" ("لفظ پسند") کا خطاب دیا تھا لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اول تو لفظ "فلوسوفوس" ("عقل پسند") کی طرح یہ نشان افتخار سمجھا جاتا تھا، اور دوسرے جس شخص نے سب سے پہلے لفظ "فلولوگوس" اپنے لئے استعمال کیا اسنے لفظ لوگوس سے مُراد محض لفظ یا کلمہ سے نہیں لی ہوگی بلکہ اسے ایک عمیق تر معنی پہنائے ہونگے۔ یہی حالت زمانہ مابعد کے اسکندری عالم فیلو پر بھی صادق آتی ہے۔

اسکندری لسانیات ایراتوس تھینس کی سطح پر نہیں رہی بلکہ روز بروز اسنے ایک خصوصیت اختیار کرتی گئی اور روز بروز زیادہ خشک ہونے لگی اس رجحان کی ابتدا ارسطو فانیس ساکن بزنطہ نے کمال قابلیت کے ساتھ کی۔ یہ ماہر لسانیات تقریباً ۲۶۰ ق م میں پیدا ہوا تھا اور اوائل عمر ہی میں اسکندریہ چلا گیا تھا جہاں وہ آخرکار ۱۹۵ ق م میں کتابخانہ دار مقرر ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ جب اس نے پرگامم جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو اسے جیل خانے میں ڈالدیا گیا لیکن کچھ عرصہ بعد چھوٹ گیا۔ یونانی زبان میں جو تلفظ کی علامتیں مثلاً ترخیم لفظی اور علامت لہجہ ہیں یہ سب اسی کی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ اسکے شاگردوں میں سے سب سے ممتاز ارسطارخوس ساکن ساموتھریس تھا جو شائد ۲۳۰ ق م سے ۱۵۰ ق م تک رہا۔ یہ بطلیموس ہفتم "مادر پسند" کا خاندانی اُستاد تھا اور اس نے ہومری نظموں پر جو تالیفات کی تھیں انھیں ایک خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اسکی اشاعتوں میں مختلف نشانات مثلاً اوبیلوس یا خط فاصل لگے ہوے تھے انپر زمانہ حالیہ میں تفسیریں لکھی گئیں، جن سے معلوم ہوتا ہے، کہ باوجود اپنی بڑی بھاری ادبی زرخیزی کے ارسطارخوس غیر ضروری الفاظ ضائع کرنے کا عادی نہیں تھا۔

تیسری صدی ق م کے اختتام اور دوسری صدی کے ابتدا

باب ۲

میں اسکندریہ میں وہاں کا عظیم الشان حیل شناس ہیرو رہتا تھا۔ مشہور حکمیات داں ارشمیدس اس سے ذرا پہلے تھا، اور یہ کامل وثوق سے نہیں کیا جا سکتا کہ آیا وہ بڑا ہیئت داں ہپارخوس ساکن نقیہ جو دوسری صدی ق م میں ہوا ہے، کبھی بھی اسکندریہ میں تھا، گو ہمیں اس کا علم ہے کہ وہ رھوڈز میں ضرور رہتا تھا۔ رہے دو مورخ جنھوں نے اسکندریہ میں فروغ پایا، سو انکا ذکر حواشی میں کیا گیا ہے۔[۳]

مصر اور ایشیا میں ادبی کیفیات کے ترقی کے ساتھ ساتھ ایک عام یونانی زبان پیدا ہوئی جسے "کوئنے" کہتے ہیں۔ یہ زبان دراصل اٹیکائی بولی کی ایک بدلی ہوئی شکل ہے جسکے اشکال تو اٹیکائی ہیں لغت اور فقروں کے ترتیب اس سے زیادہ محدود اور اس سے زیادہ بے رنگ ہے۔ اس نئی زبان کے ساتھ ہر منفرد مصنف کا میلان مختلف تھا۔ اس نئی زبان، "کوئنے"، کا اٹیکائی بولی کے ساتھ بس وہی تعلق ہے جو زمانۂ حال کے اطالوی زبان کا تعلق ٹسکنی کے بولی کے ساتھ ہے۔[۴] بطلیموس ہفتم "فیسکون"[۵] کو بھی لسانیات میں بھی دخل تھا، لیکن یہ دخل

---

[۳] ہیرون؛ زوسے میل، ۱، ۳، ۷۔

ارشمیدس؛ زوسے میل، ۱، ۲۳، وغیرہ۔ ہپارخوس؛ گیونطر، ج ۲۹؛ زوسے میل، ۱، ۶۶۵/۷۶۴۔

استروس ساکن سرنہ، شاگردِ کالی ماخوس، ایک مورخ تھا اور اسنے ایتھنز اور مصر کے متعلق اپنی تالیفات چھوڑی ہیں؛ گرسٹ، ج ۳۹۰؛ زوسے میل ۱، ۶۲۲/۶۲۸؛ فیلوستیفانوس ساکن سرنہ بھی کالی ماخوس کا شاگرد تھا، اور وہ ہمیشہ عجیب و غریب ہیولات فطری جمع کرنے میں منہمک رہتا تھا؛ زوسے میل ۱، ۶۰۴۔

[۴] کوئنے؛ گرسٹ ج ۲۱۱؛ معیار؛ زوسے میل ۱، ۴۰۴۔ یہ اٹیکائی زبان سے بس اتنی ہی مختلف ہے جتنی سنہ ۲۱۹ء کی جرمن سنہ ۱۶۷۰ء کی جرمن سے۔

[۵] بطلیموس فیسکون کا مباحثہ مسائل علمیت وحیثیت پر؛ گلیس پاؤلی ۶، ۱، ۲۲۳ میں یورگی تیس کے محاسن؛ ایضاً ۶، ۱، ۲۰۹۔

نہایت مضحکہ خیز تھا۔ ہم اس سے پہلے انیسویں باب میں دیکھ چکے ہیں کہ یہ بطلیموس اپنے کمینہ پن اور قدیمیات کے ظاہری تعریف و توصیف میں اپنے دادا فلوپاتور سے بھی بڑھ گیا تھا (دیکھو ابواب ۱۳ و ۱۵) یہی نہیں بلکہ اس نے اپنے خیال کے بموجب ہومر کے قیاسی تصحیح بھی کی۔ یہی وہ بادشاہ تھا جسکے زمانے میں پولی بیوس مصر گیا تھا۔ ہم اس سے پہلے ایک پارہ کا اقتباس دے چکے ہیں (باب ۱۴، حاشیہ ۱) جہاں اس بادشاہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ اسکندریہ والوں کی تین شقیں تھیں؛ ایک تو ویسی، جو چالاک اور شائستہ تھا؛ تنخواہ دار سپاہی جن کی تعداد بہت تھی اور جو غیر مہذب اور مدمغ تھے اور اسکندروی جو یونانیوں کی اولاد سے تھے اور اپنے اکھڑپن میں تنخواہ دار سپاہیوں سے کم تھے۔ لیکن (پولی بیوس کے قول کے مطابق) فیسکون نے متعدد مرتبہ اپنے سپاہیوں کو اجازت دیدی تھی کہ جتنا چاہیں تیسری شق والوں کو دق کریں اور انکی لوٹ مار کریں جسکی وجہ سے انکی تعداد میں بہت کچھ کمی ہوگئی تھی۔ الغرض ۱۴۰ ق م میں اسکندریہ کے یونانی عنصر کی کیفیت یہ تھی اور یہ وہ شہر تھا جسپر بعض مورخ ایک پورے عہد کے نام سے موسوم کرنیکے لئے تیار رہیں ہیں[۶]۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسکندریہ کے تمدن کے اوصاف کیا ہیں؟[۷] اسکا جواب ایسا آسان نہیں اس لئے کہ مختلف زمانوں میں اس تمدن کے

---

[۶] اسکندریہ کا حال، پولی بیوس ۳۴، ۱۴؛ دیکھو اوپر باب ۱۴، حاشیہ ۲۔

[۷] اگر ہم اسکندریہ کے تمدن کو نظر غائر سے دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ مختلف زمانوں میں اسکی حالت بالکل مغائر تھی۔ گو اسکندریہ کے درباری ادبیات کا ذکر کرتے ہوئے کرسٹ کہتا ہے کہ "اس شہر کو کبھی مصری پجاریوں کے مردہ کن اثرات سے نجات نہیں ملی" تاہم یہ عیاں ہے کہ جہاں تک ان مصنفوں کا تعلق ہے جنکا اس باب میں یا باب ۱۴ میں ذکر کیا گیا ہے، انپر کسی قسم کا مصری مذہبی اثر نہیں پڑا تھا۔

باب ۲

خصوصیات برابر بدلتی رہیں۔ تھیوکر وتوس تو اسکندریہ کا باشندہ نہیں تھا، اس لئے ہم زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ پہلے تین بطالسہ کے عہد میں اسکندریہ دوسرے درجہ کے درباری شعراء اور اوّل درجہ کے درباری علما کا مرکز بن گیا۔ اسکندریہ میں نظم کا زوال بہت جلد شروع ہوگیا، لیکن روما پر اسکا کچھ کم اثر نہیں پڑا۔ علوم و فنون کے بابت ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ تمام ازمنہ مابعد میں اسکندریہ کی بڑی اہمیت قائم رہی۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ سب تمدن کلیتہً یونانی تھا، اسمیں مشرقیت کی کسی قسم کی آمیزش نہیں تھی اور جو شکل اس تمدن کی تھی اسکے لئے بوسفورس اور ادہانئیل دونوں بالکل یکساں تھے۔ لیکن ساتھ ہی ابتدائی بطالسہ نے بھی اس ملک کے ساتھ خاص طور پر دلچسپی لی جسپر انکا پرچم لہراتا تھا اور ہمیشہ اسکے متعلق معلومات میں اضافہ کرتے رہے بالکل اسی طرح جیسے بابل والے معبود بیل کے پجاری بیروسوس نے ویسی اسناد کی مدد سے انطاکوس اوّل کے لئے تاریخ بابلستان مرتب کی اسی طرح مصری پجاری مانیتھو نے جسکا اسکندریہ والے میوزخانے سے کوئی خاص تعلق نہیں تھا، یونانیوں کے لئے ایک تاریخ مصر مرتب کی۔ ہکاتائوس ساکن ابدیرا اس سے بھی آگے بڑھ گیا اور مانیتھو کی طرح محض خشک واقعات وحالات بیان کرنے کے بجائے تاریخ مصر کو ایک نہایت دلچسپ انداز سے لکھا اور اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ازمنہ قدیم ہی سے مصر برابر عقل و دانش کا مسکن سمجھا جاتا رہا ہے[۱]۔ اسکے بعد اسکندریہ کی

---

[۱] مانیتھو۔ وِیڈے مان: "تاریخ مصر" Wiedemann Aegypt. Geschichte "گوطا، سنہ ۱۸۸۴ء صفحہ $\frac{۱۲۱}{۱۲۱}$ جہاں حوالوں کی فہرست دی ہوئی ہے؛ ز وسے میل ۱، ۶۰۸ وغیرہ۔
بیروسوس۔ ز وسے میل ۱، ۶۰۵ وغیرہ۔
ہیکاتائوس ساکن ابدیرا یا تیوس؛ ز وسے میل ۱، $\frac{۳۱۰}{۳۱۴}$۔ دیودورس کی پہلی جلد کا ماخذ یہی شخص ہے۔ اسلئے ان یونانیوں کی فہرست دی ہے جو تعلیم کی غرض سے مصر

آبادی میں ایک جدید عنصر کا اضافہ ہوا جسکا اس سے بھی کم تعلق دربار و حکومت مصر سے تھا اور جسکا دارومدار کلیتۂً خاندان بطالسہ کے ذاتی مدارات پر تھا۔ ابتدا ہی سے اسکندریہ اس ملک کے دسیوں کا مسکن بن گیا تھا، جو اپنی اہمیت کے اعتبار سے ایشیا کے بڑی سے بڑی سلطنتوں سے بھی آگے بڑھا ہوا تھا، اور اس ملک کے باشندے یعنی یہودی نہ صرف اس شہر میں تجارت ہی کرتے تھے بلکہ اپنے قومی علوم کو بھی فروغ دینے میں مصروف تھے۔ دنیا کی اس عجیب و غریب قوم کے رسم و رواج اور اور مذہب کی طرف ابتدائی بطالسہ کی توجہ مبذول ہوئی چنانچہ انھوں نے یہودیوں کی صحائف آسمانی کا ترجمہ یونانی زبان میں کردیا۔ ساتھ ہی ساتھ آزادانہ الہیاتی اور فلسفیانہ مطالعہ بھی برابر جاری رہا جسکی وجہ سے اسکندریہ میں میوزخانہ اور درباری ادبیات کے دوش بدوش تحقیقات کا ایک مسلک مکمل آیا اور مشرقی و یونانی عناصر کے مابین ایک طرح کی کڑاہی پیدا ہوگئی اور دن بدن ذہنی میلانات کو فروغ حاصل ہونے لگا۔ یہ کیفیت بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ گئے، اسنے مطلق العنان بادشاہی کی بھی تعریف کی ہے، اور یہ دونوں باتیں محض بطالسہ کو خوش کرنے کے لئے۔ دیکھو شوارتز Schwartz کا مضمون Rhein. Mus. ۴۰ (۱۸۸۵ء) میں، نیز تکلیس کا مضمون پاؤلی ۶، ۱، ۱۹۹ (فلادلفوس) میں۔ یوآرگی تیس کا سان ۲۰۹ پر ہے۔

۵۹ یونانی پرانا عہدنامہ دیکھو شیورر: "تاریخ قوم یہود" Schurer: Gesch. des jued Volkes جلد ۲، $\frac{۶۶۴}{۴۰۷}$ ارسطیاس کے خط (شیوار ۲، $\frac{۸۱۹}{۸۲۴}$) سے معلوم ہوتا ہے کہ دیمتریوس ساکن فالیرم کی اطلاع پر بطلیموس فلادلفوس کے حکم سے قانون یہود کو ۷۲ لوگوں نے ۷۲ روز میں یونانی زبان میں ترجمہ کیا لیکن اوّل تو "یہودی قانون" سے صرف توریت شریف کے ابتدائی پانچ پارے مراد ہیں، دوسرے کہتے ہیں کہ فلادلفوس نے فوراً دیمتریوس ساکن فالیرم کو ملک بدر کردیا، چنانچہ یہ روایت قابل وثوق نہیں معلوم ہوتی۔ بہرنہج اسمیں شبہ نہیں کہ

کی ولادت کے وقت خاص طور پر نظر آتی ہے۔ الغرض ہم اسکندریہ کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ یونانی نظم کا دروازہ تو بہت جلد بند ہوگیا، اور گو یونانی علوم و فنون برابر زندہ رہے لیکن اتنے دوسرے ممالک متاثر ہوتے رہے لیکن جہاں سے نکلے تھے وہاں انہیں کمزوری پیدا ہوگئی۔ مشرقی علوم کی اہمیت روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترقی پاکر ایک دوسرے مسلک اسکندریہ کے شکل میں نمایاں ہوگئے اور اس مسلک اور ابتدائی یونانی مسلک کے مابین مشکل سے کوئی بات مشترک نظر آئے گی۔ فیسکون نے شہر سے یونانیوں کو نکال کر "چالاک اور شائستہ" دسیوں کو جنہیں ہمیں یہودیوں کو شمار کرنا چاہئے، اپنی تہذیب و تمدن کو جنہیں یونانیوں سے روابط قائم رکھنے کی وجہ سے تبدیلی پیدا ہوگئی تھی، اسکندریہ کے ذہنی زندگی کا سب سے اہم عنصر بنا دیا۔ ساتھ ہی اس کیفیت کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ اسکندریہ کے مشرقی فلسفہ کا مقابلہ کرنے کے لئے سوفسطائی طرز کا یونانی فلسفہ آگیا لیکن خاندان بطالسہ کو اس سے اس وجہ سے کد تھی کہ اسکی وجہ سے ضرورت سے زیادہ آزادی کا جذبہ پیدا ہوتا تھا۔ لیکن یہ سب سلطنت روما کے زمانہ میں تک پیش نہیں آیا۔

اسکندریہ کے لئے دوسری صدی ق م کا زمانہ ارتقا کا زمانہ ہے اس لئے کہ خاص یونانی تمدن کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور مشرقی یونانی تمدن کی ابتداہی ہوتی ہے۔ میں فنون لطیفہ کے متعلق دو چار باتیں اس باب کے خاتمے پر کروں گا۔

۲۔ شام۔ شام کی صورتِ حال مصر سے بالکل مختلف ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ پرانے عہد نامے کا یونانی زبان میں تیسری یا چوتھی صدی ق م میں اسکندریہ ہی میں ترجمہ ہوا ہوگا۔ مایتھو اور ہکاتایوس یہودیوں کے مخالفین میں سے تھے۔ دیکھو شیورر ۳ ۷۷۰/۷۷۲، ۵۱۶/۵۱۹۔

ان سب مسائل کے لئے دیکھو زوسے میل ۲، ۶۰۱/۶۵۶۔

نہ صرف یہاں کے بادشاہوں میں مصری حکمرانوں سے زیادہ شدت عمل پائی جاتی ہے بلکہ یہاں کے باشندے بھی اسکندریہ والوں کی طرح بغیر باہمی اتصال کے نہیں ہیں، اور گو ان میں طرح طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں لیکن ان میں حکمرانوں کی قوم یعنی یونانی مقدونوی عنصر کو ذہنی اور مادّی دونوں اعتبار سے غلبہ حاصل ہے اور بعض مقامات پر تو یہ آبادی پوری طور پر آزاد یونانی ملتوں کی شکل میں نمودار ہوتی ہے حقیقت یہ ہے کہ سلطنت سوریہ میں آبادی پر نہایت کامیابی سے یونانی رنگ چڑھ رہا ہے۔ چونکہ مملکت کے مختلف حصے شام میں نسبتہً زیادہ آزاد ہیں اس لئے زوردار مشرقی ملتیں یونانی جمہوریتوں کے دوش بدوش مختلف حصص ملک میں ترقی کرتی نظر آتی ہیں اور ان مشرقی ملتوں میں سب سے اہم ملت یہودیوں کی ہے۔ سلیوکیوں نے یہودیوں کے ساتھ بطالسہ سے مختلف برتاؤ کیا اور انھیں اپنے ساتھ غیر ضروری طور پر وابستہ نہیں کیا بلکہ اپنے حال پر چھوڑ دیا اور بعض مرتبہ تو انھیں ناخوش کرنے کی بھی پرواہ نہیں کی، لیکن عین اسی سبب سے یہودی آزاد ہے اور چونکہ مدت دراز تک فلسطین مصر اور شام کے مابین مابہ النزاع رہا تھا اس لئے انکے اختیارات میں ترقی ہوتی رہی تا آنکہ انکے ساتھ ہمیشہ اچھا برتاؤ کرنا ناگزیر ہو گیا۔

سلیوکیوں کا پائے تخت انطاکیہ تھا اور دنیائے ہم عصر میں اسکا نمبر روما و اسکندریہ کے بعد ہی تھا[۱] یہ دریائے اورونتیس پر اس مقام پر

---

[۱] انطاکیہ۔ ک۔ ا۔ میولر "تفسیر قدیمیات انطاکیہ" K. O. Mueller : De Antiquitatibus Antiochensis Comm. جلد ۱ و ۲ سنہ ۱۸۳۸ء ۱۸۳۹ء۔ نیز اسی مولف کی کتاب فنی و آثاری مضامین Kunstarchaeologische Werke جلد ۲۔ انطاکیہ کا نقشہ میولر کے خیال کے مطابق منجملہ دوسروں کے شپرونر کے ہیں نقشہ ۹؛ اسکی موجودہ حالت بیڈیکر "فلسطین" ۴، ۴۱۸ جہاں نقشہ بھی دیا ہوا ہے۔ موم سن "تاریخ روما" ۵، ۴۵۶۔

باب ۲

واقع تھا جہاں وہ بیک مغرب کی طرف جھک کر ایک جھیل کا پانی لیتا ہے اور اسکے بعد شمال میں زنجیرۂ پئیے ریا اور جنوب میں کوہ کاسیوس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - قدیم مؤلفوں کے بیانات: مختصراً استرابو میں ۱۶' ۲.۵۰ - زیادہ تفصیل مفصلۂ ذیل میں ملے گی: (۱) لیبانیوس ساکن انطاکیہ' جو شہنشاہ یولیان کے عہد میں ایک خطاب تھا - اسکی تالیف میں سے ایک تو "معاملات انطاکیہ" Antiochikos ہے اور دوسرے یہاں کے باشندوں کے بغاوت کے موقع کی تقاریر ہیں (۲) یوحنا ملالاس ساکن انطاکیہ' جو چھٹی صدی عیسوی کا مورخ تھا - اسکی تصنیف "وقت نگاری" Chronographia میں ۵۶۳ء تک کے حالات مندرج ہیں اور اسے ل - دینڈورف Dindorf نے بون میں ۱۸۳۱ء میں چھپوایا تھا - دیکھو کرومباخر: "تاریخ ادبیات بیزنطہ" Krumbacher: Geschder byz Litteratur میونخ' ۱۸۹۱ء ۴ ۵۰ - لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس مؤلف کی عام تاریخی معلومات میں بہت سے اسقام ہیں' اور اس نے انطاکیہ کے بابت بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں جو سراسر غلط ہیں -

انطاکیہ کی توصیف بلدی کا تعین کرنے میں اب تک برابر دقتیں پیش آتی رہتی ہیں' اور ارڈمان Erdmann نے انکی طرف اپنی کتاب میں اشارہ بھی کیا ہے "معلومات متعلق قیام بلدیات یونان" 'Zur Kunde der hellemstischen Staedtegruendungen اشٹراس برگ' ۱۸۸۳ء ص ۲۳ وغیرہ) اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ قدیم اسناد یعنی استرابو لیبانوس اور ملالاس متفق الرائے نہیں ہیں' اور دوسرے آخر الذکر مصنف نے صریحی غلطیاں کی ہیں' اور آجکل کے بعض مصنفوں نے او - میولر O. Mueller کے خیالات' خصوصاً اپی فانیس کے قائم کردہ شہر کی بابت جو اس نے بیان لکھا ہے اسے من وعن تسلیم کرلیا ہے حالانکہ میولر کے تحریرات شک و شبہ سے ہرگز خالی نہیں (ص ۲۰ وغیرہ) بالبون بھی اس عظیم الشان شہر کے نقشہ کا صحیح اندازہ نہیں کرسکا اور وہ ص LXVI پر یہ فرض کرتا ہے کہ انطاکیہ کے چاروں محلوں کو چار شاہراہیں ایک دوسرے سے جدا کرتی تھیں اور شہر کے بیچوں بیچ اومفالوس یا ناف شہر واقع تھی لیکن دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ یہ امر مسلمہ ہے کہ داخنے والے محلے کے ہر چار طرف ایک فصیل بنی ہوئی تھی - ہم ارڈمان کے اس خیال سے

درمیان میں ہوتا ہوا مغرب کی طرف سمندر کی طرف بہتا ہے۔ سنہ ۳۰۶ ق م ہی میں انتی گونوس نے اسکے محل وقوع سے ذرا اوپر اپنا شہر انتی گونیا آباد کیا تھا؛ جنگ اپسوس کے بعد یعنی سنہ ۳۰۱ ق م میں سلیوکوس نے ایک دلخوش کن مقام میں جو درختوں سے بھرا ہوا تھا یہ شہر انطاکیہ بسایا اور حکم دیا کہ شہر انتی گونیہ کے باشندے وہاں منتقل ہو جائیں (دیکھو اوپر، باب ۵)۔ ہمیں انطاکیہ کی توصیف بلدی کے متعلق جو کچھ معلومات حاصل ہیں وہ استرابو کے بیانات سے ماخوذ ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اس ضلع کی طرح جسمیں انطاکیہ واقع تھا، یہ شہر دراصل چار شہروں سے مرکب تھا۔ اس کی ایک بڑی فصیل تھی اور اسکے علاوہ ہر اندرونی قصبے کی ایک ایک فصیل مزید برآں تھی۔ پہلے قصبے میں وہ لوگ تھے جو انتی گونیہ سے منتقل ہوئے تھے، دوسرے میں "اکثر باشندے" تیسرے کو سلیوکوس کالی نوکوس (۲۴۶ تا ۲۲۶ء) نے بسایا تھا اور چوتھے کو اپی فانیس نے لیبانیوس کہتا ہے کہ انطاکوس سوم نے ایک جدید شہر کا اضافہ کیا، لیکن غالباً اس سے استرابو کے تیسرے شہر کی تکمیل ہوئی ہوگی۔ انطاکیہ کا مشہور تیوخے "خوش قسمتی") کا مجسمہ جو لی سی پوس کے شاگرد یوتی خی دیس نے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - بالکل متفق ہیں کہ انطاکیہ کے توصیف اسکے مقتضی ہے کہ اس کی ازسرنو تحقیقات کی جائے۔

پلینی (۵، ۷۹) کہتا ہے کہ تمام انطاکیہ کو اپی دافنیس کہتے تھے؛ لیکن تاکی توس ("اخبار" ۲، ۸۳) کہتا ہے کہ انطاکیہ اپی دافنہ سے علحدہ تھا بعضوں کا خیال ہے کہ دافنے اسی جگہ واقع تھا جہاں آجکل بیت الماء ہے؛ اس مقام پر انطاکوس سوم کے زمانہ کا جو کتبہ ہے وہ لیباوا ڈنگٹن: "نوشتہ جات" Lebas Waddington: Insc. ۳، صفحہ ۶۲۸ میں مندرج ہے۔ ڈافنے میں اپولو کا مجسمہ تھا اسے بریاکس نے بنایا تھا؛ مقابلہ کرو پاولوا xcii جہاں فلوستورگیوس کا بیان منقول ہے۔ بریاکس نے غالباً سچو پاکس والے اپولو کا اتباع کیا تھا، جو شاید وہی اپولو ہے جسے پالاطی اپولو کہتے ہیں اور جو دیٹی کان میں موجود ہے۔

باب ۲۷

بنایا تھا وہ نکاتورہی کے عہد میں نصب کردیا گیا تھا۔ پھر یہی سلیوکوس نکاتور تھا جس نے شہر سے ۴۰ ستادیں (تقریباً ۵ میل) دور دافنے کا باغ لگایا تھا جو اس زمانے میں دنیا کے دلفریب ترین مقامات سے شمار کیا جاتا تھا۔ اس باغ کا محیط تقریباً دس میل تھا اور اسمیں بت خانے، رواق، حمام اور مقامات تفریح بھرے ہوئے تھے، اور اسمیں اپولو کا ایک مجسمہ تھا جسمیں اسے میوزوں کا امام دکھایا گیا تھا اور جو بریاکسس کا ساختہ تھا (دیکھو اوپر باب ۱۴)۔ اس باغ میں وہ درخت بھی تھا جسکی بابت مشہور تھا کہ دراصل یہ وہی دافنے ہے جس کی اپولو سے فرار ہوتے وقت کایا پلٹ ہوگئی۔ انطاکیہ رواقوں کی دو سڑکوں کی وجہ سے اور خاص طور پر پانی کی افراط کے باعث مشہور تھا اور اسکے ایوان نیمفائیوم کے نمونہ پر جسکے بے شمار جھرنوں سے پانی برآمد ہوتا تھا، نہ صرب ایشیا میں بلکہ روما میں بھی بہت سے ایوان تعمیر ہوئے۔ پوسی دونیوس کہتا ہے کہ انطاکیہ والے عیش و عشرت میں سرشار اپنی ورزش گاہوں سے حماموں کا کام لیتے تھے، دراصل اس واقعہ کی طرف کرتا ہے کہ یہاں کے باشندوں نے ہی سب سے پہلے حماموں سے جسمانی اور ذہنی ورزش گاہوں کا کام لیا اور وہی ان "تھرمائے" کے موجد تھے جو بعد میں روما میں اتنے بڑے پیمانے پر قائم ہوئے انطاکوس[۱۳] نے انطاکیہ کے ایک جلاوطن دیسی مسمی آرون کے روپیہ سے میوزوں کا ایک بت خانہ اور ایک کتاب خانہ قائم کیا اور اس طرح اس شہر میں بھی میوز خانہ قائم ہوا لیکن یہ اس وقت جبکہ خاندان سلیوکیان کا خاتمہ ہونے والا تھا۔

شامی علی العموم خوش مزاج، عیاش اور بداخلاق تھے۔ ہمارے نزدیک انطاکوس چہارم "ایپی فانیس" (۱۷۵–۱۶۴ ق م) کے خصائص سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اچھی اور خصوصاً بری شامی عادات پائی جاتی تھیں۔ ہم اسے اس زمانے کا صحیح قائم مقام سمجھتے ہیں[۲]۔

[۱۳] انطاکوس چہارم کی کوششیں؛ پولی بیوس ۲۶، ۱؛ ۳۱، ۳، ۴؛ ۱ تھے نایوکس ۵، ۹۳ وغیرہ؛ مقابلہ کرو

انطاکوس روما میں بطور یرغمال کے آیا تھا اور یہاں اس نے
اپنی زندگی جلاوطن بادشاہوں کی طرح اعیانی رومنوں کے ساتھ کمال کاہلی
اور بے کاری میں بسر کی تھی اور ساتھ ہی یونانی اصول کا پہلے سے بھی
زیادہ ثنا خواں بن گیا تھا۔ وہ گھر واپس جانے میں ایتھنز ٹھہرا اور یہاں
اس نے استراتے گوس اوّل کا عہدہ قبول کرلیا۔ اپنے مدت عہدہ میں
اس نے اولمپیوم کی تکمیل کرائی اور تماشہ گاہ پر طلائی مقدس ڈھال کھوائی
ساتھ ہی اس نے دلفی اور دیلوس کی اپولو کو تحائف سے مالامال کردیا۔
لیکن جس عبادت میں اسکا سب سے زیادہ جی لگتا تھا وہ اولمپیا والے
زیوس کی تھی چنانچہ اس نے دافنے میں اسکا عبادت خانہ بنوایا اور
ایک بت نصب کرایا جو فدیاس والے بت کا ہو بہو چربہ تھا۔ اس نے
اپنے سکوں پر بجائے اپولو کے اس زیوس کی شبیہہ بنوائی اور خواہش
ظاہر کی کہ یہودی اپنے یاہووہ کی جگہ اس زیوس کی پوجا کرنے لگیں۔ بظاہر
وہ خود اپنے آپکو زیوس کا اوتار سمجھتا تھا۔ جب ۱۶۸ سنہ ق م میں اسے
مصری مہم میں ناکامی ہوئی تو اسکے بعد اسکی عادات واطوار میں بہت کچھ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ہرٹزبرگ ۱، ۱۷۷ اور کرٹیوس: تاریخ بلدیات Curtius: Staats.
Geschichte ۲۴۲ جہاں ان تحائف کا بھی حوالہ دیا گیا ہے جو سلیوکوس "فاتح" نے ایتھنز کے
سامنے پیش کئے۔ ایتھنز ہی سکوں سے (جنپر ایک ہاتھی بھی نمودار ہوتا ہے) معلوم ہوتا ہے کہ
انطاکوس ایتھنز کا استراتے گوس بھی مقرر رہوا۔ اس زمانے میں استراتے گوس کے جو معنی ہوگئے تھے
انکے لئے دیکھو رانتاش: Rev. et. gr. ۱۸۸۹ء صفحہ ۱۶۳ وغیرہ۔ سنہری ڈھال: پئوسانیاس
۵، ۱۲، ۴؛ اسکے ایک سکے پر میدوزہ کا سر بابلون ۱۲، ۷۔ رھوڈز، کیزی کوس، دیلوس، تیگیہ
(تماشہ گاہ کے لئے) اور میگالوپوس (فصیل کی تعمیر کیلئے) کو تحائف۔ وہ یروشلم و کوہ جرزیم
پر زیوس کے مجسمے نصب کرتا ہے۔ دیکھو اوپر باب ۱۰ حاشیہ ۱۷ اور مہافی: یونانی زندگی" باب ۲۰۔
نیز مقابلہ کرو موسمسن: "تاریخ روما ۵، ۲۵۹ سوریہ میں چٹکلوں اور سلیس نثر کی قدر کیجاتی
ہے۔ میلیاگر، فلودیموس اور منی پوس گدارہ کے باشندے تھے۔

باب ۲۰

بے قاعدگی پیدا ہو گئی۔ جب اس لئے سنا کہ آمیلیوس امغی پوس
میں طرح طرح کے میلے منعقد کر رہا ہے تو اسنے فوراً تہیہ کر لیا کہ
کسی نہ کسی طرح سے مجھے واقفے میں اس سے بازی لے جانا چاہئے۔
اسنے فلاویلفوس کی طرح (اوپر باب ۱۴) انطاکیہ میں جلوس نکالے،
ورزشی مقابلے منعقد کئے اور ایک دعوت کی جسمیں اس نے ایک مسخرے
کا روپ بھرا یہاں تک کہ بجائے اپی فانیس کے لوگ اپی مانیس یا
فاترالعقل کہنے لگے۔ لیکن دیوانہ بکار خویش ہوشیار والی مثل ہوئی اور اسنے
ترکیب چلکر شیبر یوس گراکھوس اور رومن سفارت کو روما کی طرف اپنے
اصلی میلانات ظاہر نہیں ہونے دیئے۔ آخر ۱۶۷ ق م میں یہودیوں کے
ساتھ آویزش ہو ہی گئی[12]۔ وہ مدت دراز سے اسی کوشش میں لگا ہوا تھا
کہ کسی طرح سے یہودیوں کی یونانی تمدن اختیار کرنے پر مجبور کرے
اور جب یہ طرز عمل ناکام ثابت ہوا تو انکے ساتھ طرح طرح کی بدسلوکی
کرنی شروع کیں۔ ۱۷۴ ق م میں اسنے یہودی بطریق اعظم کا عہدہ
ایک شخص مسمی یشوع ("یاسون") کو فروخت کر دیا اور اس سے وعدہ
لے لیا کہ وہ یونانی اوارات مثلاً ورزش گاہیں (جنسے یہودیوں کو دلی
نفرت تھی) فلسطین میں مروج کر دے گا۔ ۱۷۰ ق م اور ۱۶۸ ق م

---

[12] مکابیوں کے بغاوت کیوجہہ سے یہودیہ میں ردعمل اسکے لئے، علاوہ قدیم تذکروں کے، دیکھو کلیس پاڈلی ۲۸۳، ۲۲۲ وغیرہ خصوصاً شیورر: "تاریخ قوم یہود" ۱، $\frac{138}{1\ 4\ 2}$ ۔ خاص سند مکابیوں کی پہلی کتاب ہے۔ دیکھو شیورر: تمہید ۳ تا ۱۲۔ نیز دیکھو مہافی: "یونانی زندگی" باب ۲۰ جسکا خیال ہے کہ ممکن ہے کہ یہودیوں نے اندرون ایشیا کی بابت سکندر کو معلومات بہم پہنچائی ہوں، اور اسی وجہ سے سکندر نے اپنے لطف و کرم کی ان پر بوچھار کی ہو۔ مقابلہ کرو موم سن ۵/۸۸، ۴۸۹۔ یہودی قوم کے انتشار کے مسئلے کے متعلق بیشتر کیفیات ابتک پوری طور پر یقین کے حد تک نہیں پہنچیں، موم سن ۵/۴۹۲۔

موروثی مذہبی راج ایشیا میں، دیکھو نیچے، حاشیہ ۱۶ (ادلبا)۔

ہیں انہے یروشلم میں لوٹ مار کی اور قتل عام کئے اور خاص یاہووہ کی ہیکل میں زیوس کا ایک بت نصب کر دیا۔ گو بعض یہودی ایسے بھی تھے جو خوش باش یونانی مذہب کو ترجیح دیتے تھے لیکن یہودیوں کے اکثر وبیشتر افراد اس سے دلی نفرت کرتے تھے، اور اس حرکت ناشائستہ سے قوم کی قوم میں ایک آگ سی لگ گئی چنانچہ ۱۶۷ سنہ ق م میں یروشلم کے شمال میں مدائن کے مقام پر بغاوت کا علم بلند کیا گیا۔ یہاں کے سرآوردہ باشندے متاتھیاس نے زیوس کے نام کی قربانی کرنے سے صاف انکار کر دیا، شاہی ایلچیوں کو تہ تیغ کیا اور اپنے پانچوں بیٹوں، یعنی یوحنا، شمعون، یہوواہ، الیازار، اور یوناتھن، اور دوسرے بہت سے باشندوں کو لے کر پہاڑوں میں چلا گیا۔ اب باضابطہ لڑائی شروع ہو گئی۔ اگلے سال ۱۶۶ سنہ ق م متاتھیاس کے انتقال پر یہوواہ نے اسکی جگہ لے لی۔ یہ وہی شخص ہے جسے مکابی یا ہتوڑے کا لقب دیا جاتا اسنے شامیول کو شکست دیکر علاوہ قلعہ کے باقی شہر یروشلم پر قبضہ کر لیا اور ہیکل سلیمان میں قدیم طرز کی عبادت کو ازسرنو رائج کر دیا۔ ایپی فانیس کے انتقال پر وراثت کے جو جھگڑے ہوئے اس سے یہودیوں کی آزادی کو اور بھی زیادہ تقویت پہونچی، اور گو انطاکوس پنجم نے لڑائی جاری رکھی لیکن باوجود الیازارہ کے وفات کے اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی، اور جب دیمتریوس اوّل نمودار ہوا تو انطاکوس نے یہوواہ سے صلحنامہ کر ہی لیا۔ لیکن دیمتریوس کو کامیابی ہوئی چنانچہ میدان ازسرنو گرم ہو گیا اور نہ صرف یہوواہ، جو بطریق اعظم بن گیا تھا، بلکہ یوحنا بھی جنگ میں کام آئے۔ ان دونوں کے بعد یوناتھن ۱۶۰ سنہ ق م سے ۱۴۳ سنہ ق م تک بطریقی گدی پر بیٹھا اور اس نے شاہ سوریہ سے صلحنامہ کر لیا جس اسے ایک شامی عہدہ دار رتبہ دیا گیا۔ لیکن ترلیفوں نے کمال چالاکی سے اُسے بطلیماس میں گرفتار کر لیا اور اس کا خاتمہ کرا دیا۔ ۱۴۳ سنہ سے ۱۳۶ سنہ ق م تک یہودیوں کا حکمران شمعون تھا، جسنے دیمتریوس دوم کے ساتھ صلحنامہ کر لیا، یروشلم کے

باب ۲

قلعہ اور یافہ پر قبضہ کیا اور رومن حلیف کی حیثیت اختیار کرلی ۔ اسکے بعد
گدی اسکے بیٹے یوحنا ہیر کانوس (۱۳۶ سنہ ق م یا ۱۰۴ سنہ ق م) کے قبضے
میں آئی جسے بطریق، پیغمبر اور فرمانروا کا کام بحسن وخوبی انجام تو دیا
لیکن ساتھ ہی سخت گیر فریسیوں کو صدوقیوں کے رحم پر چھوڑ دیا۔ اسکا
بیٹا (جو اسکا وارث بھی ہوا) یعنی ارسطولوس اوّل اس سطح سے بہت کچھ
گر گیا، وہ بالکل خودسر تھا اور ساتھ ہی اپنے آپکو بادشاہ اور یونان پسند
کہلواتا تھا۔

ہم نے دیکھا کہ کس طرح سلطنت سلیوکیہ میں سے ایک کلیسائی مملکت
نکل آئی، اور وہ اسی نوع کی تھی جیسے ایشیائے کوچک میں کوماتا اور اولبا
میں۔ دوسرے حیثیتوں سے یونانی تمدن کو شام میں برابر فروغ ہوتا گیا،
گو اسپر مشرقی تمدن اور مذہب کا زبردست اثر پڑا تھا۔ چونکہ یونانی زندگی
کے مراکز قصبات تھے اس لئے مناسب ہے کہ یہاں سلطنت کے دوسرے
اہم شہروں کے خصائص پر نظر ڈالیں۔

سب سے پہلے تو سلیوکیوں کے تین بڑے بڑے شہروں کو لیجئے۔
یعنی سلیوکیہ[۲] اپامیہ اور لاؤدیکیہ بہ ساحل بحری۔ سلیوکیہ کے کھنڈر اسوقت
تک موجود ہیں اور یہ شہر ایک ایسے ملک میں آباد تھا جو یونانی افسانوں
سے گویا بھرا ہوا تھا اور جو دریائے اوروننٹیس کے وہاں سے ۴۰ استادیں

---

۲ سلیوکیہ بہ ساحل بحر، بیڈیکر: "فلسطین" ۴۰۸، ۳ مع نقشہ کے۔ ہیڈ: "تاریخ سکوکیات" ۶۶۱؛ خودمختاران
تانبے کے سکے پہلی صدی ق م کے، اور نقرئی جو درمیان ۱۰۴ سنہ ق م اور ۸۲ سنہ ق م کے درمیان
کی جب شہر آزاد تھا۔ نیز دیکھو کلیس پاؤلی ۶، ۱، ۹۵۴ تا ۹۵۶۔

اپامیہ، پاؤلی ۱، ۱، ۲۶۱۲؛ بیڈیکر: "فلسطین" ۴۰۰؛ ہیڈ ۶۵۸۔

لاؤدیکیہ بہ ساحل بحر: بیڈیکر: "فلسطین" ۳۸۶؛ ہیڈ ۶۶۰؛ گارٹ ہاؤزین: اٹلس گرکس ۱۵۔۴

سکہ جات ضرب الفاظ "اولیفوں دیموں" کندہ ہیں، ۱۴۹ سنہ ق م کے ہیں؛ ہیڈ ۶۵۶۔ سکے
جنیر" او تھیون" اس وقت بھی برابر سلوک ہوتا رہا؛ "فہرست نوادر خانہ برطانیہ" بطالسہ

XIXXX

اور انطاکیہ سے ۱۲۰ استاوکیس تھا۔ قلعہ اور بندرگاہ کے درمیان واحد خط واصل ایک زینہ تھا جسے پہاڑ میں سے کاٹا گیا تھا، اور یہی وہ مقام ہے جہاں سلیوکوس نکاتور کا مقبرہ تھا۔ چونکہ سلیوکیہ گیارہ برس متواتر تیگرانیس کا مقابلہ کرتا رہا اس لئے اس کے ساتھ پومپی نے بہت اچھا برتاؤ کیا۔ اور وتیس کے کنارے جو اپامیہ ہے اسے قدیم زمانے میں فرناکے اور اسکے بعد پیلا کہتے تھے اور یہاں سلیوکوس گھوڑوں اور ہاتھیوں کی نسل کشی کراتا تھا۔ لاؤدیکیہ یہ ساحل بحر کی بندرگاہ جسے آجکل لاودیکیہ کہتے ہیں، شام میں سب سے نفیس بندرگاہ شمار کیجاتی تھی؛ یہ شہر بعض مرتبہ بہت کچھ آزاد نظر آتا ہے، اور اسپر پومپی اور قیصر دونوں نے بہت کچھ مہربانی کی بارش کی؛ اور جب سلطنت روما کا زمانہ آیا تو اسوقت اسکی اہمیت انطاکیہ سے کچھ کم نہیں تھی۔ ضلع سلیوکس کے چار شہر جنھوں نے اسکندر بالاس (۱۵۰ تا ۱۴۵ ق م) سے انطاکوس ہفتم (۱۳۸ تا ۱۲۹ ق م) تک بیس سال کے زمانے میں اپنی ایک خودمختار لیگ قائم کی، جسکے تانبے کے سکوں پر الفاظ "اویلیفون ڈیموں" (قوم براوراں) کندہ تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں واقعی یونانی تمدن ایک ایشیائی ماحول میں زندہ تھا، اسکا تباین مصر کے ان سکوں سے کیا جاسکتا ہے جو تقریباً اسی زمانے میں ڈھالے جاتے تھے اور جنپر الفاظ "اویلفون تھیون" (الوہی براوری) سے کیا جاسکتا ہے۔ ان ملکوں کے دوسرے شہروں میں سے ایک لاؤدیکیہ بملک لیبان، انتی لیبان (جبل الشرقی) اور جبل لیبان کے درمیانی پستی کے شمال و شرقی دروازے میں واقع تھا؛ اس سے جنوب میں شمال کی طرف بہنے والے اورونتیس اور جنوب کی طرف بہنے والے لیونتیس کے فاصل آب پر ہیلیوپولس کا مشہور شہر، جو آجکل بعل بک کہلاتا ہے، واقع ہے۔ کچھ عرصہ تک لاؤدیکیہ مصری صوبہ کے لیے سوریہ کی سرحد پر قلعہ کا کام دیتا تھا۔ گو بظاہر لاؤدیکیہ کا اب نشان بھی باقی نہیں، امیسہ (حمص)، جو اسکے

ب ۲۰

ذرا شمال میں واقع ہے، اسوقت تک ایک اہم مقام شمار کیا جاتا ہے۔ خود دریائے اورون تیس پر ارے تھوزا نامی شہر تھا، جو سلطنت روما کے زمانے میں غیر اہم نہ تھا، اور اسی نواح میں ایک قدیم شہر تھا جس کا انطاکوس چہارم نے بدل کر ایپی فانیہ نام رکھا[۱۴]

سلطنت شام کا ایک دوسرا طبقہ جس میں یونانی شہری زندگی نہایت درخشاں طور پر ارتقا ہوا وہ کلیکیہ تھا اور اس کا بھی وہ حصّہ خاص طور پر ممتاز تھا جو انطاکیہ کے نواح میں واقع تھا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ بالآخر سلطنت سوریہ کا مرکز خلیج اِسوس بن گئی[۱۵] اس زرخیز قطعہ میں جس میں کیدنوس، ساروس اور پیراموس بہتے تھے، اور جو بحیرۂ روم کے بعید ترین کونے میں، جہاں ایشیائے کوچک اور شام کے شاہراہیں ایک دوسرے سے ملتی تھیں، قدیم الایام ہی سے مختلف النوع اقوام کے لوگ کلیکیہ کے دیسی باشندوں سے آکر ملتے تھے۔ یہاں بہت سے افسانے زباں زد خاص و عوام تھے جنہیں سے انفی لوخوس، کالخاس اور موپسوس

---

[۱۴] لاؤدیکیہ لیبانن؛ بیڈیکر "فلسطین" ۳۷۹ - یہ موجودہ شہر قادس ہے جسکے قریب رام سیس دوم نے خطیوں کو شکست دی تھی۔ یہ کنعان کا پائے تخت تھا؛ دیکھو اوپر باب ۸، حاشیہ، ہیڈ ۶۶۳۔

حمص؛ بیڈیکر ۳۷۳؛ ہیڈ ۶۵۹؛ بت خانہ معبو دآفتاب۔

ارے تھوزا؛ بیڈیکر ۳۷۳؛ حالیہ ارسطان؛ ہیڈ ۶۵۸، سکہ جات شہنشاہی؛ اس زمانے میں اس شہر کی حیثیت "خود مختارانہ" تھی۔

ایپی فانیہ = حمث؛ بیڈیکر ۳۹۸؛ ہیڈ ۶۵۹؛ خود مختارانہ تانبے کے سکے $\frac{۱۶۱}{۱۳۴}$ سنہ ق م کے۔

[۱۵] کلیکیہ۔ کلیکیہ و طرسوس کے لئے دیکھو کلیس، پاؤلی ۶، ۲، $\frac{۱۶۱۶}{۱۶۳۶}$ میں۔ طرسوس کے تمدن اور معلومات کے لئے استرابو ۱۴، $\frac{۶۷۲}{۶۷۴}$۔

بظاہر طرسوس کا رواقیوں سے تعلق تھا، جنہیں سے بہت سے کلیکیہ کے باشندے جیسے حری سی پوس، زینو دوم، انتی پاتر؛ کراتیس بھی کلیکیہ کا ہی باشندہ تھا۔

طرسوس میں فنون لطیفہ نے جو ترقی کی وہ وہاں کے پختہ مٹی کے برتنوں سے معلوم

باب ۲۰

(مالوس، موپ سکرینے، موپ سوئستیہ) ایاگس، تیوگر، کے بیٹے (اولبا) ابرختھو لینوس بیلیے روفون، ترپتولیموس (تارسوس، سولی) ان سب کے قصے گویا یونان ہی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اسکے برعکس کلیکیہ پر اشوریہ کا اثر بھی پڑا لیکن اسکے بعد یہ ملک سےنیسس نامی خاندان شاہی کے ماتحتی میں پھر آزاد ہوگیا۔ بعدازاں اسے ایران نے مغلوب کرلیا گو ایرانیوں کے سلطنت کے زمانے میں بھی اُسے بہت کچھ خود مختاری حاصل رہی۔ سلیوکی آخر تک برابر اسپر قبضہ کئے رہے، لیکن انھوں نے اسکی خصوصیات کا ہمیشہ خاص طور پر لحاظ رکھا۔ اسکا اہم ترین طرسوس تھا جو شہر دریائے کیدنوس کے کنارے پر سمندر سے قریب واقع تھا، اور استرابو کہتا ہے کہ یہ شہر اپنی زندگی کے اہم ترین مرکزوں میں سے تھا اور اسمیں بعض اعلیٰ درجہ کے تعلیم گاہیں نظر آتی تھیں جنہیں پردیسیوں سے زیادہ دیسی طالب علم نظر آتے تھے۔ استرابو طرسوسیوں کے فی البدیہہ کلام کی بہت تعریف کرتا ہے۔ طرسوس نے بہت سے فلسفی، شاعر، اور بعض مشہور ومعروف طبیب پیدا کئے۔ اسکی آبادی کا ایک نہایت اہم جزو یہودی تھے، جسمیں سے ایک پولوس حواری بھی تھے۔ کلیکیہ کے مفصلۂ ذیل مقامات بھی اہم تھے: اسوس کے قریب اسے گئے دریائے پیراموس پر کستابالہ و موپسوس، سولی سے ذرا اوپر اولبا جو ایک مقدس راجدھانی شمار کیجاتی تھی، اور مالوس وروسوس تھا۔ کلیکیہ میں کم سے کم ایک شہر ایسا تھا جو اسی نوع کا ہو، یعنی سلیوکیہ جو دریائے کالی کادنوس کے کنارے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - ہوتی ہے؛ پوتیئے: پختہ مٹی کے مجسمہ جات Pottier: Les Statuettes de terre cuite پیرس ۱۸۹۰ء، ص ۱۵۸/۱۸۹ - سکہ جات، ہیڈ، ۶۱۷ - شاہی سکے (جو درہمیان) اور خود مختارانہ تانبے کے سکے۔

ایمی فانیہ، ہیڈ (سکہ جات شہنشاہی) دریائے اسوس کے بالائی حصے پر (= گیوزینہ)؛ ہیرڈ، دو لہائم۔

۱۶ اسے گئے؛ ہیڈ، ۵۹۰ - (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

باب ۲

پر تھا، اور جو نہ صرف اپنے اولمپیائی کھیلوں کے لئے بلکہ سارپیدونی اپولو کے تبخانے کے لئے بھی بہت مشہور تھا؛ اسکے علاوہ ایک

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ کستابالہ (ہیے راپولیس) قریب بدرون؛ اسکی تحقیقات بنٹ (Bent) نے کی؛ دیکھو راناش: "اخبار" Reinach: Chron. ۱۹؛ ہیڈ ۶۰۳؛ دیکھو اوپر، باب ۱۸، حاشیہ ۷۔

موپسوس یا موپسوستیا؛ ہیڈ ۸۰۷۔

اولبا؛ استرابو ۱۴، ۲، ۶؛ مذہبی فرمانروائی؛ یہاں کے بتخانہ زیوس کو ایاکس ولد تیوکر نے بنایا تھا؛ ہیڈ ۶۰۹؛ اس طرح اس کا تعلق قبرص والے سالامس سے ہوگا۔ یہ پہلی صدی ق م سے سکے ڈھالنے لگا۔ اولبا کا محل وقوع؛ ریمزے: "ایشیائے کوچک" بنٹ کے نزدیک (صد ۲۲ و ۳۶۳ و ۳۶۴) یہ ویران شدہ شہر اورا ہے جہاں ہبرڈے و ویلم ۱۸۹۲ء میں گئے تھے۔ اولبا کا ایک نوشتہ وہاں ملا تھا۔

روسوس؛ ہیڈ، ۶۶۱ "حرم مقدس و خود مختار"۔ خلیج اسکندرون پر زنجیرۂ اماوس کے شمال و مغربی ڈھال کا تعلق، جہاں روسوس تھا، بہ نسبت سوریہ کے ایشیائے کوچک کے زیادہ ہے؛ یہ ملک سرسبز و شاداب ہے درانحالیکہ سوریہ نسبتہً خشک ہے۔ قدیم ایام میں یہ ضلع کلیکیہ میں شمار ہوتا تھا۔

مالوس کے لئے دیکھو امہوف کے مضامین "وقائع سکوکیات" Imhoof: Ann. d. Numis. ۱۸۸۳ء؛ ہیڈ، ۶۰۵/۶۰۷۔

۱۱ سلیوکیہ بدریائے کالی کانوس؛ دیکھو اوپر، باب ۱۳، حاشیہ ۷۔ پہلی صدی ق م کے خود مختارانہ سکے؛ ہیڈ ۶۱۰۔ سلطنت کے زمانے میں یہ شہر "مقدس خود مختار و آزاد" ہوگیا۔ اسکے سکوں پر زینارخوس کی شبیہہ ہے جو آگستس کے عہد کا ایک شائی تھا۔

سلیوکیہ مبلک پمفیلیہ؛ کلیس، پاؤلی ۶، ۱، ۹۵۶۔ اسکا ذکر بہت کم سننے میں آتا ہے۔ پاؤلی میں کلیس نے جو کچھ مواد مختلف بلدیات موسومہ سلیوکیہ ولاؤدیکیہ کے متعلق دستیاب ہوا ہے وہ سب کا سب یکجا کر دیا ہے۔

شیورر: "تاریخ قوم یہود" ۲ ۱۳۲/۵ نہایت تفصیل کے ساتھ یونانیت لئے ہوئے شہروں کی

باب ۲

دوسرا ملک فنیقیہ بھی ہے جسمیں شہری زندگی اپنے اس سے بھی زیادہ ارتقا شدہ شکل میں نظر آتی ہے اور جو اس لئے باقی تمام ممالک سے زیادہ ممتاز ہے کہ یہ خود مختار شہری بستیوں کا سب سے قدیم مسکن ہے فنیقی شہروں میں ان بلدیات کو بھی شامل کرنا چاہئے جو جنوبی ساحل پر آباد تھے، اور یہ سب شہر باوجود طرح طرح کے مصائب و آلام کے برابر خاصے آزاد رہے۔ انکے سکوں پر فنیقی اور یونانی دونوں زبانیں کندہ ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے انہیں یونانیت نے صرف ایک حد تک اثر ڈالا تھا۔

ہم نے ان تینوں ملکوں یعنی سوریہ، کلیکیہ اور فنیقیہ کو یکجا اس لئے اور بھی بیان کیا ہے کہ ان تینوں میں شہری زندگی ایک خاص شکل میں نمودار ہوتی ہے، یعنی وہ جسمیں شہروں کو مقدس اور ناقابل تنقیص قرار دیا جاتا تھا[۱]۔ یہ خیال کہ بعض مقامات میں کسی قسم کا خاص تقدس ہوتا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ تاریخ اور انکے حالات بیان کرتا ہے۔ یہ شہر رفیہ، غزہ، اسکے شمال میں انتھےدون، عسقلون، ازوتوس، (اسرود جو قدیم فلسطینی شہر تھا) یامینہ، یافہ (جو فلسطین کے ساحل پر شاید سب سے نفیس بندرگاہ تھی) اپولونیہ (= اغلباً حالیہ ارسوف) استراتون کا منارہ (قیصریہ) دورہ بطلیمائس۔ پھر دیکاپولس میں (جو شیورر کے نزدیک یقیناً پومپی کا مخترعہ ہوگا) دمشق، ہپوس (شیورر ۸۶) جوارہ، ابی لہ، رفانہ، کناتہ، کناثہ (دونوں حوران میں) کیتھی پولس (شیورر، ۹۷) (پیلا (= شائد فاحل جو جراسہ کے شمال میں ہے) دیون، جراسہ (= جراشں، جہاں رومی عہد کے عظیم الشان کھنڈر اس وقت تک باقی ہیں؛ شیورر ۱۰۳) فلادلفیہ (= رباط عمون)۔ ہیرود اور اس کے بیٹے نے جو شہر آباد کئے وہ بھی خود مختار تھے (شیورر، ۱۰۷): سباستے (= سامیہ) جبا (بحر طبریہ کے علاقے میں) اسبون (پیریہ میں) انتی پاترس یافہ کے شمال میں، فاسائیلس جیریکو کے شمال میں، قیصریہ پانیاس، یولیاس (بیت سیدا) سیفورس (دیو قیصریہ) یولیاس یا لیویاس اردون کے مشرق میں؛ طبریہ (جسکی بولے میں ۶۰۰ اراکین تھے اور جسکے عہدہ دار آرخن کہلاتے تھے)۔

[۱] ”ناقابل تنقیص حرم“۔ اس سلسلے میں اٹیس کا شمول؛ پولی بیوس ۴، ۶۷۔ سمرنا کا مجموعہ نوشتجات

باب ۲۰

ہوتا ہے یہ یونانیوں میں مدت دراز سے موجود تھا۔ یہ صفت اکثر تو صرف بُت خانوں کے عمارتوں کی سمجھی جاتی تھی اور اس طرح سے صرف ان عمارتوں پر منطبق ہوتی تھی جسمیں انسان صرف تھوڑی ہی مدت کیلئے پناہ لے سکتا ہے۔ لیکن خود یونان میں یہ صفت ایک خاص موقع کیلئے خانگی زندگی کے بجائے زندگی عامّہ پر منطبق ہونے لگی یعنی ایلس کو اس لحاظ سے مقدس اور ناقابل تنقیص سمجھا جانے لگا جسکے معنے یہ ہوئے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ یونانی" ۳، ۳۱۲ = پکس نمبر ۱۷۶؛ تقریباً ۲۴۲ ق م۔

۱۹۳ ق م میں منی پوس سفیر شاہ انطاکوس کے استدعا پر تیو رغیر ملکیان مارکوس والیریوس سالار بیون اور عوام روما اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ تیوسیون کا شہر اور دیہات دونوں ناقابل تنقیص اور محفوظ قرار دیے گئے ہیں" ڈٹن برگر ۲۰۴۔ مقابلہ کرو ایک اتالوسی قابل لحاظ حکم کا جسمیں اسنے تیوس اور دیونی سیوس کے نقاشوں کے درمیان جھگڑوں کا فیصلہ کیا تھا؛ فرنیکل ۱۶۳ جہاں اس نے اپنی رائے کا بھی اظہار کیا ہے۔

متن میں جن شہروں کا حوالہ دیا گیا ہے انکے نام ہیڈ: "تاریخ سکوکیات" میں اپنی اپنی جگہ دیے ہوئے ہیں۔

عہد شہنشاہی میں ذی اقتدار شہروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے اور مفصلۂ ذیل مزید نظر آتے ہیں: شام میں ارے تھوزا (دیکھو اوپر حاشیہ ۱۴) قیصریہ پانیاس (دیکھو باب ۱۶، حاشیہ ۱) کاپی تولیاس (بیڈیکر: "فلسطین"، ۳، ۱۹۹) دمشق، ابیلا (بیڈیکر: "فلسطین"، ۳، ۱۹۹) جدارہ (بیڈیکر ۱۹۸) انطاکیہ بدریائے ہپوس (شیورر ۲، ۸۷؛ = اغلباً الحسن جو جھیل گینے سارتھ کے مشرق میں ہے) دیو قیصریہ (دیکھو اوپر حاشیہ ۱۷) تیسہ (ایکیشی پوس)؛ ساحل پر: بیلوسس، بطلیمائس، غزہ، کورکی روس کلیکیہ میں) سیباستے؛ اندرون ایشیائے کوچک میں: ساموساتا، تیانہ، مزاکہ، پرگے؛ ساحل پر: ایغی سوس۔ مقابلہ کرو ہیڈ: "تاریخ سکوکیات" پارہ جات متعلقہ۔ بظاہر عہد شہنشاہی میں یہ اختیارات شامی شہروں کو دے دیئے جاتے ہیں۔

مختلف شہروں کے رتبے کے مسئلے پر ابھی تک کافی غور نہیں کیا گیا؛ اس کی بنیاد اوزینیز Usener نے اپنی کتاب "کنیدس کا ایک نوشتہ" Ein Epigramm von Knidos

باب ۲۰

آئندہ ہمیشہ کے لئے وہ مکمل امن میں اور مکمل غیر جانبداری کی حالت میں رہے گا۔ تیسری صدی ق م سے برابر اسی طرح سے سمجھا جاتا رہا ہے جو حال ہی میں از سر نو آباد کیا گیا تھا، مقدس قرار دیا گیا، اور ۴۳ء ق م میں ایک سلیوکی یعنی سلیوکوس دوم نے اس شہر کو مقدس و ناقابل تنقیص" قرار دیا اس اعلان کی وجہ سے اسکی غیر جانبداری مسلم ہو گئی اور اغلب امر یہ ہے کہ اسکے بعد اسمیں بادشاہ کے مسلح مصاحبوں کی داخلہ بند ہو گیا ہوگا۔ ساتھ ہی اسے بادشاہ کے حد اختیار سے باہر قرار دیا گیا اور جہاں تک ہم قیاس کر سکتے ہیں آئندہ اس کے کندھوں سے فوج مہیا کرنے کا بوجھ ہٹا دیا گیا، چونکہ شکرانے کے طور پر لوگوں نے بادشاہ کو کچھ رقمیں دیں اور دوسری ہی طرح بھی سلوک کیا۔ ۹۳ء ق م میں شہر تیوس جو ناٹکی فنون کے لئے ممتاز تھا، اسے بھی" ازئولوس" تسلیم کیا گیا۔ ساتھ ہی ہمیں دوسری یا پہلی صدی ق م کے سکوں کے کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حصہ سلطنت سوریہ کے مفصلۂ ذیل شہروں کو" مقدس و ناقابل تنقیص سمجھا جاتا تھا:۔ پہلے تو چار بڑے بڑے شہر (جنھیں ہم بانسیے یا آزاد شہنشاہی قصبے کہہ سکتے ہیں) یعنی ضلع سلیوکس میں انطاکیہ، اپامیہ، سلیوکیہ اور لاؤدکیہ مع ابی فانیہ بدریائے اورونتیس کے، جسے ابی فانیس نے بسایا تھا، آ گئے، کستابالہ، موپسوس، اولبا و روسوس کلیکیہ میں؛ طرابلس صور، سدا، عسقلون۔ ہم اس کا تعین نہیں کر سکتے کہ آخر مقدس و ناقابل تنقیص، سے کیا مراد تھی، لیکن ایک بات ضرور قابل غور ہے، اور وہ یہ کہ سلیوکیوں کے عہد کے اختتام پر جو مقامات آخر تک برابر ان کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ صفحہ ۳ میں رکھی ہے۔ اغلب امر یہ ہے کہ ایسے شہروں کو آئندہ فوج مہیا کرنا نہیں پڑتا ہوگا، اس لئے کہ ایسی میں فوجی خدمت سے بلدی اقتدار کی ابتدا ہوتی ہے۔ نیز دیکھو ہیڈ، LXXIV اور اشاریہ صفحہ IV۔ شاہی شہروں کو ایک فائدہ اس بات سے بھی تھا کہ وہ فنیقی بلدیات کے قریب ہی واقع تھے۔

باب۲۰

مطیع رہے انھوں ہی نے انکی حکومت کو بڑی بڑی حد بندیوں کے ساتھ منظور کیا تھا۔ رومن شہنشاہوں کے زمانے میں ازولیہ کا یہ حق دوسرے شامی شہروں کو اور بعض ایشیائے کوچک کے قصبات کو بھی دیا گیا، لیکن ہم انکی شمار اپنے حواشی میں کرینگے۔

اسوقت کی ہم نے سلیوکی سلطنت کے مغربی حصے کے طرف اپنی نظر دوڑائی ہے۔ باب ۵ میں ہم دیار مشرق میں سلیوکوس اور اسکے فوری جانشینوں کے کارناموں کا ذکر لکھ چکے ہیں، اور یہاں ہم اس پر اکتفا کریں گے کہ ایک خاص محاذ میں اس کے جو نتائج نکلے انکا تذکرہ کریں۔ یہ مقام سلیوکیہ بدریائے دجلہ تھا اور یہاں عراق عربی اور بابلستان میں یونانی زندگی اس درجہ مرکوز ہوئی کہ اس نواح میں دوسرے مقامات کی طرف طالب معلومات کی توجہ منعطف ہی نہیں ہوتی[۱۹]۔ چونکہ بالائی او رنتیس اور فرات کے درمیانی ملک میں جنگل ہی جنگل ہے اور اسمیں صرف پالمیرا ہی ایسا مقام ہے جو اس صحرائیت سے مستثنیٰ ہے، اور چونکہ اس صحرا میں صرف قافلے ہی جا سکتے ہیں اور انفرادی اشخاص کی گذر نہیں، ان اسباب کی بنا پر ہم یہ فرض کرسکتے ہیں کہ سلیوکیہ اور ساحل کے درمیان جو روزمرہ کی آمد و رفت تھی اسکا راستہ اس زنجیرۂ کوہی کے ڈھلاؤ پر ہوکر تھا جو انطاکیہ سے چلکر آہستہ آہستہ خم کھاتا ہوا قدیم ایرانی شاہراہ کے قریب ہوتا ہوا کوماگینے کے اہم علاقے، اوزروئینے، ایدلیسہ کالی رھوے، میگدونیہ، و نصیبین انطاکیہ، ادیابینے،

---

[۱۹] سلیوکیہ بدریائے دجلہ۔ گلیس نے پاؤلی ۶، ۱۱۵۰، ۹۴ میں انکی بابت ایک مفصل مضمون لکھا ہے فابیان: بابلی سلیوکیہ Fabian: De Seluk. Bybliona لائپزگ ۱۸۶۹ء۔ یہاں کے یونانی تمدن کے لئے دیکھو ۲ Plut. Luc. ؛ پلوٹارک: کراسوس ۳۲۔ گلمور: بابلستان، یونانیوں اور پارتھیوں کے عہد میں (Gilmore: Babglonia umder the Greeks and the Parthians) انگریزی جریدۂ تاریخ، ۱۸۹۲ء، شمارہ ۱۔

اور اشوریہ میں ہوکر سلیوکیہ پہونچتا ہے۔ سلیوکیہ دریائے دجلہ کے مغرب میں بغداد سے ذرا جنوب کی طرف واقع تھا۔ پلینی کہتا ہے کہ اس شہر کی آبادی ساڑھے لاکھ نفوس تک پہونچ گئی تھی، اور اس لحاظ سے یہ اسکندریہ و انطاکیہ کے مماثل تھا کہ اس کی آبادی بھی مرکب تھی اور اس میں شامی یعنی بابلی، یہودی، مقدونی، یونانی اور ہر طرح کے مشرقی اقوام نظر آتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ اسکا انتظام ایک مجلس سینات کے سپرد تھا جسکے تین سو اراکین تھے۔ اس شہر کی تجارت معتد بہ تھی اور اس کا راستہ جنوب کی طرف سمندر کی طرف اور سوسس ہوکر ایران کی طرف؛ دوسری جانب مشرق میں دریائے گیدنوس کے کنارے اور زاگروس کے دروں میں ہوکر ہمدان اور پارتھیا کی طرف؛ شمال میں دجلہ کے کنارے کنارے ادیابینے اور میگدانیہ کو اور اس کے بعد ارمنستان کی طرف ایک رُخ پر اور ملی تینہ کی طرف دوسرے رُخ پر اور وہاں سے ایشیائے کوچک کے اندرونی حصے میں کو؛ مغرب میں کاپادوسیہ میں شہر کومانہ اور مزاکہ اور زیوگما ہوتی ہوئی فرات کے کنارے کنارے انطاکیہ کو۔ سلیوکیوں میں سے بعض (مثلاً انطاکوس اول و استراتونیس) بعض مرتبہ دجلے والے پایۂ تخت میں رہتے تھے۔ بہت سی باتوں سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہاں کے باشندے یونانی تمدن کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ انھوں نے امفیکرایتس نامی خطاب کو سوفسطائی تقریریں کرنے کے لئے مدعو کیا؛ کراسوس کی موت کے بعد اسوقت جب شہر پر پارتھیا والوں کی حکومت ہوگئی تھی، یوری پدیس کا ناٹک "باکھائے" کھیلا گیا، اور ہم سنتے ہیں کہ شہر کے باشندوں میں دو فلسفی بھی تھے جنکے (دونوں کے) نام دیوجانس تھے۔ زمانہ بعد میں یہ شہر یونانی عیسوی اور مجوسی خالدی علوم کا مرکز بن گیا۔ اس شہر کو پارتھیوں نے دوسری صدی ق م کے وسط میں فتح کرلیا، لیکن چونکہ شاہان پارتھیا ایک یونانی جمہوریہ کے وسط میں رہنا پسند نہیں کرتے تھے اس لئے یہ کبھی انکا پایۂ تخت نہیں بنا، بلکہ یہ عزت شہر کے مقابل دوسرے مقام

باب ۲۰

طیشفون کو حاصل تھی جو اسی طرح کے باغات و محلات کا مجموعہ تھا جیسے پوٹسڈام۔ گو زمانہ مابعد میں سلیوکیہ کا زوال شروع ہو گیا، تاہم اسکے بطریق کو بڑی بڑی اہمیت باقی رہی اور اسکے حد اختیار میں ہند و چین دونوں بعید ممالک شامل سمجھے جانے لگے، اور آخر کار اس نے اپنا مسکن سلیوکیہ سے ہٹا کر بغداد کو بنا لیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عراق عرب اور ایلی مائس میں سلیوکیہ کے نام کے، سیستانے، استاکینے اور راگیانے میں اپامیہ کے نام کے اور عراق و مدیہ میں لاؤدیکیہ کے شہر موجود تھے۔

امور مذکورۂ بالا سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سلیوکیوں نے وہ فرائض بدرجہ اتم پورے کرائے جو ان پر عائد ہو گئے تھے، یعنی انھوں نے نہایت قابلیت سے ایشیا میں یونانی زندگی اور یونانی خیالات کو منتشر کیا۔ اگر وہ ابتدائی بطالسہ کی طرح شاعری اور علوم و فنون کی سرپرستی نہیں کرتے تھے، تو انکی اصلی وجہ یہ تھی کہ اس قسم کے علوم کے سرپرستی کے لئے بڑی توجہ اور وقت درکار تھے، اور یہ وہ جنس تھی جو سلیوکیوں میں بالکل نایاب تھی۔ الغرض ایشیا کے آزادانہ فضا میں سلیوکیوں کے حمایت میں یونانی تمدن کو خاصہ نشو و نما حاصل ہوا اور اس تمدن سے ٹھیک اتنے ہی مصنف نکلے جتنے کی ملک کو ضرورت تھی۔ پھر سلطنت سلیوکیہ میں فنون لطیفہ کا دارومدار مسئلے طلب پر تھا، اور ٹھیک اسی وجہ سے ایشیا میں مقدونی دور میں جو فنی ترقی ہوتی ہے وہ مصری فنی ترقی سے کہیں افضل ہے۔ میں نے اس ترقی کا اپنے حواشی میں ذکر کیا ہے[۵۲]۔ میں آئندہ ابواب میں اس موضوع

نوٹ ۵۲ عہد زیر تبصرہ کے متعلق ایک اہم مضمون ایسا ہے جس پر زمانہ دراز سے بحث ہو رہی ہے اور جو حال ہی میں ذرا ایک طرفہ طور پر از سر نو پیش کیا گیا ہے، اور وہ تیسری، دوسری اور پہلی صدی عیسوی میں فنون پیکر پذیری کے متعلق پسندیدہ طرز اور اس طرز کے آغاز کا سوال ہے۔ شرائبر Th. Schreiber نے حال ہی میں اپنی کتاب وائنا والے چشموں کی نسبت محل گریمانی میں Die Wiener Brunnenrelicfs aus Pal. Grimani لائپزگ ۱۸۸۸ء میں اس مسئلے پر بحث

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کی ہے اور اپنے مضمون میں جو مورخ کی جمعیت لسانیات Philologenversammlung ۱۸۹۱ء میں پڑھا گیا (دیکھو جریدۂ عالم Allgemeine Zeit ۲۳ رمئی ۱۸۹۱ء) نیز دیکھو اس کی اہم تصنیف "یونانی نقشی تصاویر" Die hellenistischen Relicfbilder لائپزگ ۱۸۸۹ء۔ شرایبر کا خیال ہے کہ یہ طرز تعمیر جو اسوقت رائج تھی اور جسے وہ "مزینیہ" کا لقب دیتا ہے، تین چیزوں میں نمایاں ہے: (۱) برکہارٹ Burck hardt کے مخترعہ اصطلاح کے مطابق "نظم مکانی" (۲) مادی شستگی (۳) روزمرہ کے مناظر؛ اور ساتھ ہی اس کی رائے ہے کہ اس طریق کا آغاز اسکندریہ میں ہوا۔ کتنی ہی دلچسپ وہ منفرد مشاہدات کیوں نہ ہوں جو ان خیالات کی گویا بنیاد رہی، تاہم یہ ناممکن ہے کہ ان تینوں باتوں کو کسی ایک منسلک کڑی میں پرو دیا جائے اور نہ ہم اصطلاح "مزینیہ" کا انطباق کر سکتے ہیں اور نہ یہ فرض کر سکتے ہیں کہ اسکا آغاز اسکندریہ میں ہوا ہوگا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس "نظم مکانی" کا ارتقا سکندر کے زمانے ہی میں ہوا۔ باقاعدہ طرز پر بہت سے جدید شہروں کے آباد ہونے سے چوک اور سڑکوں، مکانات اور باغات کو ایک عمدہ طرز پر لگانا آسان ہوگیا؛ جب دیواریں لوگوں کے سد راہ نہیں رہیں تو نفیس فطری ماحول میں خوبصورت فنی امکنہ جات بنائے جانے لگے لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک صدی پیشتر بھی ہپوڈاموس کے اصول پر کئی شہر باقاعدہ تعمیر ہو چکے تھے، اور کچھ مدت کے بعد دیونی سیوس نے سرقوسہ کو دنیائے یونان کا سب سے خوبرو شہر بنا کر چھوڑا تھا، چنانچہ ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ "یہ نظم مکانی" سکندر اور اسکندریہ دونوں سے قدیم تر ہے۔ دوسرے جہاں تک فنون لطیفہ میں مادی شستگی کا سوال ہے، یہ یونان میں پہلے سے موجود تھی، اور یہ (منجملہ دوسری باتوں کے) سونے اور ہاتھی دانت کے مجسموں سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ اغلباً صحت پر مبنی ہے کہ یہ مجسمے اور روزمرہ کے زندگی کے مناظر سکندر کے زمانے کے بعد سے نسبتاً عام تھے بہرنہج اسمیں شبہ نہیں کہ شرایبر نے جو تین خصائص دریافت کئے ہیں انکی سکندر کے بعد کے زمانے میں ابتدا نہیں ہوتی۔ پھر لفظ "مزینیہ" کا ان حالات پر جو انطباق کیا گیا ہے وہ قطعی طور پر خلاف انصاف اور گمراہ کن ہے۔ اوّل تو اس لفظ "مزینیہ" میں پہلوئے ذم ہے، اس لئے کہ

باب ۲۱ | بیان کروں گا۔ یہاں ایک حاشیہ میں میں نے شاہی عیش پرستی کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اسکے سے بہ مشکل "ناشائستہ" بے میل کے ہیں۔ پھر یہ اصلاح سولھویں صدی عیسوی کے آخری حصے اور خاص کر ستر ہویں صدی عیسوی کے زمانے کے فن تعمیر پر منطبق کیجاتی ہے (جسکا سب سے ممتاز قائم مقام برنینی ہے) اور اس لفظ کو متعدد اور مختلف معنے پہنائے جاتے ہیں۔ یہ لفظ تو زمانہ حال کے فنون لطیفہ کے سلسلے میں بھی مبہم ہے، کہاں قدیم زمانے کے چیزیں جن کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہ تھا اور جو اسکے ابتدائی معنے سے بالکل مغائر تھیں! الغرض اس لفظ کے استعمال سے فنون قدیمہ کا مفہوم ذرا بھی زیادہ واضح نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ فنون میں ناشائستگی سے اس لفظ "مزینہ" کو کچھ تعلق ہو، لیکن واقعی زندگی کے مناظر سے تو اسکا مطلق کوئی تعلق نہیں، اور خود برکھارٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ "نظم مکانی" کی ابتدا اس "مزینہ" طرز تعمیر سے نہیں بلکہ نشاۃ جدیدہ سے ہوتی ہے۔ جب ایسا ہے تو پھر سکندر کے بعد کے طرز کو کیوں "مزینہ" کا لقب دیا جائے اور اسکی بجائے کیوں نہ یہ لقب شہنشاہی کے بالکل مغائر فنون کو دیا جائے؛ مثال کی طور پر فرا یوروینی کے مبالغہ آمیز نظم کا مقابلہ ایتھنز کے مقبرۂ فلو پاپوس یا پالمیرہ کے عمارتوں سے کیجئے۔ اب ایک دوسرا مسئلہ قابل غور ہے وہ یہ کہ اس میلان کا جسکی وجہ سے "نظم مکانی" میں ارتقا ہوا، اور جس میں ساتھ ہی ساتھ ایک حد تک مادی شستگی کا بھی خیال رکھا گیا اور واقعی زندگی کے مناظر سے بھی اظہار نفرت نہیں کیا گیا، اسکا آغاز کیسے ہوا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک امر اسکندریہ سے قدیم تر نہ تھا، تاہم یہ ممکن ہے کہ بطالسہ ہی نے "نظم مکانی" کو خارجی زندگی کی فنی ارتقا کی خاص بنیاد قرار دیا ہو اور اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ وہ فنون لطیفہ کے ترقی میں ممد و معاون ہوے ہوں۔ اب یہ وثوق سے کہا جاتا ہے کہ اسکندریہ کا سارا پیوم اسطرح کے عمارات کی پہلی مثال تھی۔ لیکن اس اعادے کا کوئی ثبوت نہیں پیش کیا جاتا، بلکہ یہ دکھایا جا سکتا ہے کہ بطالسہ یا شہر اسکندریہ اس سمت میں فنون لطیفہ پر اثر ڈال ہی نہیں سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ "نظم مکانی" کو مصر میں ارتقا کے لئے بہت کم مواقع حاصل تھے۔ ملک میں صرف ایک یونانی شہر تھا، اور یہ ایک ایسے میدان میں واقع تھا جسکے قریب بہتا ہوا پانی بالکل نہیں تھا؛ یہاں جتنا بھی سیاسی اقتدار تھا وہ سب کا سب ایک شخص کے قبضے میں تھا، علم و فضل کا

کے متعلق صرف ایک امر پر زور دینے پر اکتفا کیا ہے ؎

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ چہ حاضر و رتھا لیکن فنی خدمات میں بہت کم تنوع تھا۔ مصری نقاشوں کی تعداد بہت ہی کم نظر آتی ہے؛ انتی فیلوس (برون Brunn ۲، ۲۴۷ وغیرہ) نے شکار کھیلتے ہوئے بطلیموس کی تصویر کھینچی تھی؛ ہیلی نا (برون ۲، ۲۶۰) نے سکندر کے میدان اسوس میں تصویر کھینچی تھی؛ زمانہ مابعد کے مصوروں کے لئے دیکھو برون ۲، ۲۸۸ بطلیموس مصر کا صرف ایک یونانی فنی شاہکار ہے اور بلاشبہ وہ بغایت نفیس ہے یعنی دریائے نیل کا مجسمہ۔ جب ہم مذکورۂ بالا کیفیات کے عکس کے لئے نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں سکندر کے بعد کے فنون کا حقیقی مسکن نظر آنے لگتا ہے۔ مصر کا مکمل تباین ایشیائے کوچک اور شام میں نظر آتا ہے۔ یہاں ہمارے سامنے صرف ایک تعمیر کار نہیں بلکہ سیکڑوں تعمیر کار ہیں اور انہیں صرف کم و بیش سمجھدار بادشاہ ہو نہیں بلکہ شہر اور خانگی افراد بھی شامل ہیں۔ یہاں صرف ایک ہی لب ساحل محل وقوع نہیں جہاں مٹی کے تودوں سے مصنوعی پہاڑ بنائے جاتے ہوں بلکہ بے شمار مختلف انواع محل وقوع میں جو ڈھلوان یا تدریجی ڈھلاؤ والی پہاڑیوں، راسوں، حدبوں، دریاؤں کے کناروں، تیز رو ندیوں، چٹانوں اور جنگلوں پر مشتمل ہیں؛ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم اس متنوع سرزمین کا اسکندریہ کے میدان میں مقابلہ کریں تو انکی مناسبت ہزار اور ایک کی ہوگی۔ مابعد سکندری عمارتوں کی سب سے ممتاز خصوصیت یکے بعد دیگرے چبوترے تھے؛ اور ان کے لئے مصر میں جہاں جگہ نکلی وہی مقبروں نے گھیر لی۔ اس قسم کے چبوتروں کی نہایت لاثانی مثال مصر کے دیرالبحری میں ملتی ہے، جو خود ایک مقبرے کا حصہ ہے؛ اور اسمیں بھی بابلی طرز کی نقل کی گئی ہے یعنی اسکا منبع و ماخذ بھی ایشیا ہی ہے اگر ہم سلیوکی سکول کا بطلیموسی سکول سے مقابلہ کریں تو ہم دیکھیں گے کہ سیدھا سادہ اور ثمر بار جذبہ کس میں پایا جاتا ہے۔ مصر میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو انطاکیہ کے قریب واقفنے کی "نظم مکانی" کا مقابلہ کرسکے۔ علاوہ ازیں سارا پیوم کو چھوڑ کر اس "نظم مکانی" کی جتنی بھی مثالیں ہیں وہ سب کے سب ایشیائی بلدیات سے اخذ کی گئی ہیں؛ چنانچہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اول تو سارا پیوم کے متعلق ہمیں زیادہ معلومات نہیں، اور دوسرے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فنون لطیفہ کے اس میلان کا آغاز مصر میں ہی ہوا ہوگا۔

باب ۲۱

بست و یکم

یونانی تمدن دوسری قوم میں

۳ ۔ پرگامم

پرگامم کی نوعیت ان سلطنتوں سے مختلف تھی جن پر ہم اس سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ پھر سوال یہ کہ فنی اعتبار سے مصر کو اتنی اہمیت کیوں دیجاتی ہے۔ اوّل تو تیسری صدی ق م کی شاعری (دیکھو اوپر باب ۱۴) جسکا اس زمانے کے فنون لطیفہ سے گہرا تعلق ہے اسے اسکندریہ کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے، لیکن جس شعبہ میں اس شاعری نے سب سے زیادہ ترقی کی یعنی شعبہ شبانی، اسمیں مصری اثر مطلق نہیں معلوم ہوتا، بلکہ ہے تو اسمیں صقالوی کوسی اثر ہے۔ دوسرے چونکہ اسکندری شاعری نے جو رومن شاعری کی بنیاد ہے۔ پومپئی کے دیواری تصاویر پر اثر ڈالا ہے اس لئے یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ پومپئی کے مکانات کے ترتیب کا اصول ضرور اسکندریہ سے آیا ہوگا اور یہ کہ اٹلی میں جو دیواری تصاویر محفوظ ہیں ان کا نکاس بھی اسکندریہ ہی ہوگا لیکن یہ نتائج ناقابل تائید ہیں۔ ہمارے لئے یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ پانچ چھ نفیس یونانی مقدونوی مکانات جو اسکندریہ میں ہونگے وہ تو اٹلی کے لئے نمونہ بنیں، اور سینکڑوں ہزاروں ایسے مکانات جو ایشیا اور جزائر میں پھیلے ہوے تھے انکا مطلق اثر نہ ہو؛ اور اگر بالفرض اول الذکر کا اثر بھی تھا، تاہم اس سے ایسے مکانات کے مبدا و ماخذ کے بابت کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ ہمیں یہ فرض کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم نہیں ہوتی کہ اتیلیم اور جزائر میں

پہلے باب میں بحث کر چکے ہیں۔ ہم نے اس خصائص کا خاکہ تیرہویں باب ہی کھینچ دیا تھا اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ اسکا فرمازوا بطالسہ اور سلیوکیون

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اسکندریہ کا اتباع کیا جاتا تھا؛ اسکے برعکس واقعہ یہ ہے کہ جزائر اور اقلیم ایشیا میں جو عمارتیں تھیں انکی اسکندریہ میں نقل کیجاتی تھی۔ پھر مناظر کو لیجئے اسمیں شبہ نہیں کہ پومپی میں بعض ایسے مناظر موجود ہیں جنمیں مصری افراد نظر آتے ہیں، لیکن انہیں سے اکثر کا پیش منظر بالکل غیر مصری ہے یعنی یہاں کوہی کنارے، ان افراد کو گھیرے ہوئے ہیں مشہور اودیسی کے مناظروں میں کسی قسم کا مصری عنصر نہیں پایا جاتا، اور اس تصویر میں جہاں تحت السری کا راستہ دکھایا گیا ہے وہ تو کاپری کی ہو بہو تصویر ہے۔ الغرض ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ منظر کاری میں اسکندریہ کا اثر بالکل قابل لحاظ ہے۔ بلاشبہ مصر نے ایشیا اور یورپ پر اثر ڈالا۔ لیکن اسکا باعث زیادہ تر ائی سس اور سار اپس کی پوجا تھی۔ بروکہاؤس Brockhaus جیسے لوگوں کے مضامین سے (Konv. 1, 14, 376) معلوم ہوتا ہے کہ اسکندریہ سے فنون لطیفہ سے میدان میں کسقدر کم منسوب کیا جا سکتا ہے۔ گارڈنر کے نزدیک ("ابواب جدید" ۲۲۸) مجرد تخیلات کے مجسموں سے جو مختلف میلوں کے مواقع پر اٹھائے جاتے تھے، مصری فنون کے اثرات کا پتہ چلتا ہے، تاہم کائروس ("مناسبت صحیحہ") کا مجسمہ اور دیموس ("عموم") کی تصویر یقیناً قدیم تر ہیں۔ الغرض اپنی تحقیقات سے ہم مفصلۂ ذیل نتیجہ پر پہونچتے ہیں:۔ واقعی فنون لطیفہ کے میدان میں اسکندریہ کا اثر نہایت کم تھا گو میکانیکی تیزدستی میں یہ اثر نہایت نمایاں تھا۔ اسکندریہ نے تزئین کا کوئی خاص طرز ایجاد نہیں کیا، اور جہاں تک "نظم مکانی" کا تعلق ہے وہ ایشیا سے نہایت پیچھے تھا۔ ایشیا اور یورپ دونوں میں اسکا اثر تھا وہ زیادہ تر مذہبی تھا۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اسکندریہ میں کسی قسم کی نشست گاہ جمعیت عوام تھی؟ اور نہیں تھی، تو پھر زمانہ بعد کا یونانی فن تعمیر بغیر اگورا کے کسی کام کا؟ دیکھو شرائبیر کے گریانی قبضوں کی تنقید بدست براوکنر Brueckner ہفتہ وار جریدۂ لسانیات برلن Berl. Phil. Woch سنہ ۱۸۹۰ء شمارہ ۱۵۔ یہانی (سلطنت ۱۱، ۹، ۱۰) شرائبیر کے خیال کی تائید کرتا ہے۔ کلیس Cless پاؤلی ۶، ۱، ۲۰۱ میں اے میولر O. Mueller کی تائید کرتے ہوئے کہتا ہے کہ فلادیلفوس نے جو فنون لطیفہ کی

باب ۲۱

کی طرح کوئی قائم تھا، نہ بھی نیہ، پفلاگونیہ، کاپادوسیہ اور پونتوس کی طرح

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ سرپرستی کی اس سے ان فنون کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہونچا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بطلیموس چہارم کے بعد اسکندریہ کے یونانیوں کو، جنکے من حیثیت یونانیوں کے کوئی خاص حقوق نہیں تھے، ہر طرح کے مطلق العنانانہ افعال کا ہدف بنا پڑتا تھا، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکندریہ بالآخر خانگی زندگی کے آرام و آسائش میں کچھ زیادہ اضافہ نہیں کرسکا، چنانچہ پولی بیوس کے زمانے میں اس شہر کے یونانی زندگی بالکل نیست و نابود ہوچکی تھی۔

آخر میں ہمیں یہ بات کہنی ہے کہ چونکہ بطالسہ مصری فنون کی سرپرستی کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے اس لئے کہ یونانی فنون کے لئے کچھ زائد نہیں کرسکتے تھے۔ اس ضمن میں جو کچھ پہلے چار بطالسہ نے کیا اسکے لئے دیکھو اوپر، باب ۱۳، حاشیہ ۱۶۔ بطلیموس فلومیتور کے عہد میں مصر میں یونانی تمدن کا زوال پے ردن پاپی روس سے ظاہر ہوتا ہے جو نوادرخانہ برطانیہ میں موجود ہے، دیکھو مہافی: "سلطنت" ۳۵۸ وغیرہ۔

فیلائے میں بطلیموس پنجم "ایپی فانیس" کے نام کندہ ملے ہیں۔

انتائیوپولس (کاؤ) میں بطلیموس ہفتم "فلومیتور" کے زمانے کا انتائیوس کا ایک بت خانہ تھا لیکن اب دریائے نیل اسے بہالے گیا ہے (بیڈیکر ۲، ۲۳۵)؛ دیوسپولس خرد میں آثار (بیڈیکر ۷۹)؛ اپولینوپولس (کوس) میں ہوروس کا بت خانہ (بیڈیکر ۱۱۳)؛ کرناک میں اس نے اور اسکے بھائی فیسکون نے ایک پھاٹک بنایا (بیڈیکر ۱۴۰)؛ اسی مقام پر توت میس سوم کے تبخانہ پر اسکا ایک نوشتہ (بیڈیکر ۱۶۱)؛ ایسنے کے تبخانے پر نوشتہ (بیڈیکر ۳۵۹)؛ ادیفو کے بت خانے میں اضافے (بیڈیکر ۲۷۵)؛ وہ کوم اومبو کا ایک نیابت خانہ تعمیر کرتا ہے جو ہوروس و سیباک کے نام پر معنون کیا جاتا ہے (بیڈیکر ۲۹۰، ۲۹۴)؛ فیلائے کے ایسس والے بت خانے کا پھاٹک اور اندرونی حصۂ دوم اسی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں اور یہی کیفیت اسی بت خانے میں ایک لوح پر تخصیصی کتبہ کی ہے (بیڈیکر $\frac{319}{324}$)؛ دیبوت والے تبخانے کا ایک کتبہ (بیڈیکر ۳۲۷)۔

بطلیموس نہم "فیسکون" کے مفصلہ ذیل باقیات ہیں:۔ کرناک میں آپے کا چھوٹا

کسی قبیلے کا شیخ تھا، بلکہ وہ محض ایک قلعہ کا سردار تھا، جو اپنے اثرات کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ بت خانہ؛ بطلیموسی منارے جنپر ہامقور کے چوٹی کے (بڈیکر ۱۶۹)؛ کرنک کے قریب مداموت کا تبخانہ (بڈیلر ۱۷۰)؛ اسنے مدینہ جبو کے چھوٹے تبخانے میں اضافے کئے (بڈیکر ۲۰۷)؛ یہاں ایک چھوٹا تبخانہ اپنے ابا ؤ اجداد کے نام پر تعمیر کیا۔ دیرالمدینہ کے تبخانے کی (جسے فلوپاتور نے بنایا تھا) تزئین کی (بڈیکر ۲۰۸)؛ دیرالبحری (بڈیکر ۲۴۹) اور الکعب (۲۶۵) کے تبخانوں کی مرمت اپنی بیوی (بڈیکر ۲۱۲)؛ کلیوپاترا کے ساتھ مل کر کی؛ سنہ ۱۴۲ ق م میں ادفو کا بت خانہ، جسکی بزرگی تمیں تے ابتدا کی تھی، تکمیل کیا اور اس موقعہ پر بہت بڑا میلا منعقد کیا (بڈیکر ۲۷۳، ۲۷۴)؛ اپنی دونوں بیویوں کے ساتھ ملکر امبو کے تبخانے میں اضافے کئے (بڈیکر ۲۹۲، ۲۹۴) جہاں پہلی بیوی کو اسکی بہن اور دوسری کو اسکی زوجہ بتایا گیا ہے۔ یہ کہ اس نے فیلائے کو نظر انداز نہیں کیا یہ اس منار کے کتبے سے معلوم ہوتا ہے جسے فیلائے سے انگلستان لے آئے اور جسکی وجہ سے شامپولیوں کو اپنے اکتشافات کے لئے ایک راستہ مل گیا (بڈیکر ۳۱۶)؛ وہ اس تبخانے کی تزئین کرتا ہے جو فلومیتور والے ایسس کے بتکدہ کے چھتے کے مغرب میں واقع تھا؛ اسمیں بہت سے اہم مناظر کا چربہ اتارا گیا تھا۔ اس تبخانے کو اس مکان کے طرز پر بنایا گیا تھا جسمیں ہوروس کا پیدا ہونا بیان کیا جاتا تھا (بڈیکر ۳۳۰)؛ اسکے دکہ کے بت کدہ پر بھی کچھ کام کیا (بڈیکر ۳۵۰، ۳۵۲)؛ اسپرب ۱۳۶ ق م کا کتبہ ہے۔

نیز دیکھو کلیس، پاؤلی ۶، ۱، ۲۲۳۰ میں۔

بطالسہ میں سب سے زیادہ اوباش، وہ جسنے اسکندریہ کے یونانی عنصر کو سب سے زیادہ نقصان پہونچایا وہی دیسی مصری فنون کا سب سے بڑا سرپرست تھا، اور یہ اس ملک اور اس زمانے کے عین حسب حال ہے۔ مصری دیسی تمدن کی سرپرستی کیوجہ سے فیکون کو ہمالی اپنی کتاب "سلطنت" میں مصر کا بہترین حکمراں کا لقب دیتا ہے (۳۸۸)۔ کیا کوئی شخص جو بحیثیت انسان کے سراسر بیکار ہو وہ بحیثیت حکمراں کے بہترین کہا جا سکتا ہے؟ کیا بہترین فرمانروا کو اخلاقا بھی ایک حد تک اچھا شخص نہیں ہونا چاہیے؟ کیا وہ مصریوں کے یہودیوں اور یونانیوں کا فرمانروا ابھی نہیں تھا؟ کم سے کم یہ بات تو یقینی ہے کہ جہاں تک یونانیوں کے

باب ۱۲ | کو وسیع کرنے کے لئے اپنا مال و دولت بے دریغ خرچ کرتا تھا اور ساتھ ہی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - تاریخ کا تعلق ہے وہ کسی ممتاز تاریخی مقام کا مستحق نہیں - علاوہ ازیں وہ تمدن جن پر فیسکون نے حملہ کیا، یعنی یہودی اور یونانی، وہ دونوں قدیم مصری تمدنوں سے ارفع و اعلیٰ تھے، اور خود فیسکون کے خیالات بھی یونانیت لئے ہوئے تھے نہ کہ مصریت - اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے قدیم مصری تمدن کی جو سرپرستی کی وہ محض حکمت عملی پر مبنی تھی - اگر اس نے اس حکمتِ عملی پر ایک ظالمانہ انداز سے عمل کیا، تو مقصد اچھا ہو، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس مقصد کے حصول کے طریقے بھی اچھے ہونگے - مہافی بالکل ٹھیک کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ ٹی بیریوس کی طرح فیسکون کے معائب میں بھی اسکے مخالفین نے مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہو - ممکن ہے کہ یونانیوں نے مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہو لیکن اس میں شبہ نہیں کہ وہ ایک بدمعاش شخص تھا اور نتائج کا اسے کبھی خیال نہیں رہتا تھا -

عہد بطالسہ میں مصری فنون - بطلیموسی چوٹیاں : ماسپیرو : مصری آثاریات : Maspero: Archeol. egypt. صفحہ ۲۰۵، نیز دیکھو بیڈیکر ۲، ۳۳ - انکے عہد میں طرز تعمیر نفیس ہوگیا ؛ لیکن فیلیایوں کے چوٹیوں کے طرز میں کچھ زیادہ فرق پیدا نہیں ہوا - سنگ کاری : اسکندر دوم کا عظیم الشان مجسمہ باقی ہیں ؛ صفحہ ۲۲۹، تصویر ۲۰۲ -

یہاں میں بطلیموسی مصر کے عظیم ترین سندوں میں سے ایک کا اقتباس دیتا ہوں، گو میں یہاں یہ ظاہر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے اس حاشیہ کے لکھنے تک میں نے یہ کتاب نہیں پڑھی تھی - ر - سٹوئیرٹ پول اپنی فہرست سکہ جات یونانی (اسکندریہ) ، لندن ۱۸۹۲ء صفحہ XXXlv میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں، جو دلچسپ ہونے کے ساتھ ہی میرے خیال کے مطابق تھا : " بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے اولین دو بطالسہ کی دولت اور تزک اور فلادیلفوس کے جلوس جیسے مواقع پر انکی خوشی و مسرت کا یہ تقاضا ہوگا کہ ان کے عہد میں فنون میں معتدبہ ترقی ہو جائے اور اس زمانے میں تمثیل کا جو شوق تھا اس سے فنون کو ایک خاص سمت میں راستہ مل گیا ہوگا - لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ میوزخانے میں حکمیات کی جو پرورش ہوتی تھی اسکے خلاف بھی ایک زبردست تحریک موجود تھی - علاوہ ازیں زمانہ مابعد کے بطالسہ مصری زیادہ تھے یونانی کم - انہی اسباب سے اسکندریہ کے فنون صرف اسکندریہ تک ہی محدود تھے

باب ۱

جہاں وہ اپنے حلیفوں کے لئے اسباب امن و امان اور اپنے لئے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ — اور ان کا نشو و نما کما حقہٗ نہیں ہو سکا تھا۔ اسکے برعکس جب حکمیات کی جگہ فلاطونیت نے لی تو اس سے ایک جدید طرز کا یونانی اثر پیدا ہو گیا اور بت خانے کو ایک جدید طرز پر منظم کرنا پڑا تاکہ فلاطونیت کے درس دیئے جا سکیں۔ اب مصری فنون کے راستے میں کوئی مزاحمت تو رہی نہیں تھی۔ لہٰذا اس نے اس یونانی اصول کے راستہ پر، جو رسیں اس سے پہلے بو دیا گیا تھا۔ ترقی کرنی شروع کی۔ یہ مخلوط فنون بعض مشہور و معروف انواع میں نظر آتے ہیں جیسے ای سس اور شائد اسکے پجاریوں کی نوع۔ وہ تمام دوسرے غیر متعین اور محض نقالانہ فنون کے مشابہ ہیں، اور انہیں معلومات اور اعتماد کی کمی نظر آتی ہے ۔ ۔ ۔ جب روما نے مصر فتح کیا ہے تو اسکے فنون دنیائے یونان کے فنی معیار سے بہت گر چکے تھے (ص XXXV عہد بطالسہ میں دریائے نیل کی پوجا؛ ایضاً ص LXX وغیرہ۔ نیل اور اوزی رس ایک ہی دریا نے دو نام ہیں، چنانچہ اسکندر وی ثالوث، جیسیں سار اپس، ای سس اور ہرپو کرا ٹیس شامل تھے، اسمیں سار اپس کے شکل میں نیل بھی شریک تھا۔ یونانی ایک دریائی معبود کو پسندیدہ سمجھتے تھے نیل کے جوڑے کا نام یو تھے نیہ (= ای سس) تھا۔

حاشیہ (۲۱) ص — شامی عیش پرستی کے لئے میں ناظرین کتاب ہذا کو موم سن: "تاریخ روما جلد ۵۔ اسکے مفصلہ ذیل فقروں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض مزاحاً انکے ساتھ منسوب کیا گیا تھا، لیکن ہم اوپر دیکھ چکے ہیں (باب ۱۸، حاشیہ ۷) یہ لفظ سرکاری طور پر استعمال کیا جاتا تھا، چنانچہ اس سے تفریح گاہوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ موم سن کہتا ہے: "تمام زمانہ قدیمہ میں انطاکیہ قریب دافنے" کے برابر (جو اسکا نام پڑ گیا تھا) کوئی دوسرا شہر ایسا نہیں تھا جسمیں زندگی مسرت سے کاٹنے کو اسقدر اہمیت دیجاتی ہو یا فرائض منصبی کی صرف اتنی حیثیت باقی رہی ہو اور انطاکیہ قریب دافنے" کا مفہوم پس اسی طرز کا ہوگا جو ہم "واٹنا قریب پراٹر" کے الفاظ سے لیتے ہیں":
موم سن یہ بھی کہتا ہے (۵، ۲-۳) کہ "سوریہ اور اس سے بھی زیادہ مصر کو اپنے اپنے صدر مقاموں نے گویا گھیر لیا ہے، اور نہ تو صوبہ ایشیا نہ ایشیائے کوچک میں انطاکیہ یا اسکندریہ جب ایک ہی شہر ملتا ہے بلکہ ان ممالک کا دار و مدار بہت سے ثانوی بلدیات پر ہے"۔ ہمارے نزدیک یہ حکم لگانا درست نہیں ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ شام کو انطاکیہ نے گھیر لیا ہو" ہمارے نزدیک

باب ۱۲ | رسل و رسائل اور تجارت کے امکانات مہیا کرتا تھا، وہاں گویا اس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ شام میں یونانیوں کی جو حالت تھی وہ بہ نسبت مصر کے ایشیائے کوچک سے کہیں زیادہ مشابہ تھی ۔ اگرہم سلیوکیہ بر دریائے دجلہ کا اسلئے ذکر نہیں کر سکتے کہ وہ سوریہ خاص میں واقع نہیں تھا، تاہم "برادرانہ بلدیات" (" اویلفوئے دیموئے") کا وجود (دیکھو اوپر، حاشیہ ۱۲) ہی اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ یہاں بھی ہر چیز کا مرکز محض صدر مقام نہیں تھا، اور طرسوس ایک طرح پر بالکل آزاد تھا ۔

موم سن ایشیائے کوچک کے شہروں کے مابین مخالفت پر بحث کرتا ہے ۔ میں نے اس موضوع کی طرف ناظرین کی توجہ پھر باب ۲۹ میں مبذول کی ہے ۔

سلطنت سوریہ میں فنون لطیفہ کے متعلق دیکھو زٹل : "آثاریات فنون" Sittl: Archæologie der Kuns' ، میونخ ۱۸۹۵ء، صفحہ ۶۰۲ ؛ یہ اسی مقام پر سیدا وا لے اسکندری تابوت پر بھی بحث کرتا ہے ۔ بطلیموسی مصر میں فنون لطیفہ کے موضوع کے لئے دیکھو ایضاً، صفحہ ۶۰۶ ۔ زٹل کے بیانات سے مصر کی کمتری صاف ظاہر ہو جاتی ہے ۔

حاشیہ (۱) صفحہ ۶۷۱ عام طور پر پرگامم کے لئے دیکھو اوپر باب ۲ و ۵ و ۱۳ (حاشیہ ۶)! نیز سوین : "تحقیقات متعلق شاہان پرگامم" Sevin: Rech, sur les rois de Pergame "یادداشتہائے نوشتجات قدیمہ" Mem. Anc. Inscr. ۱۲؛ مانسو "اتالوسیان" Manso: "سلطنت پرگامم" Uber die Attalen بریزلاؤ، ۱۸۱۵ء؛ ای ۔ مے یر! E. Meier Das Perg. Reich ، "محیط المحیط ارش و گروبر" Ersch and Gruber's Encyc. ۳ ، ۱۶ ؛ ویگنر : "دربار اتالوسیان" Wegener: De anla Attalica جلد ا، ۱۸۳۶ء ۔

"اضافہ جات تاریخ و توصیف ایشیائے کوچک" (روداد برلن اکاڈمی، ۱۸۷۲ء) میں کرتیوس و ادلر کے مضامین Cur tius and Adler in Beitr. Zur Cesen und Topog. Kleinasiens bhandl der. Berl. Akad. کے بعد ہومان Humann کے اکتشافات ہوے اور کونزے Couze کی حکیمانہ صلاح کاری اور ہومان کے مزید کوششوں کا نہایت درخشاں ثمرہ نکلا جس کو ابھی تک کافی استعمال نہیں کیا گیا ۔ ان کھدائیوں کی ابتدا ۱۸۷۸ء میں ہوئی تھی ۔ اور ان کی وجہ سے جو کتابیں لکھی گئیں انکی فہرست بوئیسر کے "یادگارہائے"

معاوضے میں روپیہ کا مطالبہ کرنے سے بھی نہیں چوکتا تھا اور اسے وصول بھی کرلیتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اتالوسیوں کے عظمت کا راز انکی جمع پونجی تھی۔ اسی روپیہ سے انھوں نے اپنی فوج اور بیڑا آراستہ کئے، بے چین ایشیائی حکمرانوں کا سختی کے ساتھ مقابلہ کیا، اور اس روپ میں وہ مغربی ایشیاء کو جنکے والوں کو، جنھیں یونانی تمدن پھیلا ہوا تھا، نجات دہندوں کی شکل میں نظر آئے۔ اپنی حکمت عملی میں انھیں اس ملک کے جغرافی کیفیت سے بہت کچھ مدد ملی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کئے کوس کی وادی اندرون ملک میں بہت زیادہ نہیں جاتی، اور ایک بات جو خاص طور پر قابل لحاظ ہے یہ ہے کہ اس وقت انکے اور اندرون ملک کے مابین سڑکوں کا وجود نہ تھا جسکی وجہ سے اسے اس نواح سے علی العموم کسی قسم کے خطرے کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تھا۔ اس کے برعکس بندرگاہ ایلائیہ کے ذریعہ سے ملک پرگامم کا ساحل بحری کے ساتھ بہت اچھا تعلق تھا، جسکے باعث اتالوسی یونان کے ساتھ اپنے تعلقات قائم رکھ سکے اور تیسری صدی ق م سے برابر ایک معتدبہ بحری قوت کو مجتمع کرسکے۔ سب سے پہلے ہم اس سلطنت کی تاریخ کا خاکہ پیش کریں گے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ (Boumeistsr: Denkmaler) (صفحہ $\frac{1206}{1287}$) کے نہایت لطیف مضمون "پرگامم" (صفحہ $\frac{12}{11}$) میں دی ہوئی ہے، اس مضمون کا تاریخی جغرافی حصہ فابریکیوس Fabricius نے اور وہ حصہ جسمیں سنگ کاری کا ذکر ہے۔ ٹرینڈلین برگ Trendellenberg نے لکھا تھا اور ۱۸۸۶ء تک جسقدر تنقید کی گئی ہے اس کا خلاصہ مندرج ہے۔ باضابطہ کتابوں وغیرہ میں سے مفصلۂ ذیل کا ذکر ضروری ہے:۔ فرینکل، فابریکیوس و شخہارٹ "نوشتہ جات پرگامم" برلن Fraenkel Fabricius und Schuchhardt: Dio Inschriften von Pesg سنہ ۱۸۹۰ء، سوبودا: "پرگامم کی کھدائیاں" Swobada Die U.k. von Perg., Rh. Mus $\frac{47}{97}$ جہاں دو دریلوکی میں شہر پرگامم کے ادارات سیاسی مثلاً مجلس خاص و جمعیت عموم کا ذکر کیا گیا ہے۔ غالباً اتھرائے گوسوں کو بادشاہ مقرر کرتا ہوگا دیکھو ادیر باب ۵ حاشیہ ۱۲۔ مقابلہ کرو دھانی: یونانی زندگی باب ۱۲۔

لیزی ماخوس کا خزانہ فلے تائروس ساکن تیوس کی نگرانی میں تھا اور اسے وہ پرگامم کے قلعہ میں محفوظ رکھتا تھا۔ اس نے اپنے مالک سے بغاوت کردی اور چونکہ وہ ہارپاگوس کی بہ نسبت قسمت کا اچھا تھا اور اس سے زیادہ چالاک بھی تھا اس لئے اسے کامیابی ہوئی اور اس نے اس خزانے کو کام میں لاکر اپنے لئے ایک راجدھانی قائم کرلی۔ اسکے بعد اسکا بھتیجا یومنیس اوّل تخت نشین ہوا اور اس نے ۲۶۳ سنہ ق م سے ۲۴۱ سنہ ق م تک حکومت کی۔ یہ یومنیس پہلے تیوس کے قریب اماسترس کا حکمران تھا جسے بعد میں اس نے یوتھوس کو دیدیا۔ ہم باب ۹ میں دیکھ چکے ہیں کہ کسطرح ۲۶۲ سنہ ق م کے قریب اسکی سارڈس کے قریب انطاکوس اوّل سے آویزش ہوئی اور اس نے اس جنگ میں کامیابی حاصل کی۔ اسکے بعد ۲۴۱ سنہ ق م میں فلے تائروس کا ایک دوسرا بھتیجا، یومنیس کا بھائی، اتالوس اوّل تخت نشین ہوا اور اس نے ۱۹۷ سنہ ق م تک حکومت کی اور یہی وہ بادشاہ ہے جسنے ۲۴۰ سنہ ق م میں کلٹوں پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد بادشاہ کا لقب اختیار کیا۔ انطاکوس دوم غالویوں کا طرفدار تھا، چنانچہ اتالوس نے اسے بھی نیچا دکھایا، اور اسکے بعد (یوستی نوس کے الفاظ میں) وہ ایشیائے کوچک کے بیشتر حصے کا مالک بن گیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ یہ شان و شوکت زیادہ دن تک نہیں رہی لیکن اس کے آثار یقیناً باقی رہ گئے۔ ۲۲۲ سنہ ق م تک تو اسکی قوت میں روز افزوں اضافے ہوتے گئے، لیکن اس کے بعد اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

سلیوکوس دوم اور اس کا بھائی انطاکوس ہیئراکس ۲۲۳ سنہ ق م تک برابر ایک دوسرے کے دست و گریباں رہنے کیوجہہ سے ترقی نہ ہوسکی اور سلیوکوس سوم بھی (جسنے ۲۲۶ سنہ ق م سے ۲۲۳ سنہ ق م تک حکومت کی) ناکام رہا۔ اب ایشیائے کوچک کے مختلف ملتیں بھی اتالوس کی طرف ہوگئیں اور اتالوس نے انکی حمایت کا وعدہ کیا لیکن سلیوکوس سوم کے عہد حکومت کے دوران میں اکائیوس نے اس روئے ایشیا میں شام کی قوت کا سکہ جمادیا

اور انطاکوس سوم نے اس اقتدار کو قائم رکھا۔ ہمارے نزدیک استرابو نے یہ جو کہا ہے کہ سلطنت پرگامم میں صرف وادی کئے کوس شامل تھی اس سے مراد سنہ ۲۲۰ ق م کے بعد کے عہد سے ہوگی۔ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اتالوس کے بڑے بیٹے یومنیس دوم (سنہ ۱۹۷ تا ۱۵۹ ق م) نے اپنے شہر کو فنی اور حکیمانی ایوانوں سے سجایا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خود اتالوس اول نے شہر کی تزئین میں کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا، حالانکہ ہم دیودوروس میں پڑھتے ہیں کہ فیلقوس نے پرگامم کے فنی خزینوں کو سنہ ۲۰۱ ق م میں تباہ و برباد کردیا تھا۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے پہلے یعنی سنہ ۲۰۹ ق م میں اتالوس ایولیوں کا سپہ سالار تھا اور اس نے ان سے اِئی گینا خرید کر اس جزیرے کو ایتھنز میں اپنے ممتاز و درخشاں کارناموں کے لئے گویا ایک مرکز بنایا، تو ہم اسی نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ پرگامم کے درخشانی و تابناکی کی ابتدا اس ملک کئے سب سے بدمعاش بادشاہ نے نہیں ہوئی ہوگی۔ زمانہ مابعد میں پرگامم نے بڑی بھاری ترقی کی، لیکن اس کا سبب یہ تھا کہ انطاکوس کے خلاف یومنیس نے رومنوں کا ساتھ دیا تھا، چنانچہ اب روما اسکی ترقی میں اس کا ممد و معاون بن گیا۔
ہم باب ۱۳ میں پرگامم کے محل وقوع کا عام تذکرہ کرچکے ہیں[1]۔ لینرہی ماخوس

---

[1] پرگامم کا بیان، استرابو ۱۳، ۶۲۳ وغیرہ۔ اتالوس اول کا اقتدار، یوستی نوس ۲۷، ۳ کیمے، فوکیہ، سمرنا، ائیے گئے، تیمنوس، تیوس، کولوفون، ان سب کا تعلق اتالوس اول سے تھا: پولی بیوس ۵، ۷۷ (سنہ ۲۱۸ ق م)۔ سنہ ۲۰۱ ق م میں پرگامم میں فنی شاہکار: دیودوروس ۲۸، ۵۔ ایتولیوں سے اِئی گینا کی خرید: پولی بیوس ۲۲، ۱۱۔ پولی بیوس ۱۸، ۲، کہتا ہے کہ سنہ ۱۹۷ ق م میں اتالوس نے افرودیزیوم و نیکے خوریوم کی خانقاہوں کو، جنہیں فیلقوس نے مسمار کردیا تھا، از سر نو بنانے کا مطالبہ کیا۔ استرابو (۱۳، ۶۲۴) کہتا ہے کہ اس نے "مقدس نیکے فوریوم کی تعمیر کی"۔ لیکن اس سے صرف یہ بات ثابت ہوتا ہے کہ اسکی مرمت ہوئی ہوگی۔ استرابو پرگامم کی تاریخ سے کما حقہ، واقف نہیں تھا۔ مقابلہ کرو میشکے: "اضافہ جات تاریخ یومنیس دوم" Meischke: Symbolæ ad. Eum II His am لائبزگ، سنہ ۱۸۹۲ء، خصوصاً صفحہ ۴۲

باب ۲۱ ب

کا قلعہ جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا، ایتھنز کے اکروپولس سے ذرا چھوٹا تھا شاہی عہد کے ابتدا میں اس قلعہ کو ذرا جنوب کی طرف وسعت دیگئی اور یومنیس کے عہد میں انمیں مزید اضافے ہوئے، جنکے آثار اس وقت تک باقی ہیں۔ یومنیس کے عہد میں قلعہ شمال و مغرب سے جنوب مشرق کی طرف تقریبًا دو تہائی میل اور شمال و مشرق سے جنوب مغرب کی سمت میں تقریبًا نصف میل تھا۔ لیکن اس رقبہ سے باہر بھی متعدد مکانات، مندر اور دوسری عمارتیں تھیں۔ زمانہ ما بعد میں یعنی رومن اور بزنطینی عہد ونیں فصیلوں کا محیط دو مرتبہ کم کر دیا گیا، اور قربانگاہ زیوس کے جو مجسمے برآمد ہوئے ہیں وہ دراصل بزنطینی فصیل کے تھے۔ اتالوسیوں کے زمانے میں پرگامم کے زندگی عامہ کا مرکز اگورا تھا، جو پہاڑ کے ایک جنوبی شاخ پر واقع تھا۔ اگورا کی جگہ دراصل دو بڑے بڑے چبوتروں پر تھی جنمیں سے اوپر والا چبوترہ (جسمیں زیوس کی قربانگاہ سطح سمندر سے ۸۶۵ فٹ تھی) تہواروں کے لئے استعمال ہوتا تھا، اور دوسرے چبوترہ پر (جو سطح سمندر سے ۸۲۵ فٹ اونچا تھا کاروبار انجام پاتا تھا۔ اس دوسرے چبوترے کے مغربی حصے میں ایک چھوٹا سا بتخانہ تھا جسے آجکل دیونی سیوس کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اگورا اور بت خانہ اتھینے میں، جس کا ابھی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اگر سیاسیات میں کاروباری طریقے کا رواج دیکھنا ہو تو پرگامم کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہئیے۔ پرگامم کے حکمرانوں نے روپیہ لیکر ایشیا کے یونانیوں کی حفاظت کی اور اتیولیوں کے لئے ایک قلعہ بنایا۔ انھوں نے اپنا روپیہ لگا کر اجیروں کو اپنی فوج میں بھرتی کیا اور جنگی جہاز بنائے اور ساتھ ہی اپنا روپیہ خرچ کر کے اور اپنے اقتدار کو کام میں لا کر انھوں نے امن و امان اور تہذیب و تمدن کو فروغ دیا۔ لیکن فلپے تائروس کے تغلب کی وجہ سے انکے ماتھے پر جو کلنگ کا ٹیکا لگا ہوا تھا وہ آخری فرمانروا کے طرز عمل کی شکل میں رونما ہوا، جسنے بالکل ذاتی ملک کی طرح اپنی تمام سلطنت رومنوں کو وصیت کر دی اور اسکی وجہ سے ایشیائے کوچک کو مصائب و آلام کا شکار بنا دیا۔ دیکھو نیچے باب ۲۵۔

تھوڑی دیر میں ذکر کیا جائے گا، تقریباً دو سو گز لمبا ایک چبوترہ تھا جس پر ناٹک کی تماشہ گاہ بنی ہوئی تھی۔ تماشہ بینوں کے نشستیں اوپر قلعہ کی جانب جاتی تھیں جو اگورا سے بالاتر تھا اور جس میں (اتھینے کا مقدس حرم شامل تھا۔ اس حرم کے شمال اور مشرق کے حدود پر بہت سی محرابیں تھیں اور جنوب و مغرب میں جہاں چٹان ختم ہوتی ہے، وہاں اس دیبی کا بت خانہ تھا جسکی پوجا گی ہر دلعزیزی سکوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگرچہ پرگامم کا نام اور اتھینے کے پوجا سے تروائے کے ساتھ ایک طرح کا تعلق ظاہر ہوتا ہے تاہم شہر کی بنیاد اسکلے پیوس کے پرستش سے شروع ہوئی جو ایپی ڈورس سے آکر یہاں مروج ہوئی تھی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اسکلے پیوم ذرا نیچے تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شائد شہر کے حصۂ زیریں اور حصۂ بالائی کا آغاز مختلف زمانوں میں ہوا ہوگا۔ اوپر والے حصے کے جن محرابوں کا ذکر کیا گیا ہے انکے درمیان مورچے تھے جنپر فتوحات کی یادگاری ہنستیں تھیں جن میں سے بعض اسوقت تک محفوظ ہیں۔ شمالی دروازے کے عقب میں بہت سے کمرے تھے جنمیں شائد پرگامم کا مشہور کتب خانہ ہوگا۔ اپنے شباب کے زمانے میں پرگامم کا قصر شاہی اتھینے کے تبخانے کے شمال و مغرب میں ہوگا، اور سلطنت روما کے عہد ثانی میں ٹراجن کے نام کا ایک حرم وہاں بنایا گیا۔ میں یہاں شہر کے زیریں حصے کے ان عمارتوں کا بیان نہیں کروں گا جو رومنوں کے عہد میں مکمل ہوئی تھیں، لیکن ۱۶ فٹ چوڑا ضیافتی راستہ جو مغرب کی طرف تقریباً ۱/۲ میل تک ایک بُت کدے کو جاتا ہے جیسے قریب کے ایک چشمے کی وجہ سے اسکلے پیوم سمجھا جاتا ہے، غالباً رومنوں سے پہلے کا ہے۔ پرگامم کے نزدیک بہت سے عظیم الجثہ تودے ہیں جن کے اندر کمرے بنے ہیں۔

اب یہاں کے مشہور و معروف قربان گاہ کی طرف آئیے اور ساتھ ہی ساتھ یہاں کے سنگ کاری کی طرف رخ کیجئے۔ اولیمپیا کے قربان گاہ زیوس کیطرح یہ قربان گاہ بھی قربانی کے جانوروں کے راکھ سے بنی تھی، لیکن یہاں اس راکھ کا تودہ ایک چبوترے کے وسطے میں تھا جو ۳۰ گز لمبی چوڑی اور

باب ۲۱

تقریباً ۱۶ فٹ اونچی تھی اور اسپر کو مغرب کی طرف سے سیڑھیاں جاتی تھیں۔ اس چبوترے کے ہر چہار طرف دیوؤں کا مشہور منبتی حاشیہ تھا جو ۹ فٹ اونچا تھا اور اسکے تین طرف ایک چھتہ تھا۔ اسپر بھی حاشیہ اور پرگامم کے افسانوں کی منبتی تصاویر بنی ہوئی تھیں لیکن یہ اس دوسرے حاشیہ سے ذرا چھوٹی تھیں۔

پرگامم کے سنگ کاری[۳] کیوجہ سے انیسویں صدی عیسوی میں دو مرتبہ یونانی فنون لطیفہ اور انکے ارتقا کی بابت ہمارے معلومات میں اضافہ ہوا ہے اوّل تو اسکے آغاز کے ثبوت اور اتالوس اول کے فنی شاہکاروں کے قدر و قیمت کی وجہ سے اور دوسرے ۱۸۷۸ء اور اسکے بعد پرگامم میں خود پرگامم میں قربانگاہ والی منبتوں کے انکشاف کی وجہ سے۔

---

[۳] پرگامم کے سنگ کاری کے لئے دیکھو ٹرینڈلین برگ کے اوپر والے مضمون میں جن تصانیف کا حوالہ دیا ہوا ہے (ص ۱۲۷)؛ اس کا مختصر حال کیکولے Kekule؛ بیڈیکر یونان Baed. Griechenl ص cxi وغیرہ میں درج ہے۔

قدیم تذکرے، پلینی ۳۴، ۸۴ (اتالوس اول و یومینیس ۲)؛ پوسانیاس ۱، ۲۵، ۲۔

جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے، یہ خیال رکھا جائے کہ ۱۹۱ ق م میں یومینیس کے غالویوں سے تعلقات جاری تھے اور اس نے (دیودوروس ۳۱، ۱۴، ۲ کے مطابق) ۱۶۶ میں انھیں شکست دی تھی۔ اتالوس اول نے غالویوں پر جو غلبہ حاصل کیا اسے آجکل اس بیان کو ملحوظ رکھ کر اتنی اہمیت نہیں دیجاتی جتنی کا وہ مستحق ہے۔ سب سے اہم امر یہ تھا کہ غالوی خود اپنے ملک میں محدود رہیں اور اس نے یقیناً یہ کر دکھایا۔ کہا جاتا ہے کہ محض غالویوں پر غلبہ حاصل کرنے سے وہ شاہی خطاب کا مستحق نہیں ہو سکتا تھا لیکن اس نے شاہی خطاب ضرور اختیار کیا۔ لوگوں کا شیوہ ہے کہ جب اپنے خیال کے بموجب انھیں فتوحات حاصل ہوں یا جب وہ دوسروں پر اثر ڈالنا چاہیں کہ انھیں کامیابی ہوئی ہے اسوقت وہ اپنے کارناموں کو منایا کرتے ہیں۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اتالوس اول کی بجائے یومینیس دوم نے غالویوں کو فتح کیا، دیودوروس کا ایک مقولہ (۳۱، ۱۴) پیش کیا جاتا ہے کہ اس نے غالطی قوم کو اپنے قبضے میں کر لیا (ڈیٹنبرگر ۱، ۲۲۱)؛ لیکن یہ واقعہ پر مبنی نہیں ہے اسلئے کہ

باب ۲۱

ہیں پلینی اور پئوسانیاس کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اتالوس سوم نے غالویوں پر جو فتوحات انھیں حاصل ہوئیں انکی یادگاریں قائم کرنے کے لئے مجسمہ ساز مقرر کئے۔ پلینی کہتا ہے کہ اتالوس و یومینیس نے غالویوں کے جنگوں کے تانبے کے یادگاری مجسمے بنانے کے لئے چار کاریگروں کو نوکر رکھا؛ پئوسانیاس کہتا ہے کہ اتالوس نے چند چڑھاوے ایتھنز کے اکروپولس میں منون کئے جن میں دیوؤں، امیزنوں اور ایرانیوں کی ایتھنزیوں کے ہاتھ اور میرٹیہ میں غالویوں کی شکستیں تین تین فٹ کے قریب لانبے مجسموں میں دکھائی گئی تھیں، لیکن وہ یہ نہیں کہتا کہ یہ مجسمے کس دھات سے بنائے گئے تھے۔ نبی Nibby نے اسبات کا انکشاف کیا ہے کہ کاپی تول کے نواورخانہ میں مرتے ہوئے نام نہاد شمشیر باز کا جو بت ہے اس سے دراصل مرتا ہوا غالوی مراد ہے، اور روشیت Rochette نے یہ طے کردیا ہے کہ والاؤدوویسی والے مجموعے موسومہ "آریہ وپئےتوس" میں دراصل غالویوں کی شبیہیں ہیں، اور برون Brunn نے اس سے پہلے ہی ان سب شاہکاروں کو پرگامم کے ساتھ منسوب کردیا تھا لیکن اسکے بعد برون نے یہ دریافت کیا کہ سنگ مرمر کے بہت سے مجسموں کو جو وینس، نیپلز اور روما کے جیسے مجموعوں میں منتشر ہیں، دراصل ایتھنز والے پرگامم کے چڑھاوؤں کی نقلیں سمجھنا چاہئے۔ یہ بالکل ممکن ہے بلکہ اغلب ہے کہ کاپی تول اور والاؤدوویسی والے مجسمے ان تانبے کی مورتوں کی نقلیں ہوں جو پلینی کے قول کے بموجب پرگامم میں تھیں۔ چھوٹی شبیہیں جنمیں جھکتے ہوئے، مرتے ہوئے یا مردہ دیو امیزن اور ایرانی دکھائے گئے تھے وہ شائد زوردار

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ غالطی برابر آزاد رہے۔ سچ ہے کہ دونوں حکمراں بیکار تفاخر وتکابر کے مرض میں مبتلا تھے لیکن اتالوس نے یومینیس سے تھوڑا بہت زیادہ ہی کردکھایا۔

پئوسانیاس ۵، ۱۳، ہ میں قسر بانگاہ کا کچھ یوں ہی سا ذکر ہے؛ اسکا مفصل بیان اپنے لیوس میں ملے گا۔

باب ۱۲

مجسموں کی ذرا کمزور سی نقلیں ہوں ؛ لیکن ہمارے نزدیک مرتا ہوا غالوی اور لوڈوویسی مجموعہ ان عظیم ترین فنی شاہکاروں میں سے ہیں جو قدما ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں ۔ دونوں سے دلپر ایک خاص اثر ہوتا ہے اسلئے کہ ایک طرف تو انکا موضوع ہی دلکش ہے اور دوسرے فاتحوں نے اپنی فنی مہارت کو کام میں لاکر مفتوح کی شبیہیں کچھ ایسے شریفانہ انداز سے بنائی ہیں کہ خود بخود دلپر ایک خاص اثر پڑتا ہے ۔

قربان گاہ کے عظیم الشان حاشیہ سے زمانہ مابعد کے پرگامم کے فنون کی ایک بالکل جدید اور تحیر آمیز جھلک ہماری نگاہ کے سامنے آتی ہے ۔ ان شبیہوں میں تیزی کے ساتھ حرکت کرتے ہوے اجسام دکھانے کی کوشش کی گئی ہے اور انہیں ایک ناٹک کی کیفیت اور بیحد توانائی نمایاں ہے ۔ پہلے زمانے کے شبیہیں تو ایک مسلسل حاشیے میں محدود کردیجاتی تھیں اور جو مدارج ہوتے تھے وہ گویا نقشے ہی میں سے کاٹ دیئے جاتے تھے ۔ قربانگاہ کے پیندے کے چاروں طرف دیوؤں کا حاشیہ ہے اور اس سے تحت الثریٰ کے واسیوں کو دکھایا گیا ہے ؛ انکے اوپر قربانی کا دھواں آسمان کی طرف جاتا ہوا نظر آتا ہے ۔ ہم یہاں دیوؤں کو آسمان پر حملہ کرتے ہوے نہیں دیکھتے بلکہ خود معبود زمین پر آتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو انکے گھروں میں پاکر انکا بیخ ناس کردیتے ہیں ۔ تنوع کے خیال سے ان دیوؤں کے اجسام کی ہر ممکن ہیئت ظاہر کی گئی ہے ؛ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ دیو بدصورت نہیں اور انکی شکلیں مضحکہ خیز ہرگز نہیں ۔ اس حاشیہ میں ذہنی اظہار کے بہت کم آثار ملتے ہیں ، لیکن اسکی امید بھی تو نہیں تھی ۔ ہم تمام حاشیہ کے مجموعی اثر کو خارجی ہی کہہ سکتے ہیں ، لیکن انفرادی مجسمے تو سنگ کاری کے بہترین نمونوں میں سے سمجھنے چاہئیں ۔ چھوٹا حاشیہ اس سے بالکل مختلف ہے بلکہ وہ اس سے زیادہ خوشنما بھی ہے اور ہمیں کہیں کہیں مستزاد مورتیوں سے جگہ بھر دی گئی ہے ۔

پرگامم کے سکے نفیس ہیں لیکن انمیں زیادہ تنوع نہیں پایا جاتا ۔ انمیں ہیں

ہم کستوفوری سکوں کا شمار کرینگے لیکن یہ تقریبًا ہمیشہ ہم شکل ہوتے ہیں۔
پرگامم کے فنون لطیفہ کا اثر میرنا کے پکی مٹی کے مورتوں سے بھی

لہ۔ پرگامم کے سکے۔ امہوف بلومر: پرگامم کے خاندان شاہی کے سکے Pergamon Im hoof-Bluner Die Macnzen der Dynas. tie von اکاڈمی برلن ۱۸۸۴ء؛ ہیڈ ۴۵۹ وغیرہ؛ فہرست سکہ جات نوادرخانہ برطانیہ، میئریہ، مولفہ ورتھ Wreth لندن ۱۸۹۲ء)۔ پرگامم نے ابتداہی سے جلدی سکے ڈھالنے شروع کردیئے تھے؛ دیکھو فہرست سکہ جات نوادرخانہ برطانیہ ص ۱۱/۱۲ (اپولو یا اتھینے کے پوجا) و ص XXIX فلے تائروس نے ایکائی چودرہمیاں ڈھلوائیں جنپر سیدھی طرف سلیوکوس کا سر تھا اور الٹی جانب نشستہ پالاس؛ یہاں اس لئے دراصل لیزی ماخوس کی نقل کی تھی لیکن لیزی ماخوس کے سکوں پر ڈھال معبودہ کے پیچھے رکھی نظر آتی ہے۔ علاوہ یومنیس دوم کے باقی یومنیس اول اور اسکے جانشینوں نے چودرہمیاں بنوائیں انکے سیدھی طرف فلے تائروس کا سر اور دوسری جانب نشستہ پالاس ہے؛ لیکن یومنیس دوم (۱۹۷/۱۵۹ سنہ ق م) کے سکوں کے ایک طرف خود اسکی شبیہ اور دوسری جانب دیوسکوری یا کبیری کی مورتیں بنی ہیں۔ گیبلر (: "اریری تھرائے") Gaebler Eryt e ص ۵۱/۵۲) کا رجحان یہ ہے کہ یہ فلے تائروس کے سروالے سکے دراصل اتالوس اول کے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اتالوس اول تک تبدیلی کی کوئی قطعی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ لیکن اگر یہ واقعہ ہے کہ یومنیس اول نے انطاکوس کو ساردس میں شکست دی (استرابو ۱۳، ۴، ۲، ۶) تو پھر یہ بات بالکل سمجھ میں آتی ہے کہ اس نے کیوں مغلوب حکمراں کے سر کو سکوں سے نکال دیا ہوگا۔

کستوفوری۔ تقریبًا سنہ ۲۰۰ ق م میں ایک جدید سکہ یعنی کستوفوروس ایفی سوس میں ڈھالا گیا اور یہ اسقدر مقبول ہوا کہ بہت جلد اسکا چلن تمام مغربی ایشیائے کوچک میں ہوگیا؛ اسکا نام کستوفوروس اسوجہ سے پڑگیا کہ اسپر ایک "کستا" یا صندوق کی شکل بنی ہوئی تھی جو راز ہائے باکھوس میں استعمال ہوتا تھا، اور اسمیں دراصل اس افسانے کا حوالہ دیا ہوا تھا کہ کیبلے نے باکھوس کو چند خاص مذہبی رسوم سکھائے تھے جنکے دوران میں مختلف صندوقوں سے سانپ نکل کر رینگنے لگے؛ روشر: "قاموس" Recher: Lex. ۱، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷۔ یہ صندوق ان سکوں پر بنا ہوا تھا۔ یہ کستوفوری بھاری رھوڈزی ۱۹۰ گرین کی چودرہمیاں ہیں (ہیڈ ۴۶۱) یا یوں کہئے کہ اٹیکائی سہ درہمیوں یا اکی گینوی دو درہمیوں کی برابر ہیں۔ بہت جلد یہ پرگامم میں اور اسکے بعد

باب ۲۱

ظاہر ہوتا ہے اور سمرنا کے بعض مورتیوں میں لی سپوس کے فن کو نقل کیا گیا ہے۴؎۔

لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ پرگامم میں صرف فنی شاہکار ہی نہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ رومن صوبہ ایشیا میں مروج ہوگئیں اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سنہ ۱۳۰ ق م کے بعد انھوں نے ان اسکندری سکوں کو جو سنہ ۱۹۰ ق م سے مروج تھے، بازار سے نکال دیا۔ (دیکھو اوپر، باب ۷، ۱، حاشیہ ۸)۔ انکی سیدھی طرف ایک صندوق اور ایک گھیرے میں سانپ بنا ہے اور الٹی طرف ایک ترکش ہے جسکے چاروں طرف سانپ لپٹے ہوے ہیں۔ یہ کستوفوری پاریوم اور راحی تیوم، پرگامم، سمرنا، ایفی سوسس، تھیاتھیرا، ساروس، ترالیس، لاؤدیکیہ، بلکہ لکیہ، اپامیہ کبوتس، اور جہاں تہاں کریٹ کے شہروں میں ڈھالے جاتے تھے۔ ان ٹکسالوں کے نام سکوں میں طغرا میں دئیے ہوئے ہیں۔ یہ سکے گویا بین الاقوامی تجارتی سکوں کا کام دیتے تھے اور ایشائے کوچک کے بڑے بڑے تجارتی مرکزوں میں ڈھالے جاتے تھے۔ ابتدا میں اسکندری سکے اور کستوفوری دوش بدوش مروج رہے اسلئے کہ یہ دونوں بعض مرتبہ ساتھ ساتھ ڈھلتے تھے۔ ہیڈ نے (لندن سنہ ۱۸۹۰ء، فہرست سکہ جات نوادر خانہ برطانیہ، ایونیہ، لندن سنہ ۱۸۹۲ء) ان سکوں کا شمار کیا ہے جو ایفی سوسس میں بنائے جاتے تھے؛ فہو ہذا: (۱) اٹیکائی معیار کے درہم جن پر ایفی سوسی شبیہیں ہیں؛ (۲) اسکندری چودرہمیاں؛ میولر (۳) فلے تے روسی چودرہمیاں؛ (۴) کستوفوری؛ رھوڈوزی معیار کے چودرہمیاں، دودرہمیاں اور درہم؛ ایونیہ، ص $\frac{61}{94}$ تصاویر ۱۱ و ۱۲۔ اس طرح ہر قسم کے ضروریات پوری ہوسکتی تھیں۔ ایفی سوسس کے لئے دیکھو اوپر، باب ۵، حاشیہ ۱۲۔

۴؎ میرینیہ کے پختہ مٹی والے مورتیوں کے لئے دیکھو پوتئے، رائناش و ویریز کی نفیس کتاب Pottier, Reinach and Veyries I N cropole de My. میرینیہ کا قبرستان پیرس سنہ ۱۸۹۰ء اور مختصر بیان پوتئے کی کتاب زمانہ قدیمہ کے پختہ مٹی والے مجسمے statuettes derre emte dan l antip te پیرس سنہ ۱۸۹۰ء ص $\frac{155}{199}$ خصوصاً ۸۱ اور غیرہ نما لطی مورتیاں بھی ملی ہیں۔

بلکہ اسکا زمینی نقشہ اور اسکی ظاہری شکل سب کا سب اس حیثیت سے ایک فنی شاہکار تھا جسکا اشارہ باب ماقبل کے حاشیہ ۲۰ میں کیا گیا ہے؛ وہ گویا خوش اسلوبی اور تنظیم بندش کا ایک نمونہ تھا اور اس سے کمال دلکشی ظاہر ہوتی تھی۔^{لے} ایشیائے کوچک کے دوسرے شہروں نے بھی پرگامم کی طرح زمین کی اونچائی نیچائی کو خوبصورتی سے کام میں لاکر ہر چہار طرف کی آبادی کی نظریں اپنی طرف کرلی تھیں اور اپنی آبادی کو کچھ اس طرح سے منتشر کرلیا تھا کہ شہر سے دیہات اور دیہات سے شہر کی طرف مختلف مقامات سے دیکھنے سے مختلف النوع مناظر

لے شہر۔ "نظم مکانی"۔ ہرشس فیلڈ، ریمزے، ہیڑمین اور راوے نے متعدد بار حکمرانان پرگامم کے آباد کئے ہوئے شہروں کے خصائص پر قلم اٹھایا ہے۔ نوآبادیات قائم کرتے وقت قدما کے نظر کے سامنے جو اصول رہتے تھے انہیں ہرشس فیلڈ نے اپنے رسالہ موسومہ "انواع نوآبادیات یونان" Hioschfield: Zur Typologie Griechischer Ansiedlungen، تحقیقاتی رسالہ موسومہ کرتیوس Abhandlungen E. Curtius Gewidmet برلن ۱۸۸۴ء؛ ارتقائے اصول بلدی des Stadtbildes Ent yick جریدۂ انجمن جغرافیہ Zertsch: des Gesellsch fuer Erd-Kunde ۱۸۸۹ء۔ ہم تین ازمنہ کو ایک دوسرے سے ممتاز کرسکتے ہیں؛ پہلے عہد میں تو شہر کا محل وقوع کے زبردست ہونے کی ضرورت ہے، دوسرے میں شہر تجارت کے لئے موزوں ہونا چاہئے اور تیسرے میں اس میں سکونت کے لئے کافی آسانیاں ہونی چاہئیں پہلے عہد سے دوسرے عہد میں طویل دیواروں کے ذریعہ سے ارتقا ہوتا ہے۔ ایشیائے کوچک کے قدیم ترین شہر پہاڑوں کی چوٹیوں پر واقع تھے، لیکن جونہی ریل و رسائل میں زیادتی ہوئی، ویسے ہی انھیں میدانوں میں منتقل کردیا گیا۔

پرگامم کے شہروں میں آسانی اور سہولت کا بڑا لحاظ کیا جاتا ہے جب کبھی کسی شہر کی بجائے کسی دوسری جگہ آبادی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو انکو اس مقام سے ذرا دور ایسی جگہ آباد کیا جاتا ہے جو ریل و رسائل کے لئے زیادہ موزوں ہو۔ شہروں کیلئے مفصلۂ ذیل شقیں مناسب ہیں:۔ (۱) پرانے شہر (۲) جن شہروں کو سلیوکیوں نے آباد کیا تھا (۳) وہ شہر جنہیں شاہان پرگامم نے آباد کیا۔ نئے شہر جو پرانے شہروں کے قریب واقع تھے:۔ لاؤدیکیہ یہ لکس لیکیہ جو کولوسائے سے ذرا دور تھا

باب ۲۱

سامنے آجاتے تھے۔ اسس نوع کا شہر ایسے گئے تھا، جو پرگامم ہی کے قبضہ میں تھا اور جسکی وجہ سے ہرموس و کئیے کوس کا درمیانی راستہ محفوظ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ اپامیہ کیلانائے کے قریب، انطاکیہ بدریائے اور روتیس انتی گونیہ کے قریب، سمرنا اور ایفی سوس بھی نے محل دقوع کو منتقل کر دیئے گئے وہ شہر جنھیں پرگامم کے حکمرانوں کے سلیوکی یا قدیم تر شہروں کے قریب آباد کیا تھا حسب ذیل تھے: اپولونیہ و استراتونیکیہ، ہجراسا کے قریب وادی کئے کوس میں (دیکھو اوپر باب ۱۲ حاشیہ ۲) ریمزے: "ایشیائے کوچک" ۱۲۶؛ آتالیہ، تھیاترا کے قریب، ریمزے ۱۲۷؛ دیونی سوپوس، قریب بلیندوس بالائی وادی میاندرین؛ یومی نیہ پلتیائے کے قریب (باب ۱۳، حاشیہ ۷)؛ اپولونیہ بیلاک لسپی دیہ قریب سلیوکیہ، ریمزے ۴۴۔ ریمزے ۸۶ کے بموجب یومی نیہ، دیونی سوپوس اور فلا دلفیہ ذرا ڈھال پر تھے، اور چونکہ لی سیاس دفلو لے لیوم اسی قسم کے محل وقوع پر تھے اسلئے ریمزے انھیں پرگامم کے متعلق ہی سمجھتا ہے۔ لی سیاس کے لئے دیکھو اوپر باب ۱۳، حاشیہ ۷۔ زمانہ مابعد میں جب مسلمانوں نے ان حصوں پر حملہ کیا ہے تو اسوقت بھی انھوں نے انھی چٹانوں کو اپنے قلعوں کیلئے منتخب کیا، چنانچہ اسی شق میں اقیوم قراحصار بھی آتا ہے جس کا ذکر باب ۱۳ حاشیہ ۷ میں کیا گیا ہے اگر اوپر کے بیان کے بموجب سلیوکی اور پرگاممی حکمران اپنی سلطنت کے شہروں کے محلات وقوع کو ایسا اہم نہیں سمجھتے تھے تو اس کا ایک دوسرا سبب یہ تھا کہ مضبوط شہر جب دلخواہ انکے مطیع ومنقاد ثابت نہیں ہوئے۔ انکے لئے یہ کافی تھا کہ بس شہر پرگامم ناقابل تسخیر رہے۔ بہت سے شہروں میں یونانی صرف اسلئے آباد کئے گئے تھے کہ قرب وجوار کے متعدد نوبی شہروں کو قابو میں رکھ سکیں۔

میں نے مختلف شہروں کی شمار میں راوسے کی سنویت کا اتباع کیا ہے (ص۵ وغیرہ):

(۱) عہد فلے تیئے روس یا یومینیس اول جنکے زمانے میں وہ پرگامم کے نوشتوں میں ظاہر ہوتے ہیں: فلے تائریہ جو جزیرہ ایدا پر واقع ہے، ۱۰، اور آتالیہ بملک لیدیہ، جسے (St. B. کے رائے کے مطابق) پہلے اگروئیرا یا الوئیرا کہتے تھے؛ Str. ۱۳، ۶۰۷: یہ تھیاتیرا کے قریب تھا اور اسکا موجودہ نام شائد گروک قلعہ ہے؛ مقابلہ کرو راوسے: "لیدیہ" ۳۱۹ وغیرہ؛ نوآبادیات Decvloniis ۱۴؛ کیپرٹ: "ایشیائے کوچک" ۸؛ نقشہ راوسے میں؛ ہیڈ ۸۴۸؛ "سکہ جات سلطنت"

ہو جاتا تھا۔ حال میں مختلف سیاحوں، مثلاً لنکورونسکی نے جنوبی ایشیائے کوچک میں سفر کر کے جو دلچسپ مرقع ہمارے لئے بہم پہونچائے ہیں ان سے ہمیں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ (۲) اتالوس اول (۲۴۱ / ۱۹۷ سنہ ق م): گرگی تھے منج کئے گوس، استرابو ۱۳، ۴،۶؛ غالباً اس مقام کے قریب جہاں اتالوس نے غالطیوں کو شکست دی؛ راوے: "لیدیہ" ۳۰۵؛ "نوآبادیات" ۱۳؛ راوے کا نقشہ؛ اسکے نزدیک ہے غلمیہ ۔ دیونی سوپوس بدریائے میاندر St. B. h. v کے بموجب یہ شہر اتالوس و یومنیس نے اس جگہ آباد کیا تھا جہاں انہیں دیونی سوس کا ایک چوبی بت پڑا ملا تھا؛ راوے ۲۹؛ حالیہ اورتا کوئی؛ کیپرٹ ۹؛ راوے کا نقشہ؛ ہیڈ ۵۶۲؛ دوسری اور پہلی صدی ق م اور سلطنت روما کے زمانے کے سکے ۔

(۳) یومنیس دوم (۱۹۷ / ۱۵۹ سنہ ق م) کے ساتھ راوے حسب ذیل شہر منسوب کرتا ہے: اپولونیہ بملک لیسی دیہ، حالیہ اولوبرلو؛ راوے ۳۸؛ مقابلہ کرو پاؤلی ۱، ۲، ۴، ۱۳۰؛ اسٹریٹ (مہم ولف) کو یہاں بہت سے نوشتے ملے؛ دیکھو اسٹریٹ (Sterrett) کا نقشہ؛ کیپرٹ ۹؛ ہیڈ ۵۲۱ ۔ بزنطینی عہد میں سوزوپولس؛ رمزے "ایشیائے کوچک" ۔ ۴۔ میترو پولس بملک افروجیہ، درمیان اپامیہ وسینادا؛ حالیہ تاتارلی؛ کیپرٹ ۹؛ نقشہ راوے میں؛ ۳۹ ۔ مقابلہ کرو ہیڈ ۵۶۶، جہاں اسی نام کے چار مقامات دیئے ہوئے ہیں، جنمیں سے دو افروجیہ میں ہیں اور ایک لیدیہ میں ۔ میترو پولس کے شمال و مغرب میں یوکارپیہ دریائے گلاؤکوس کے قریب؛ مقابلہ کرو راوے: "لیدیہ" ۳۲۴ و ۳۲۵، اور حاشیہ ۱۸ افروجی پنتاپولس کے لئے جسمیں یوکارپیہ، ہیرو پولس، اوتروس، ستکتوریوم اور برھنزوس شامل تھے ۔ نقشہ جات کیپرٹ ۹، و راوے ۔ اس کے مشرق میں فلومیلیوم؛ پاؤلی ۵، ۲۴۴۵؛ راوے ۴۱؛ ہیڈ ۶۸۵؛ سکہ جات سلطنت روما؛ حالیہ آک شہر ۔ ۱۶۰ سنہ ق م کے ایک نوشتے میں اپولونس کا ذکر ہے؛ راوے ۷۵، جو فرض کرلیتا ہے کہ ۱۸۱ سنہ ق م میں جب یومنیس دوم نے اپنی بیوی کے نام پر ستراتونی کیہ آباد کر چکا تو اسکے بعد اس نے ماں کے نام پر یہ شہر آباد کیا ۔ اپولونس؛ راوے ۱۶) محل وقوع قریب پالاموت، تھیاتیرا کے مغرب میں ۔ شنہارٹ کہتا ہے کہ اپولونس اور نوشتوں والا ددنی دیہ ایک ہی شہر کے دو نام ہیں، لیکن راوے اس سے متفق نہیں ہے؛ ہیڈ ۵۴۸؛ سکہ جات سلطنت؛ کیپرٹ ۸؛ راوے کا نقشہ ۔ اپولونس کے ذریعے سے ہیرکانیہ کے میدان کو (جہاں مقدونوی آباد تھے) قابو میں رکھا جاتا تھا ۔ استراتونیکیہ بدریائے کیئکوس؛

باب ۲۱

پہلے اتالوسیوں کے مقبوضات میں سے بعید ترین شہر یعنی اتالیہ ملک پمفیلیہ کے متعلق پہلے سے کہیں زیادہ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اسکندریہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ راوسے ۱۳؛ سب سے پہلے ۱۲۹ء ق م میں اسکا ذکر ہے (اوزوریوس ۵، ۱۰)؛ حالیہ سلیبرک؛ کیپرٹ ۵؛ راوسے کا نقشہ ۔ یومینیہ ملک کاریہ : St. B.؛ راوسے ۲۷؛ محل وقوع نامعلوم ۔

(۴) اتالوس دوم" فلاوفیلوس (۱۵۹ تا ۱۳۸ ق م)؛ پہلے نوپوس؛ مقابلہ کرو ڈروائے سن ۳، ۲، ۲۲۵ ۔ اپولونیہ، بیتھرنیہ میں دریائے رھین داکوس کے قریب اس جھیل پر جسکا نام پہلے تو ارتی نیہ تھا لیکن اتالوس دوم نے اس کا نام بدل کر اپنی ماں کے نام پر جھیل اپولونیہ رکھدیا۔ اسی لئے راوسے (۱۱) کا خیال ہے کہ اس شہر کا نام بھی اسی جہت سے اپولونیہ رکھا گیا ہوگا۔ حالیہ ابوالیونت۔ اگر وہ سکے جو بئس اور اسکے بعد دوسرے مولفوں نے وَنیز فہرست نوادر خانہ برطانیہ (میزیہ) حصہ میں اس کے ساتھ منسوب کئے گئے ہیں واقعی اسی کے ہیں تو پھر ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہونگے کہ اپولونیہ کا نام قدیم تر تھا۔ ہیڈ، ۴۴۷؛ لیبا؛ اناکش؛ تصاویر $\frac{۵۴}{۴۹}$ ۔ فلاوفیلفیہ؛ ڈروائے سن ۳، ۲، ۲۷۶؛ راوسے، ۲۰۔ حالیہ اعلیٰ شہر؛ زنجیرۂ تمولوس کے شمال ومغربی ڈھلاؤ پر ۔ اکثر زلزلے آتے رہتے ہیں ۔ ہیڈ ۵۵۲؛ دوسری اور پہلی صدی ق م کے خود مختارانہ تانبے کے سکے؛ کیپرٹ ۸؛ راوسے کا نقشہ ۔ کرتیوس: تتمہ رسالہ تاریخ وجغرافیہ ایشیائے کوچک" Curtius: Nachtrag Zu den Beitr. Zur Geschichte und Topog. اکاڈمی برلن، ۱۸۷۲ء ۔ فلاوفیلفیہ کے ذریعے سے ان مقدونیوں کی نگرانی کیجاتی تھی جو ساردس میں رہتے تھے ۔ یہ شہر تاریخ میں اسلئے مشہور رہے کہ وہ آخرالیکہ ترکوں نے تمام ایشیائے کوچک فتح کرلیا تھا، یہ برابر مدافعت کرتا رہا اور ۱۳۹۰ء تک حملہ آوروں کی اطاعت نہیں کی ۔ یہ خیال کہ فلاوفیلفیہ کو مصریوں نے آباد کیا ہوگا، جسے ڈروائے سن نے کافی اہمیت دی ہے، اسکا اصل سبب یہ ہے کہ پرگامم والے بادشاہ اور بطلیموس فلاوفیلوس کے مابین خلط بحث کردیا گیا ہے ۔ یومینیہ ملک افروجیہ؛ راوسے ۳۱؛ حالیہ اشکلی بدریائے گلاؤکوس؛ کیپرٹ ۹؛ راوسے کا نقشہ؛ ہیڈ ۵۶۳؛ دوسری اور پہلی صدی ق م کے تانبے کے سکے ۔ ہیڈ کہتا ہے کہ "یہاں سے سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے باشندے اکائیائی النسل ہونے کے مدعی تھے"۔ اتالیہ

اور انطاکیہ کی طرح پمفیلیہ کے شہروں میں بھی محراب وار سڑکیں نکلی ہیں۔ اتالوسیوں نے بلدی زندگی کو فروغ دیا اور انہیں رہ لینری ماخوس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ بلک پمفیلیہ؛ دیکھو نیچے؛ راودے ۳۴؛ ہیڈ ۳-۵۸۵؛ دوسری صدی ق م سے سکے ڈھالے جاتے ہیں۔ ترمے سوس واوسے نوانده؛ یہاں کے قلعوں کے طرز تعمیر کے لئے راودے ۳۴۔ یہاں میں اسکا اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ اتار نیوس کے شمال میں یعنی ملک مینر یہ ایک مقام تھا جسے بعض مورخ اتالیہ کہتے ہیں اسکا اصلی نام اتائیہ تھا (جسکا ماخذ آتیس ہے)؛ مقابلہ کرو فرنیکل، ص ۱۴۶۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ پرگامم کے شہروں میں اکثر اپولو کا حوالہ ملتا ہے؛ اسکی وجہ یہ ہے کہ اتالوس اول کی بیوی کا نام اپولونیہ تھا؛ لیکن ممکن ہے کہ اسکی وجہ یہ بھی ہو کہ اپولو کی پوجا کرنے کے باوجود سلیوکیوں نے کسی شہر کا نام اسکے نام پر نہیں رکھا تھا اسلئے ممکن ہے کہ پرگامم والوں نے انکی مخالفت میں یہ نام رکھے ہوں۔ شہروں کے اندرونی حالت کے لحاظ سے ائے گئے (جسکا موجودہ نام نمرود قلعہ سی ہے)' دلچسپ ہے؛ مقابلہ کرو بولن: "قدیمیات ائے گئے" Bohn: Alterthuemer von Aigai برلن ۱۸۸۹ء (سالنامہ انجمن آثاریات کا تتمہ ۲ Erganzungsheft II Jahrb d. arch Instit پرگامم کے شمال مغرب میں ایک اور شہر؛ "ہفتہ وار جریدۂ انجمن لسانیات برلن" Berl. Phil. Woch. ۱۸۸۶ء ص ۱۰۵۔ پمفیلیہ کے شہروں کے لئے دیکھو لانکورونسکی: "بلدیات پمفیلیہ و پسیدیہ" Lanckoronski: Staedte Pamphyliens und Pisidiens جلد ۱، وائنا ۱۸۹۰ء مع بہت سی تصاویر کے؛ اس کتاب کا حکیماتی حصہ اکثر و بیشتر پیٹرسین کے قلم سے ہے۔ دیکھو یادداشت گ۔ ہرشن فیلڈ جو برلن کے "ہفتہ وار جریدۂ لسانیات" Berl. Phil. Woch. سن ۱۸۹۰ء شمارہ ۵۲ میں طبع ہوئی ہے۔ اتالیہ؛ نہایت خوش آیند بندرگاہ؛ شہر ساحل کے قریب ایک پہاڑی پر آباد تھا۔ پیٹرسین کہتا ہے کہ تیل می سوس سے لیکر (جو رھوڈز کے مقابل ایک بندرگاہ ہے) اوے نوانده و ترمیسوس ہوتے ہوئے اتالیہ تک تمام ملک پر گامم کا مقبوضہ تھا۔ پرگے میں دو محرابوں والی سڑکیں ممتاز تھیں جو ایک دوسرے کو زاویۂ قایمہ پر کاٹتی تھیں۔ سلیون ایک سطح مرتفع پر واقع تھا؛ یہاں دیسی زبان میں چند کتبے نکلے ہیں جو سمجھ میں نہیں آتے؛ ربول: "کتبات قدیمہ" Roehl Inscr. Antiquiss ۱۴۱۔ اسپندوس؛ بہت بڑی تماشہ گاہ؛

باب ۲۱

کے قدم بقدم چلے، جسکے روپیہ سے فلیے تائروس نے اپنا کاروبار لگایا تھا۔ بلاشبہ لینزہی ماخوس نے ایکدفعہ فلسفیوں کو ملک بدر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ اسکندریہ میں ایک سڑک اسپندیا تھی۔ اجیر سپاہیوں کا ذکر کرتے ہوئے پمفلیہ والے کے لئے "اسپندوسی" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید پمفلیہ والے اجیر سپاہی اسی سڑک میں رہتے ہونگے (زنیوفون: "اقدام" ۱، ۲، ۱۲؛ کورنے لیوس نیپوس ۸)۔ جیسے اسپندوس اجیر سپاہیوں کے لئے مشہور تھا اسی طرح ساحل سمندر کے ساحل پر شہر سیدے میں (جو ایک تنگ ناقص جزیرہ نما پر آباد تھا) بحری قزاقوں کا بازار تھا۔ یہاں دو بڑی ایک چھوٹی محراب دار سڑکیں تھیں۔ محراب دار سڑکیں اب بھی شامی شہروں اور سلیوکیہ بدریائے کالی کا دنوس اور سولی پومپیو پوس میں نظر آتی ہیں۔ آنالوسیول اور سیلگے کے مابین جھگڑا؛ فریکل ۲۵ ۔ بالائی رھیندا کوس کا شہر ایزانوئی قابل لحاظ تھا (حفیدیر حصار کے قریب کھنڈر، کیپرٹ ۶؛ راداے کا نقشہ، اسکی تفصیل لیبا کی کتاب سفرنامہ اثار باقی؛ Lebas: Voyage archeol.، اشاعت راُناش، پیرس ۱۸۴۸ء میں) یہاں اسی بعید بہاڑی وادی میں ایشیائی طرز کی ایک قدیم مذہبی راجدھانی تھی؛ ہیڈ ۵۵۶؛ سکہ جات سلطنت روما۔

علاوہ خوشنمائی کے ایشیائے کوچک کے شہروں میں ایک اور خصوصیت تھی جو انکے حسن کو دوبالا کرتی تھی، وہ یہ یہاں فنی شاہکاروں کے انتشار کے لئے کافی موقع تھا اور اس سے انہیں ایک خاص امتیاز پیدا ہوجاتا تھا۔ علی العموم لوگ اس بات کا کافی اندازہ نہیں کرتے کہ ایتھنز کے اکروپولس میں بہت سے مجسمے نہایت مختصر مقام پر یکجا رکھے تھے جنکی وجہ سے انفرادی شاہکاروں کی آب وتاب ماند ہوجاتی تھی، اور یہی کیفیت روما کے فورم اور اسکے تہخانوں اور محرابوں کی تھی۔ یہ مابعد سکندری دور کی خصوصیت تھی کہ مختلف ایوان اور مجسموں کو کمال خوبی کے ساتھ منتشر کرنے کا انتظام کیا گیا اور اسی مناسبت سے محل وقوع منتخب کیا گیا۔ مثال کی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آجکل جس چیز کا مطالبہ کرنے کے ہم عادی ہوگئے ہیں، یعنی ایک ایسا پس منظر جسمیں کوئی فنی شاہکار ممتاز طور پر کھڑا ہوا معلوم ہو، وہ چیز ایتھنز کے اکروپولس میں موجود نہ تھی، بلکہ یہاں ایک بت کے آگے دوسرا کھڑا تھا اور ایک پر توجہ مرکوز ہونے کے بجائے چہار طرف منتشر ہوتی رہتی تھی۔ اسکی کیفیت بالکل ایسی تھی جیسے آجکل کے کسی

کر دیا تھا، لیکن وہ بلدی زندگی کی بہت کچھ قدر کرتا تھا، چنانچہ اس نے لیزی ماخیہ نقیہ اور اسکندریہ (ٹروئے) آباد کئے، انٹی گونس کو منتقل کیا اور سمرنا کو از سر نو بسایا جسکے بعد یہ شہر (اسٹرابو کے قول کے مطابق حسین ترین شہروں میں شمار ہونے لگا۔ اتالوسی حکمرانوں نے اصول کی پیروی کی اور اپنے ناموں پر حسب ذیل شہر آباد کئے: فلے تائریہ، یومینیہ اتالیہ، فلادلفیہ، اپولونس یا اپولونیہ (واضح ہو کہ اپولونس یومینیس دوم اور اتالوس دوم کی والدہ کا نام تھا)۔ انھوں جو شہر آباد کئے تھے انہیں اور سلیوکی شہروں میں ایک قسم کا تباین پایا جاتا ہے اسلئے کہ موخرالذکر میں مقدونوی عنصر کو تفوق حاصل تھا۔ اسکے برعکس پرگامم کے حکمران خالص یونانی عنصر کی طرف زیادہ مائل تھے اور اسی لئے یونانی ہمیشہ انکے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ لیکن اسکا یہ نتیجہ نہیں نکلا کہ انکی وجہ سے انکا پائے تخت بالکل آزاد بلدیہ بنجاتا، اسلئے کہ انھوں نے ہمیشہ عہدہ داروں کے انتخابات پر اثر ڈالا اور شہر کو سکے ڈھالنے کی اجازت نہیں دی لیکن انکی حکمرانی میں انٹی گونس کو ہر ممکن آزادی حاصل تھی۔ سلطنت پرگامم سے ان ممالک کی مثال ملتی ہے جہاں مختلف بستیوں کے خود مختاری کے ساتھ ساتھ ملک کی وحدت کی کوشش بھی کی گئی ہو؛ اسکا محل وقوع مختلف لیگوں (جیسے اسپارٹا، ایتھنز، ایتولی اور اکائیائی لیگ) اور سلطنتوں کے درمیان ہے جسمیں ایک حد تک رھوڈز، بتھونیہ اور آخر میں سلطنت روما شامل ہیں۔ ہم اس خیال کو یہاں اس سے زیادہ آگے نہیں بڑھاسکتے۔

اب ہم ادبیات وحکمیات میں پرگامم کی اہمیت کا اندازہ کریں گے[۵۷]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ نوادرخانہ کے کمروں کی یکسانی نے یونانیوں کی انفرادی شخصوں اور فنون کو گویا ایک کہنی ٹیکنے کے لئے جگہ دیدی اور یہ یونان کے لئے انکی سب سے بڑی خدمت تھی۔

۵۷۔ تمدن پرگامم کے لئے مقابلہ کرو فون ولاموو ٹز میولنڈورف: انٹی گونس ساکن کارستوس ۵۳ اوغیرہ۔ اسکندریہ کے تباین پر اس نے زور ڈالا ہے (۱۶۱)۔ ارسطوفانیس ساکن

باب ۲۱

اسکے دربار کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے تقریباً اتنی ہی ان علمی شعبہ جات کی سرپرستی کی جتنی خود بطالسہ نے کی تھی۔ لیکن ہم پرگامم کی حکیمانہ زندگی کا صحیح تخیل اتنی آسانی سے قائم نہیں کر سکتے جتنا اسکندریہ کے حکیمانہ زندگی کا، اسلئے کہ موخرالذکر میں جو کچھ کرو فر تھا اسکے ماخذ غیر ممالک تھے، چنانچہ ہم اسکا آسانی کے ساتھ پتہ لگا سکتے ہیں۔ اسکے برعکس پرگامم ایک قدیم تمدن کا ملک تھا اور ایسے شہروں سے قریب تھا جو مدت دراز سے حکمیات وادبیات میں ممتاز تھے جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ کسی مصنف کو اتالوسیوں کی سرپرستی کے لئے خاص پرگامم میں بود و باش اختیار کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ پرگامم کا ادبی تمدن ایک وسیع رقبے کے ادبی تمدن کے ساتھ مخلوط ہوجاتا ہے۔ علاوہ ازیں پرگامم میں جو حکمیات کا مطالعہ کیا جاتا تھا اسکا تعلق اپنے ابتدائی زمانے میں اسکندریہ کی طرح کسی خاص ادارے کے ساتھ نہیں تھا اس لئے کہ اول تو اتالوسیوں کے عروج کا زمانہ ذرا بعد کا ہے اور دوسرا سبب اسکا وہی ہے جو ابھی بیان کیا گیا ہے۔ تاوقتیکہ کسی طالب علم کو ذاتی اور مادی مواقع حاصل نہ ہوں اسوقت تک اسکے لئے اسکندریہ جیسے دور و دراز مقام کو جانا کچھ آسان کام نہ تھا، لیکن پرگامم تو انسان نہایت سہولت کے ساتھ تجربے کے خاطر بھی جاسکتا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بیرلطہ، جو اسکندریہ میں رہتا تھا، اسنے پوسیدون کی پیشین گوئی کو (۲، ۲۰، ۷، ۳۰، ۸، ۳۰) جس سے اے نیاس کا افسانہ نکلا تھا، بالکل مصنوعی اور جعلی قرار دیا۔ اس کو تسلیم کرنے سے یونانیوں کی نظروں میں پرگامم کی وقعت میں چار چاند لگ جاتے۔ ابتدا میں پرگامم کا اکیڈیمی سے تعلق، ایضاً۔ ۱۶۔ پرگامم میں اتھینیہ کا قیام، فرینکل: "کتبہ جات" Frænkel. Inschr. نمبر ۱۸۔ بعد میں رواقی وہاں پہونچ جاتے ہیں۔ خری سپوس نے کتاب "بے قاعدگی" Peri anomalia لکھی اور اسکے بعد کراتیس نے اسکا اتباع کیا۔ اپولودوروس ساکن ایتھنز ارسطارخوس کا اور رواقی دیوجانس ونیائے تیوس کا شاگرد تھا۔ عام طور پر دیکھو کرسٹ ص ۳۱۶۔

باب ۲۱

گونیٹس دوم ہی نے پرگامم کو بڑے بڑے حکمیاتی اوارات کا مرکز بنایا تھا پھر بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابتدائی اتالوسی بھی حکمیات کو فروغ دینے میں بہت کچھ ممد و معاون ہوئے اور فلے تائروس تک نے ذاتی طور پر اس طرف اپنے میلان کا اظہار کیا۔ یومنیس اول نے ایتھنز کی اکادیمی کے ساتھ گہرے تعلقات پیدا کئے، اور اسکے صدر مجالس، ارکے سی لاوس نے، جو ایولس میں شہر پتانہ کا باشندہ تھا، ہمیشہ اس سے خط و کتابت جاری رکھی، اس سے برابر روپیہ لیتا رہا اور جب اتالوس اوّل بادشاہ ہوا تو اسکی مدح میں ایک قصیدہ بھی لکھا۔ ارکے سی لاوس کے شاگرد اور اسکے جانشین لاکی دیس ساکن سرینہ کی بھی پرگامم میں قدر کیجاتی تھی لیکن جب اتالوس اول نے اسے اپنے پائے تخت بلایا تو اسنے جواب دیا کہ جہاں پناہ تصویر دیکھنے میں دور ہی سے لطف آتا ہے۔ اتالوس نے اس کے اس جواب پر برا نہیں مانا اور اکادیمی میں ایک مخصوص باغیچہ لگاکر اسکا نام لاکی دیوم رکھا۔ اسی طرح سے مشائی فلسفی لیکون نے بھی یومنیس کی دعوت کو رد کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یونان کا ذہنی مرکز چھوڑ کر فلسفی ایک ایسے شاہی دربار میں جاکر رہنا پسند نہیں کرتے تھے جہاں ذہنی تہیج کے مواقع کم تھے، گو بعد میں رواقیوں نے محض علوم و فنون کے فروغ کی خاطر اس اصول کو توڑ دیا۔ اتالوس اول خود بھی مصنف تھا۔ چنانچہ اسوقت تک اسکی ایک کتاب کا پارہ محفوظ ہے جسمیں اس نے اپنے زمانے کے ایک صنوبر کے درخت کا ذکر کیا ہے جو ۲۰۰ فٹ اونچا تھا۔ اس کے دربار میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مختلف مولفوں کیلئے دیکھو کرسٹ کے مختلف حصے خصوصاً ۳۹۶ (کرامس وغیرہ)، ۳۹۷ (اپولودوروس ساکن ایتھنز) اور زوسے میل، مختلف حصے جلد اول کے مثلاً ۵ (حکمران اور انکی سرپرستی تمدن)، ۱۲۴ (اکادیمی)، ۴۰۶-

(موزایوس ساکن ایفی سوس)، ۶۱۷ (نیاتھیس ساکن کیزی کوس۔)

۶۶۵ (پولے مون ساکن الیوم)، ۶۷۱ (ہیوتن)، ۷۴۹ (اپولونیوس ساکن پرگے) اور جلد ۲، باب ۲۶ (پرگامم کا مسلک لسانیات)، صـ ۳۳ وغیرہ (اپولودوروس ساکن ایتھنز)، ۳۰۶ (کراتی پوس ساکن پرگامم وغیرہ۔

باب ۱۱

انتی گونوس ساکن کارستوس اور نیان تھیس رہتے تھے جنہیں سے اول الذکر نے نہ صرف فلسفیوں کے سوانح عمریاں لکھیں بلکہ ایک نقاش کی حیثیت سے تاریخ فنون لطیفہ پر بھی قلم اٹھایا۔ ساتھ ہی بادشاہ کے پوتے مون ساکن ایلیوم کے ساتھ بھی تعلقات تھے جو سفر نامے لکھنے میں مشاق تھا (دیکھو نیچے، باب ۲۲)۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ یومنیس دوم کے عہد میں اس سلطنت کو پہلے سے زیادہ استحکام حاصل ہو گیا تھا، اور لوگوں نے قلعے میں بند ہونے سے ڈرنا چھوڑ دیا تھا، اسی لئے اب اسکندریہ کے وینانے علم و فن کا چربہ اتار اگیا اور ہم پڑھتے ہیں کہ خاص محل شاہی میں ایک کرہ رکھا گیا اور نباتیاتی وحیوانیاتی باغات لگائے گئے۔ پرگامم والوں کو شعر و شاعری کا بھی ذوق تھا۔ ہم اس سے پہلے ہی باب ۱۴ میں نکاندر و موزایوس ساکن ایفی سوس کا ذکر کر چکے ہیں، جنمیں سے ثانی الذکر نے یومنیس اور اتالوس کے مدح میں قصیدہ لکھے؛ انمیں مورخ بھی تھے، اور اپولودوروس نے اپنے وقائع کو اتالوس دوم کے نام پر معنون کیا؛ اس شہر میں نحوی، ریاضی داں، موالید ثلاثہ کے ماہر اور طبیب جو نظر آتے تھے انمیں سے بعض کافی ممتاز تھے۔ لسانیات میں پرگامم کراتیس ساکن مالوس کا مسکن بننے کی وجہ سے مشہور ہوا، جنے ارسطارخوس کے خلاف (جو زبانوں کا اصول اول مماثلت کو سمجھتا تھا) یہ کہا کہ زبانوں کی ترقی کا دار و مدار بے قاعدگی ہے۔ کراتیس کی وجہ سے، جو کلیلیہ جیسے مسکن رواقیت سے آیا تھا، پرگامم میں رواقیت کا اثر بڑھ گیا۔ طبیب استراتیوس کے ساتھ کراتیس نے روما جاکر (دیکھو اوپر، باب ۱۱) وہاں درس دیئے۔ اس سے ذرا پہلے اپولونیوس ساکن پرگے کی وجہ سے (جو کبھی اسکندریہ اور کبھی ایفی سوس رہتا تھا) پرگامم نے میدان ریاضیات میں بھی شہرت حاصل کی؛ اس حکیم نے مخروطی تراشوں پر اپنا مشہور رسالہ لکھ کر اتالوس اول کے نام پر معنون کیا، اور اسی طرح بیتون نے اپنا رسالہ "منجنیق"، کسی ایک اتالوس کے نام پر معنون کیا۔ آخر میں ہمیں یہ کہنا ہے کہ کوس وا سکندریہ کی طرح پرگامم میں بھی ایک مدرسہ طبیہ تھا

باب ۲۱

اور معلوم ہوتا ہے کہ حمام اور معدنی پانی بھی مقبول عام تھے۔ یہاں کا آخری بادشاہ اتالوس سوم ہوالید ثلاثہ کا بڑا طالب علم تھا۔ ان سب امور کے علاوہ میں نے اپنے حواشی میں میدان خطابت میں پرگامم کی اہمیت پر کچھ لکھا ہے ش۔

ش یہاں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یونانی خطابت و اسلوب کی پچھلی تین صدیوں کی تاریخ کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کیجائے۔ انکا ارتقا ایشیائے کوچک، یونان و روما میں مختلف انداز سے ہوا تھا، لیکن آجکل جو نظریہ سب سے زیادہ قابل قبول معلوم ہوتا ہے اس کو پرگامم کی طرف سے سب سے زیادہ تائید ملی تھی۔ تیسری صدی ق م میں نام نہاد "اسلوب ایشیا" نمودار ہوتا ہے جسکا حوالہ سسرو: "بروتوس" ۳۲۵ اور "خطابت" ۲۳۰ میں ملتا ہے۔ اسٹرابو (۱۴، ۶۴۸) نے اسے ہیگیے سیاس ساکن مگنیشیہ سے منسوب کیا ہے۔ اسکے خصائص کے بابت بہت سی خیال آرائیاں کی گئی ہیں لیکن واقعات کو یقین کے درجہ تک نہیں پہنچایا گیا؛ اسکے لئے خاصکر مقابلہ کرو بلاس "خطابت یونان از سکندر تا اگسٹس" Blass ; Die griechische Beredsamkeit in dem Zeitraum von Alexander bis Augustus برلن ۱۸۶۵ء، اور فولکمان (Volkmann) پاولی ا، ۷۴۹ میں۔ کہا جاتا ہے کہ اسی نوع ایشیائی یا "نوع ایشیائیان" کے ساتھ مبالغہ آمیزی کو منسوب کیا جاتا ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اسکا ہیگیے سیاس میں پتہ بھی نہیں۔ مہافی ("زندگی یونان"، ۳۱۷) نے اس اسلوب کا میکالے کے اسلوب سے بہت اچھا مقابلہ کیا ہے (چھوٹے چھوٹے فقرے)۔ پھر یہ فرض کیا جاتا ہے کہ یہ مبالغہ آمیزی خاص طور پر پہلی صدی ق م کے ایشیائیوں میں پائی جاتی تھی (زوسے میل ۲، ۴۹۵)۔ آخرترین تنقید میں جسکا ملخص زوسے میل نے ۲، ۴۶۳ وغیرہ میں دیا ہوا ہے، اس اسلوب کے ارتقا میں مفصلہ ذیل مدارج بیان کئے گئے ہیں:۔ (۱) ہیگیے سیاس نے "ایشیائی نوع" کی ابتدا ہوتی ہے جسنے اسٹرابو کے قول کے مطابق اٹیکائی "اسلوب" کا خاتمہ کردیا۔ (۲) "اٹیکائیت" کی طرف ردعمل؛ بلاس کہتاہے کہ اسکی ابتدا دوسری صدی ق م میں ہرماغورس ساکن تیمنوس سے ہوتی ہے۔ زوسے میل ۲، ۴۸۷ وغیرہ سے یہ عیاں ہوجاتا ہے کہ اس مفروضے کی بنیاد نہایت کمزور ہے، اور خود اسکا خیال ہے کہ ردعمل دراصل اگاتھارخی دیس ساکن کینیدوس سے دوسری صدی ق م کے ابتدا میں شروع ہوا (۱، ۶۹۲) لیکن اگاتھارخی دیس

باب ۲۱

۸۹ شلہ ق م میں جب ایفی سوس کا پرگامم میں الحاق ہوگیا تو یہ بھی پائے تخت کی طرح تمدن پرگامم کا مرکز بن گیا۔ فنونِ لطیفہ کے میدان میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ محض اپنی جغرافی تصانیف میں کبھی کبھی اس نئے اسلوب کو اختیار کیا ہے، اور انھیں ایک مبصر کے حصول کا لقب نہیں دیا جاسکتا۔ (۳) دوسری صدی ق م کے آخری حصے میں خود ایشیائیوں کی طرف سے مفاہمت کی طرف میلان پایا جاتا ہے اور اس میلان کا مرکز رھوڈز تھا (زوُسے میل ۲، ۴۸۹)۔ اس رھوڈزی مسلک کے متعلق بہت کچھ لکھا جاچکا ہے لیکن جو کچھ اقتباسات ہم زوُسے میل ۲، ۴۸۹ وغیرہ میں پڑھتے ہیں انسے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکے متعلق کچھ زیادہ معلومات حاصل نہیں ہے۔ (۴) "دوسری مہردادی جنگ کے بعد" (زوُسے میل ۲، ۴۹۵) ایشیا میں مبالغہ آمیزی کی طرف ایک جدید میلان نظر آتا ہے۔ (۵) آخر کار اٹیکائیت ہی کو غلبہ حاصل ہوتا ہے؛ اس میلان کا منبع ایک حد تک ایتھنز اور کچھ پرگامم ہے (زوسے میل ۲، ۴۸۲)۔ زوُسے میل (۴۸۳) اپنے عام خیالات کے رو سے اور اس واقعہ کے اعتبار سے کہ پرگامم والے اپولودوروس نے جو اوکتاویان کا استاد تھا، روما میں اٹیکائیت کے فروغ دینے میں ضرور مدد دی ہوگی۔ (اپولودوروس کے لئے دیکھو زوُسے میل ۲، ۵۰۴ وغیرہ)۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس اٹیکائیت کے بابت ہمیں جو کچھ بھی معلومات حاصل ہیں ان کا منبع و ماخذ دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسوس ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ بلاسس کے بموجب (۹، ۱) اٹیکائیت کا پیرو وہ سمجھا جاتا تھا جو کسی اٹیکائی مصنف کی پیروی کرے لیکن ساتھ ہی ایسے مختلف النوع مصنف جیسے افلاطون، لی سیاس، ایسقراطیس، دیموستھنیس ہی پریدیس سب اٹیکائی تھے، یہ کہ ایشیائیوں کے مفروضہ سرگروہ ہیگیسیاس نے اٹیکائی مصنف لی سیاس کی پیروی اور اٹیکائیوں کا رہبر دیونی سیوس دیموستھنیس کا بڑا بھاری مداح تھا، تو پھر یہ سب کچھ دیکھ کر ہم اسی نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ تاریخ ادبیات یونان کا یہ پرتکلف باب فرا باد ہوائی ہے۔ اور اسکے خلاف ہو بھی کیسے سکتا ہے جب علاوہ دیونی سیوس کے ہمارے پاس کسی "ایشیائی"، "یا اٹیکائی" یا کسی رھوڈزی، کا لکھا ہوا کچھ بھی نہیں ہے، چنانچہ ہمیں اسکا ذرا سا بھی اندازہ نہیں ہے کہ آخر یہ "ایشیائی" یا "رھوڈزی اسلوب والے کیسے لکھتے تھے؛ اٹیکائیت کو روما میں پہلی فتح اسوقت ہوئی جب وہاں کے بہترین "اٹیکائی" لیکی نیوس کالووس نے لی سیاس ہی پریدیس اور دیموستھنیس کے

ایفی سوس اگاسیاس کا مسکن تھا جسنے نام نہاد "بورگینز ہائے" شمشیر باز (جو آب نوادر خانۂ لوور میں ہے) بنایا؛ اس مجسمے کے رگ پٹھوں سے جانفشانی ٹپکتی ہے لیکن اس میں دلسوزی نہیں پائی جاتی۔

ہمسایہ مملکت، بتھی نیہ میں جو ابھی سے یونانی بلدیات سے بھری پڑی تھی، دوسری حیثیتوں سے نکومیدیس ایپی فانیس یوئرگی تیس نے یونانیت پھیلائی؛ یہ وہی نکومیدیس تھا جو اپنے والد پروسیاس دوم کو قتل کرکے تخت پر بیٹھا اور ۱۴۹ ق م سے شائد ۹۵ ق م تک حکومت کی۔ حقیقت یہ ہے کہ بدمعاشی میں باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے بڑھا ہوا تھا (دیکھو اوپر، باب ۱۸)۔ نام نہاد نقلی اسکیم نوس نے جو پندآموز جغرافی نظم لکھی اسکا مخاطب شاہ نکومیدیس ہی ہے۔ میں نے اس سے پہلے باب ۲۰ حاشیہ ۶ میں کاپادوسیہ میں یونانی تمدن کے اریاراتھیس کی سرپرستی کا ذکر کرچکا ہوں۔ مدنی سلطنت اور رو فرنز کے کاپادوسیہ میں محض عیش پرستی کو مروج کرنے پر ہی اکتفا کیا تھا[9]

تمدن کے اعتبار سے شمال و مغربی ایشیائے کوچک کا تھریس اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اسلوب کی نقل کی (زوسےمیل ۲، ۵۰۳)۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس نے کس اسلوب کو ترجیح دی۔ لیکن دیونی سیوس کہتا ہے کہ یہی قدیم طرز کی خطابت جو سکندر کے زمانے سے برابر زوال پذیر ہو رہی تھی، وہ اسکے زمانے سے پہلے ہی تقریبًا مردہ ہوچکی تھی (زوسےمیل ۲، ۴۸۴)۔ پھر علاوہ دیونی سیوس کے یا اس سے پہلے کونسا شخص "ایٹکائی" کہے جانیکا مستحق تھا؟

[9] بتھی نیہ۔ ۲۸۰ ق م کے بعد کے زمانے تک میرلیہ اپامیہ کے سکوں پر قدیم نام برابر کندہ ہے، اور "اپامیوں" کا لفظ ۲۶ ق م یعنی رومن عہد تک نمودار نہیں ہوتا؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۷، ۴۴۳۔ کیوس پروسیاس میں بتھی نیہ کے حکمرانوں کے زمانے میں تانبے کے سکے بنتے ہیں؛ لیکن سلطنت روما سے پہلے نقیہ، نکومیدیہ اور دوسرے بتھی نیہ والے شہر سکے نہیں ڈھالتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان بتھی نیہ نے اپنے شہروں کی آزادی ذرا محدود کردی تھی؛ روما کے عہد میں انہیں زیادہ آزادی حاصل تھی۔

اور ہمسایہ جزائر سے تعلق تھا؛ ان جزیروں میں سے یہاں میں صرف ساموتھریس کا حوالہ دوں گا جسکی درگاہ کبیری کو سکندر کے عہد کے بعد بڑی بھاری وقعت سے دیکھا جاتا تھا۔ یہاں بہت سے بادشاہوں کے طرف سے چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے، (مثلاً لیزی ماخوس کی بیوی ارسی نوئے اور کیرانوس کی طرف سے اور فلادیفوس نے اس جزیرے میں ایک مدور بتکدہ بنوایا جسکے کھنڈر حال ہی میں برامد ہوئے ہیں۔ یہاں دوسرے جو مجسمے نکلے ہیں انمیں سے فتح کی دیبی کا ایک بے سر بت، جواب لوور میں ہے، خاص طور پر قابل لحاظ ہے؛ ہمیں پولیورکیتیس کے سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۳۰۶ سنہ ق م کی جنگ سالامس کی یادگار ہے اور انہیں فتح کی دیبی جہاز کے اگر بھاگ پر نفیری بجاتی ہوئی کھڑی نظر آتی ہے۔[10]

---

[10] ساموتھریس۔ کونتسے، ہاؤزر و نیمان: "ساموتھریس کی آثاریاتی تحقیقات" Conze ; Hauser & Niemann : Arch. Untrsuch. auf Samothrace وائنا ۱۸۷۵ء وسالہائے مابعد، دو جلد سکوں کے لئے دیکھو سکہ جات قدما" ۴، ۱۷؛ گارڈنر: "انواع" ص ۱۸۷ وتصویر ۱۲، ۴۔

مقابلہ کرو کرن Kern کا مضمون انجمن آثاریات برلن Berl. Arch Ges. مئی ۱۸۹۳ء (ہفتہ وار جریدۂ لسانیات برلن، ۱۲ اگست ۱۸۹۳ء)۔ نیز مقابلہ کرو مصر کی سیاسی کیفیت تقریباً ۲۴۰ سنہ ق م میں۔

باب بست و دوم

یونانی تمدن دوسری صدی ق م میں

(۴) رھوڈز

ملوکیتوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اب ہم جمہوریتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہاں سب سے پہلے رھوڈز کو لیجئے اس لئے کہ اپنے محل و قوع اور اندرونی کیفیات کے باعث اس جزیرے کا مفصلۂ بالا مملکتوں سے گہرا تعلق تھا۔ یہ جزیرہ یوں تو ایشیاء کے ایک گوشے میں واقع ہے، لیکن اس کا رخ افریقیہ اور یورپ دونوں کی طرف ہے چنانچہ مدت دراز تک برابر یہ ان تینوں براعظموں کے مابین ایک نہایت ہی کارآمد واسطہ بنا رہا ہے۔

قدیم ترین زمانے سے برابر جزیرۂ رھوڈز کو ایک خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ ہومر میں اسکا جو ذکر ہے اسکے علاوہ استرابو کہتا ہے کہ پہلی اولمپیاد سے بھی پہلے رھوڈزی دور و دراز ممالک میں "آدمیوں کو بچانے کی غرض سے" سفر کیا کرتے تھے، چنانچہ انھوں نے ابیریہ میں رھوڈے اور اٹلی میں پارتھنوپے (نیپلز) اور دوسرے شہر آباد کئے۔ کہتے ہیں کہ چند کریٹیوں کی مدد سے انھوں نے

سسلی میں گیلا آباد کیا، کنیدوس والوں کو ساتھ لیکر لپارہ گئے، ملطیوں سے مل کر بحر اسود کے کنارے اپولونیہ لبایا، ایشیائے کوچک کے جنوبی ساحل پر فاسے لس وسولی کے آباد کاری میں مدد و معاون ہوئے اور مصر ہی شہر کوکراتس میں جو یونانی نو آبادی تھی اسمیں بھی رھوڈز والے موجود تھے۔ خود ان کا منبع و ماخذ آرگوس تھا، لیکن افسانے فن پسند تلخی نیس کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو پہلے اسی جزیرے میں رہتا تھا، اور نہیں فنیقیوں کا بھی ذکر ہے جو کسی زمانے میں وہاں آباد تھے لیکن جنھیں جزیرے سے نکال باہر کر دیا گیا تھا۔ اس جزیرے میں تین ممتاز بستیاں تھیں، یعنی شمال میں یالی سوس، مشرق میں لیندوس اور مغرب میں کامیروس، اور ان شہروں کو کوس، کنیدوس اور کچھ عرصے کے لئے ہالی کارناسوس کے ساتھ ملا کر دریانی شش بلدیات کا لقب دیا جاتا تھا، جسکا مرکز کنیدوس کے قریب تری یومیوم کے راس پر اپولو کے بت خانے پر تھا۔

رھوڈز کو ہمیشہ نہایت زبردست سیاسی اہمیت حاصل رہی تھی لیکن جب ۸ شہ ق م میں یالی سوس، لندوس، اور کامیروس والوں نے متفقہ طور پر ایک جدید شہر آباد کرنے کا تہیہ کرلیا تھا یہ اسی اہمیت میں گویا چار چاند لگ گئے اس لئے کہ جو قوتیں اسوقت تک بادی النظر میں منقسم تھیں وہ اب متحد ہوگئیں اور اس اتحاد کا جو اثر نہ صرف جزیرے پر بلکہ تمام یونان پر پڑا وہ بہت جلد آشکارا ہوگیا۔ یہ نیا شہر یالی سوس سے کچھ زیادہ دور نہ تھا اور جزیرے کے شمالی کنارے سے ذرا مشرق کی جہت میں واقع تھا۔ اسکی دو بندرگاہیں تھیں جو ایک دوسرے کے قریب شمال کی طرف کو کھلی ہوئی تھیں۔ آجکل شہر ان بندرگاہوں سے دو میل کے فاصلے پر ہے، اور اسی بعد کی وجہ سے اس محل وقوع میں محدود رقبے اور معمولی طرز کا یونانی شہر آباد نہیں ہوسکا اور قلعہ اور یہ بندرگاہ گویا ایک بڑے قصبے کے طالب تھے۔ جدید رھوڈز کی تدبیر تعمیر ہپوداموس کے سپرد کی گئی جسنے سمندر سے ایک تماشہ گاہ کی شکل کا شہر تعمیر کیا اور اسکی

شہر کیں خطوط مستقیم کے اصول پر بنائیں۔ اسکے زیریں محلہ جات کو اکثر پہاڑی سیلابوں کیوجہ سے انقصان پہونچا کرتا تھا اور تمام ضلع کو ہمیشہ زلزلوں کا ڈر لگا رہتا تھا۔[1]

چوتھی صدی ق م کے دوران میں رھوڈز کی اہمیت خاص طور پر نمایاں ہوگئی، اور اس زمانے میں اس نے سکوں کا ایک جدید معیار قائم کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جزیرے کو دنیائے تجارت میں ایک خاص امتیاز حاصل تھا (جلد ۳، صـ ۲۹) سکندر کے زمانے میں رھوڈز کی شہرت اس درجہ ترقی کر چکی تھی کہ اس بادشاہ نے اپنے وصیت نامے کو اس جزیرے

[1] رھوڈز کے لئے دیکھو جلد ۱، باب ۱۲، اور حواشی متعلقہ ان تصانیف میں مفصلۂ ذیل کا اضافہ مناسب ہوگا؛ ہملٹن: ایشیائے کوچک میں تحقیقات Hamilton : Researches in Asia Minor ۱۸۴۲ء؛ روس: سفرنامہ جزائر یونان Ross : Reisen auf den Griech Inseln جلد ۳ و ۴، ۱۸۴۵ء؛ نیوٹن: مشرق میں مسافرت اور تحقیقات Newton : Travels & discoveries In the Levant لندن ۱۸۶۵ء؛ بلیو و کوترے: جزیرہ رھو Billiot et colteret. L'Isle de Rhodes. ۱۸۸۱ء؛ بوٹرمنڈ "جمہوریہ اہالیان رھوڈز" Bottermund De Republic Rhodior comm ۱۸۸۲ء؛ گلبرٹ، دو کتابچہ قدیمیات یونان" Gilbert. Handb der griech. Staatsalt. ۳، ۱۸۳/۱۷۴؛ کون: "قیام مملکت ہائے قدیمہ der Eustehung der staadte der Athen لائپزگ ۱۸۷۸ء ۲۰۹/۲۲۱؛ شوماخر: جمہوریہ رھوڈز Schumacher: De Repub. Rhod. Comm ہائیڈلبرگ ۱۸۸۶ء۔ تور کی کتاب "رھوڈز بزمانہ قدیمہ" Torr : Rhodes in ancient times کیمبرج، ۱۸۸۵ء) بسیط ہے اور اسمیں مواد بھرا ہے اور یہ نوشتوں کو بھی استعمال کرتا ہے۔ نقشے؛ نیوٹن، گلبرٹ، کلنیاس حالیہ رھوڈز کا سطحی نقشہ اسلئے اہم ہے کہ اس سے بندرگاہوں کا پتہ چل جاتا ہے۔ نیوٹن جہاتی: "سلطنت یونان" باب ۱۵ میں ثالثی اور اعتبار عامہ کے بابت کچھ دلچسپ رائیں دی ہوئی ہیں۔

اسناد قدیمہ خصوصاً استرابو ۱۴، ۶۵۲/۶۵۵

افسانوں کا ملخص ٹور ۲۹ میں دیا ہوا ہے۔

باب ۲۱

کے سپرد کرنا مناسب سمجھا[1] گو رھوڈز نے اس کا ساتھ دیا تھا لیکن اسکی موت کے بعد اس نے اسکے کسی جانشین کے سامنے سر نہیں جھکایا جسکی وجہ سے دیمیتری یوس پولیورکی تیس سے اسے جھگڑنا پڑا، اور اس جھگڑے میں اس جزیرے کی عزت و وقعت پہلے سے بھی بڑھ گئی۔ اسکے خارجی طرز عمل کے اصول جو اگلی ڈیڑھ صدی تک برابر جاری رہے حسب ذیل تھے: جملہ امن پسند مملکتوں سے عمدہ تعلقات، لیکن کسی سے جراحی یا دفاعی محالفے کا فقدان؛ آزاد بحری تجارت کا قیام، جسکی وجہ سے رھوڈز نے تہیہ کرلیا کہ جو کوئی اس اصول کا سد راہ ہوگا اسپر جنگ آزمائی کیجائے گی اور جو اسی طرز عمل پر چلیگا اس کی مدد کیجائے گی۔ اور پھر (ایتھنز ہی طرز عمل کے برخلاف) رھوڈز نے ان خدمتوں کا، جو مفاد عامہ کے خاطر کی گئی تھیں، کسی بحری ریاست سے مطلق کسی قسم کے معاوضے کا دعوی نہیں کیا۔ اسکی وجہ سے ہر ایک کے دل میں رھوڈز کی عزت المضاعف ہوگئی، چنانچہ جب ۲۲۷ ق م میں جزیرے میں زلزلے کی وجہ سے یہاں کے باشندوں کو بڑی بڑی تکالیف اور صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا تو ہر مملکت نے اسے طرح طرح کے تحائف بھیجے[2] تجارت کی آزادی کی تائید ہی میں رھوڈز نے اپنے حلیف بیزنطہ تک کی مخالفت کی (باب ۱۰) اور اغلب امر یہ ہے کہ بطلیموس کے ساتھ آویزش کیوجہ بھی یہی ہوگی۔ جب یومینیس نے فارناکیس کے ساتھ جنگ کے دوران میں باسفورس کو بند کردینا چاہا تو اسنے اسے باز رکھا، روپیہ دیکر مہرداد فرمانروائے پونٹوس کے خلاف اسنوف کی مدد کی، اور کوشش کی کہ روما اس معاملے میں مداخلت کردیں،

[1] سکندر رھوڈز میں اپنا وصیت نامہ رکھ دیتا ہے۔

[2] دیکھو اوپر باب ۱۳۔

تاہم رھوڈزی ایک طرح کے "محصول سیادت بحری" کا مطالبہ کرتے تھے۔ لیکن اس سے یہ مقصود نہیں تھا کہ کسی طرح کی سلطنت بنائی جائے۔ دیکھو جلد ۲ کے آخری اوراق۔

پولی بیوس ۵، [illegible] میں ان تحائف کا تذکرہ ہے جو زلزلے کے بعد مختلف حکمرانوں نے رھوڈز کی نذر کیئے۔

گو یہ کوشش بالکل رائگاں ثابت ہوئی[۴۲]۔ بحری قزاقی کا انسداد کرنے میں رھوڈزی بڑے سرگرم تھے، اور انھوں نے کسی نہ کسی طرح سے اس کام میں کریٹیوں کی مدد بھی حاصل کر لی (کنوسوس و ہے راپیتنا)[۴۳]۔ انھوں نے فیلقوس پنجم کی دست درازیوں کو روکنے کے لئے بجد کوشش کی (باب ۱۵) اور سنہ ۲۰۵ ق م میں مصر و خیوس سے ملکر صلح کر لی۔ بعد میں، جب فیلقوس نے چال چلکر انھیں پہلے تو ہرقلی داس کے ذریعے سے اور پھر کیوسیون والے قصے میں انھیں نقصان پہونچایا، تو وہ اس سے بہت بہادری کے ساتھ لڑے (باب ۱۶)۔ روما و فیلقوس کے درمیان جو صلح ہوئی تو اس سے اقلیمی حصے پر انکے جملہ دعاوی پورے نہیں ہوئے، گو یہاں اس سے پہلے ہی سے انکی ایک بستی تھی۔ اس سے زیادہ انھیں انطاکوس کے خلاف کامیابی حاصل ہوئی تھی جسکے مقابلے میں انھوں نے رومنوں کی ہر قسم کی امداد دی تھی، اس لئے کہ اس موقعہ پر انھیں تیل میسوس کے علاوہ تمام کاریہ اور لکیہ مل گیا۔ لیکن جب لکیہ والوں نے رھوڈزی حکومت کی سختی کی شکایت کی تو رومنوں نے اسکا اعلان کر دیا کہ ہم نے لکیہ والوں کو رھوڈز کے سپرد دوستوں کی حیثیت سے کیا ہے، غلاموں کی حیثیت سے نہیں۔ اسمیں شبہ نہیں کہ غلطی رھوڈزیوں ہی کی تھی۔ یہ سچ ہے کہ انھیں اسپر فخر تھا کہ ہم اپنے بحری حلیفوں سے خراج نہیں لیتے؛ لیکن اگر وہ لکیہ والوں کے ساتھ اسی قسم کا برتاؤ کرتے تھے جیسے کاؤنوس و ستراتونیکیہ کے ساتھ (جنسے وہ اکثر میں

---

[۴۲] بوسفوروس کی وجہ سے رھوڈز کی بوزنطیس سے مخالفت، پولی بیوس ۲۷، ۶۔ رھوڈز اسنوف کی مدد کرتا ہے؛ پولی بیوس ۴، ۵۶۔

[۴۳] سنہ ۲۰۱ ق م میں رھوڈز اسنوف کے بابت روما کو ایک سفارت روانہ کرتا ہے؛ پولی بیوس ۲۲، ۹۔

[۴۴] رھوڈز اور بحری قزاقی؛ تورہ ۸۴، ۹۴، ۵۹، ۶۵۔ قزاق دیمتریوس کی رھوڈز کے خلاف طرفداری کرتے ہیں؛ دیودوروس ۲۰، ۸۲۔ کریٹی بحری قزاقوں کے ساتھ جنگ؛ پولی بیوس ۲۹، ۴: ۳۳، ۱۱، ۱۴۔ رھوڈزی ہنی بعل للی بیوم میں؛ پولی بیوس ۱، ۴۶ وغیرہ۔

باب ۲۲

تالنت سالانہ خراج لیتے تھے (باب ۱۸ حاشیہ ۶) تواس سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اقلیمی علاقے سے خراج لینا چاہتے تھے اور روسٹن یہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ انکا اصل مقصد ہرگز یہ نہیں تھا۔ ہم اس سے پہلے باب ۲۱ میں اس مصیبت پر بحث کر چکے ہیں جسکا روما و پرسیوس کے باہمی آویزش میں رھوڈزی شکار ہوئے اگر ہم یہ فرض کریں تو حق بجانب ہو نگے کہ انسے جو ناعاقبت اندیشی سرزد ہوئی تھی اور جسکی وجہ سے انکی تاریخی غیر جانبداری میں فرق آگیا تھا، وہ اس گھمنڈ کی ایک نشانی تھا جو انسے کاؤنوس ولکیہ کے ساتھ سخت برتاؤ میں ظاہر ہوا تھا لیکن جب انکی سیاسی قوت میں زوال ہو چلا تھا، اسوقت بھی آزاد تجارت کے لئے جو جوش انہیں تھا اسمیں سرمو فرق نہیں پیدا ہوا تھا، اور اسوقت بھی وہ برابر بحری قزاقوں کے ساتھ جنگ آزما ہوتے رہے۔ آخر میں انھوں نے مہرداد یوپاتور کا ساتھ نہ دینے سے اپنی دوراندیشی اور نکتہ دانی کا ثبوت دیا (دیکھو باب ۲۶)

علی العموم رھوڈز نے بڑے بڑے بیڑے آراستہ نہیں کئے اسلئے کہ عام طور پر اسکا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی طرح بحری قزاقوں کو زک دے چنانچہ اس مقصد کے حصول کے خاطر تین چار جہاز بھیجے جاتے اور وہ بعض مرتبہ بحر اوقیانوس تک کا چکر لگاتے۔ ظاہر کہ جب کبھی کسی قوت والے بادشاہ کا مقابلہ کرنا ہوتا تو ایسی حالت میں بڑے بڑے بیڑوں کی ضرورت پڑتی تھی، مثلاً ۲۰۱ سنہ ق م میں رھوڈز، پرگامم اور بیزنطہ نے مل کر ۶۵ جہاز بنائے؛ انطاکوس والی جنگ میں صرف رھوڈزیوں نے پہلے ۲۵، پھر ۳۶ اور آخر میں ۲۰ مزید جہاز آراستہ کئے اور ۱۹۰ سنہ ق م میں سمندر پر انکے ۷۰ جنگی جہاز تیر رہے تھے علاوہ ازیں انکے تجارتی جہاز بھی مسلح تھے۔ قدیم اتھنزیوں کی طرح رھوڈزیو کو جنگی چال ڈھال خوب آتی تھی؛ وہ دشمن کی صف کو چیر ڈالتے اور انکے جہازوں پر ایک طرف سے اور عقب سے حملہ کرتے تھے۔ پہلی فنیقی جنگ میں رھوڈزی ہنی بعل نے للی بوم کے مقام پر رومنوں کے خلاف اپنی جلت پھرت میں امتیاز حاصل کیا۔ رھوڈزی ملاحوں کی مہارت اسقدر مسلمہ تھی کہ

یونانی زبان میں ایک کہاوت ہوگئی کہ دس جہازوں کے لئے دس رھوڈزی کافی ہیں۔ انکو اپنے پیشے پر جو فخر تھا وہ ایک رھوڈزی ناخدا کے قصے سے معلوم ہوتا ہے جسنے اپنے جہاز کو طوفان میں ڈوبتے ہوئے دیکھ کر پوسیڈون دیوتا کو مخاطب کر کے کہا کہ "اے سمندر کی دیوتا تمھیں یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ میں تمھارے لئے اپنا جہاز عمدہ حالت میں روانہ کر رہا ہوں"۔

اسکندریہ اور یوروپی بندرگاہوں کے درمیان جو تجارت ہوتی تھی اس کا راستہ رھوڈز ہو کر تھا، اور یہی جزیرہ شامی تجارت کے ایک جزو کے لئے مرکز بن گیا تھا۔ اسمیں قدیم زمانے کے پرائیوس کی طرح ایک گودام بنا ہوا تھا جسمیں سامان تجارت کے نمونے رکھے تھے۔ ۱۶۹ء قم کے قریب زمانے میں بھی رومن مملکت کے اجازت سے رھوڈزی سسلی سے اناج دوسرے ملکوں کو لیجاتا تھا۔ علاوہ ازیں اسکی بحر اسود کے ساتھ بہت کچھ تجارت تھی یعنی اسکے ملاح شراب اور تیل لیجاتے اور غلام، اناج، چمڑا، شہد وغیرہ وہاں سے اپنے ساتھ لاتے؛ اور ہم رھوڈز و بیزنطہ کے مابین جس جھگڑے کا اوپر ذکر کر چکے ہیں وہ دراصل اسی درآمد و برآمد سے اٹھا تھا۔ ۲۲۷ء قم والے زلزلے کے بعد رھوڈزی پرسوریہ میں محاصل درآمد و برآمد سے مستثنے ہوگئے۔ اس جزیرے میں بہت سے غیر ملکی بھی رہتے تھے، اور جسطرح آجکل نوجوان انگریز تجارتی اصول سیکھنے کے لئے ہامبرگ جاتے ہیں اسی طرح سے اس زمانے میں نوجوان یونانی تجارت میں مہارت پیدا کرنے کے لئے رھوڈز بھیجے جاتے تھے۔ رھوڈز کا قانون تجارت نہایت سخت تھا؛ اسکے مطابق باپ کے بعد بیٹا تمام آبائی قرضہ کا (روما سے بھی زیادہ) ذمہ دار تھا اور روما میں جس طرح کبھی کبھی قرضہ داروں کو رقوم کی معافی دیدی جایا کرتی تھی اسکے برخلاف رھوڈزی اس طرز عمل کو پسند نہیں کرتے تھے۔ رھوڈز کے مشہور بحری قانون کے متعلق ہمیں صرف یہ معلوم ہے کہ خطرے کے وقت مال کو سمندر میں پھینک دینے سے جو نقصان ہوتا تھا اسے ہر متعلق شخص پر مساویانہ تقسیم

کر لیا جاتا تھا[ٹ]

رھوڈزی دستور سیاسی کے متعلق ہمیں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں[۷]۔ اسکا تو ہمیں علم ہے کہ مستقر جمہوریہ میں ایک مجلس خاص اور ایک جمعیت عوام تھی۔ گو عمومیت کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے لیکن اغلب امر یہ ہے کہ رھوڈز میں مجلس خاص کا اثر (مثال کی طور پر) ایتھنز سے زیادہ تھا۔ عاملانہ اختیارات چھ پرتیانیس کے قبضے میں تھے لیکن انکے علاوہ استراتے گی اور ناؤآرخ بھی تھے جو (عوام کے منظوری سے) غیر ممالک کے ساتھ عہد نامے بھی کر سکتے تھے۔ ساتھ ہی یالی سوس، کامیروس ولندوس کی بستیاں بھی قائم برابر رہیں اور انکی بعض قرار دادیں جن کا تعلق

ٹ کاروبار میں سختی کے ساتھ ایمانداری برتی جاتی تھی: ٹور، ۱۵ - رھوڈزی ضابطۂ تجارت: ایضاً ۲۵ - پیونٹر: "رھوڈز کا قانون اشیاء افگندہ" Puendter De lege Rhodia dejactu ایرلانگن، ۱۸۹۱ء -

۷ دستور رھوڈز کے بابت دیکھو اسناد محولۂ بالا۔

انتی منیس ساکن رھوڈز بابل میں سکندر اعظم کا ایک قابل عہدہ دار تھا۔

۲، ۱۵، ۱۹، ۲۴ -

رھوڈزی امیر البحرون کو عہد ناموں پر دستخط کرنے کا اختیار تھا؛ پولی بیوس ۳۰، ۵؛ اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ رھوڈز صرف فوری ضروریات کے لئے پابند ہوتا تھا۔

لندوس کی حیثیت؛ نیوٹن میں تصاویر؛ "سفر نامہ" ۱، ۱۹۲ -

امرا غربا کا خیال کرتے ہیں؛ استرابو ۱۴، ۶۵۲ -

مالیات؛ ٹور، ۶۶ - ڈٹن برگر کا خیال ہے کہ نیوٹن والا کتبہ (کتبہ جات نوادر خانہ برطانیہ ۳۴۳) جسمیں مملکت کے لئے چندے کا بیان ہے رھوڈز کے متعلق نہیں بلکہ کوس کے متعلق ہے؛ دیکھو پیٹن و ہکس: "کتبہ جات کوس" Paton & Hicks : Inscriptions of Cos -

سکہ جات سے پتہ لگتا ہے کہ ہالی کارناسوس اور کنیدوس دونوں رھوڈز کے تابع تھے؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکات" Head H.N. ۵۲۴، ۵۲۶ -

مقامی معاملات (خصوصاً مذہبی معاملات سے تھا) ہم تک پہونچی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے (اور ویسے بھی یہ ظاہر ہے) کہ خارجی معاملات صرف رھوڈز ہی میں طے ہوتے تھے۔ بہر حال اس قسم کی قرار دادیں سب سے زیادہ لنڈوس اور سب سے کم یالی سوس کے متعلق ہیں جسکی وجہ قیاس چاہتا ہے کہ بہت سے باشندے یالی سوس سے اٹھ کر قریب کے شہر رھوڈز چلے گئے ہونگے اور اسکے برعکس لنڈوس کی اکثر آبادی اپنے ہی شہر میں رہی ہوگی۔

اگر ہم اس شکایت سے اندازہ کریں جو رھوڈزیوں نے ۱۶۸ ق م کے نقصانات کی تو ہم محسوس کرینگے کہ رھوڈز کی آمدنی بہت کافی ہوگی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے زلزلے کے بعد ہے رون و گیلون فرمانروایان سرقوسہ نے رھوڈز کے شہریوں کی تعداد میں اضافے کے لئے دس ٹالنت روانہ کئے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہریت کے حصول کے ساتھ ساتھ نئے شہری کو محصول بھی ادا کرنا پڑتا ہوگا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ رھوڈزی اپنا حق شہریت کسی حالت میں ایک راہگیر اجنبی کے ہاتھ فروخت کرنا پسند نہ کرتے ہونگے، چنانچہ ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ اول تو ایسے لوگوں کو جو اپنے حسب نسب کی وجہ سے شہریت کے دعویدار ہوسکتے تھے، انھیں روپیہ ادا کرنے پر شہریت کے حقوق مل جاتے ہونگے اور دوسرے یالی سوس، کامیروس و لنڈوس کے ہر شہری کو، جو نئی رھوڈزی مملکت کا شہری بننا چاہتا تھا، اسے بھی روپیہ ادا کرنا پڑتا ہوگا۔ یہی وجہ رھوڈزی مملکت کی اعیانی کیفیت کی ہے۔ استرابو کہتا ہے کہ اعزازی "خدمات عامہ" کے ذریعے سے رھوڈز کے مالدار لوگ مملکت اور غربا دونوں کے امور سرانجام دیتے تھے۔ ہم ایک نوشتے سے یہ استناج کر سکتے ہیں کہ یہی کیفیت جزیرہ کوس میں بھی تھی۔ اسی نوشتے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی سال میں جس کا ہم تعین نہیں کر سکتے، جنگ کے اخراجات کے لئے چندہ کیا گیا، اور

جس شخص کا نام چندہ دہندگان کی فہرست میں سب سے پہلے تھا اس نے سات ہزار درہم دیئے اور دوسروں نے پانچہزار اور دس درہموں کے بیچ میں مختلف رقوم ادا کیں۔ اِس سے پہلی رومن فنیقی جنگ کا ایک واقعے کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اپنی خارجی حکمت عملی میں رھوڈز نے جو دور اندیشانہ طریقہ اختیار کیا وہ اسکی اعیانی کیفیات کے بالکل حسب حال ہے۔ اور جب اسنے ایک مرتبہ اس سے گریز کیا تو اسے بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔

نہ صرف یونانی ریاستوں میں بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی رھوڈزی مختلف حیثیتوں سے ملتے ہیں اور مختلف عہدوں پر نظر آتے ہیں۔ مثال کی طور پر ہم تموکراتیس (جلد ۳ باب ۳)، مشہور و معروف برادران این تور. ویمیتون اور بنی تیعل کا ذکر کرینگے جسکا حال اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔

رھوڈز خاص طور پر مذہبی جزیرہ سمجھا جاتا تھا[۵] متفقہ جزیرے کے قیام کے بعد یہاں کا سب سے بڑا معبود ہیلیوس تھا اور مشہور و معروف کولوسوس اسی کا مجسمہ تھا۔ اس سے پہلے لندوس کی اتھینے اور کوہ اتابیریوس کا زیوس بہت کچھ ہر دلعزیز تھے؛ آج بھی لندوس

---

[۵] رھوڈز کا مذہب؛ ہیفٹر: "قدیم رھوڈز میں طرز عبادت" Heffter: Die Gœtterdienste auf Rh. im Alter. ۱۸۲۷ء ۱۸۳۳ء۔ تور، ۷۳/۹۳؛ لندوس میں ہرقل کی عجیب و غریب پوجا؛ ایضاً ۸۷۔ "طعام مشترک" کیلئے تور، ۸۵/۸۸؛ فوکارٹ: "انجمن ہائے مذہبی یونانیوں میں" Foucurt: Les assoc. rel. chez les Grecs, پیرس، ۱۸۷۳ء؛ ۱۱۰/۱۱۲؛ ایشیائے کوچک میں طعام مشترک" ایضاً ۱۱۴/۱۱۹۔

کامیروس میں زیوزمین کا ریز؛ تور، ۸۶۔

رھوڈز کے ایک چھتے میں چاروں طرف ستون تھے، لیکن جنوبی رخ کے ستون دوسروں سے اونچے تھے؛ تور، ۸۶ جہاں وہ ویتروویوس ۶، ۱۰، ۵ کا اتباع کرتا ہے۔ چند سال ہوئے اسیطرح

اور کوہ اتابیر یوس دونوں کے بت خانوں کے کھنڈر موجود ہیں۔ ہیلیوس کی عید بے حد تزک و احتشام کے ساتھ ستمبر میں منائی جاتی تھی، اور جو قربانیاں اسپر چڑھائی جاتی تھیں انمیں سب سے ممتاز چار گھوڑوں کی جوٹ تھی جسے سمندر میں ڈبو دیا جاتا تھا۔ تاریخی زمانے میں بھی فنیقی پجاری ہی یالی سوس میں پوسیدون کی پوجا کی امامت کرتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا آغاز فنیقیہ ہی میں ہوا ہوگا۔ رھوڈز میں اسکلے پیوس کا جو مندر تھا اسکے متعلق ایک انجمن اسکلے پیان تھی جہاں جسمانی ورزشیں کرائیجاتی تھیں اور بہت سے رھوڈزی اپنے عجیب و غریب ورزشی کرتبوں کی وجہ سے چار دانگ عالم میں مشہور ہوگئے۔ ان میں سے اول نمبر دیاغورس کے جانشین دیاغورسی تھے جن کا دعویٰ یہ تھا کہ ہم ہرقل اور مسینی ارسطومنیس کی اولاد سے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رھوڈزیوں میں انجمنوں کو بڑا فروغ حاصل تھا، جس سے انکی اخلاقی مضبوطی کا پتہ چلتا ہے۔ نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں "ایرانوئے" یا دائرے موجود تھے جنمیں سے بعض کے نام تو معبودوں کے ناموں پر اور بعض دوسرے ملکوں پر رکھے جاتے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بہت سے اراکین دوسرے ممالک کے باشندے ہونگے؛ مثال کی طور پر پوسئیدونیوں اور ہرمیسیوں، لیمنوسیوں اور ساموتھریسیوں کا ذکر کافی ہوگا۔ انکی جلت پھرت میں بہت کچھ تنوع پایا جاتا تھا، گو ہم وثوق سے یہ نہیں کہ سکتے کہ انکے جلسوں میں کیا کیا ہوتا تھا؛ ہمیں صرف اسکا علم ہے کہ ان دائروں کی جائداد ہوتی تھی اور انکے ذریعے سے مردہ اراکین کی تدفین عمل میں آتی تھی؛ یہ کہ اراکین اپنی اپنی انجمنوں کو روپیہ دیتے تھے اور اسکے معاوضے میں انکی حسبِ معمول بڑی عزت کیجاتی تھی؛ چنانچہ انھیں خطابات کا مستحق

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کا ایک حصہ پومپئی میں بھی ملا تھا اُسُس شمسی جزیرے والے دھوپ کو پسند کرتے تھے۔

سمجھا جاتا تھا بعض کو چندہ معاف کر دیا جاتا تھا اور انھیں گھیرے ہی انعام میں نہیں دیے جاتے تھے، بلکہ بتخانوں میں مجسمے بھی بنائے جاتے تھے گو ان مجسموں کے تنصیب کیلئے مملکت کی اجازت ضروری تھی۔ رھوڈزیوں کی مذہبیت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اس قاعدے کی نہایت شدت سے پابندی کرتے تھے چڑھاووں کو کسی حالت نقصان نہیں پہونچانا چاہیئے۔ کہتے ہیں رھوڈز کو شکست دینے کے بعد ارتی میزیہ نے مغلوب شہر میں ایک مجسمہ نصب کیا تھا جس میں اسے رھوڈز کے تشخصے کو کوڑے مارتا ہوا دکھایا گیا تھا۔ جب رھوڈزی از سر نو آزاد ہوئے تو انھوں نے اس توہین آمیز نشانی کو مسمار نہیں کیا بلکہ اسے دیوار سے گھیر کر اور اس دیوار کو مسقف کر کے اسے اراضی ممنوعہ قرار دیا۔ رھوڈز اور دوسرے ریاستوں کے درمیان جو دوستانہ تعلقات تھے انکی یادگاری تنصیبیں بہت عام تھیں۔ مثلاً ہیرون نے رھوڈز میں ایک مجموعہ ایستادہ کیا جس میں عموم سرقوسہ عموم رھوڈز کے سر پر گھیرا رکھتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ سنہ ۱۶۷ ق م میں رھوڈزیوں نے دس ہزار طلائی سکوں کے قیمت کا ایک طلائی گھیرا روما روانہ کیا اور اپنے اتھینے کے بتخانے میں روما کا ایک بت نصب کیا جسکی اونچائی ۴۵ فٹ تھی۔ یہ تناسب بھی تھا اسلئے روما کو از سر نو اپنا طرفدار کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنے کا وقت آگیا تھا۔

چڑھاووں اور دوسرے فنی کارناموں کا ذکر کرنے کے بعد ہم رھوڈزیوں کے فنون لطیفہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔[۹] یہ فنون زمانہ قدیم میں بھی اہم

[۹] بیڈیکر: "یونان" Bœd: Griechenland CXV—CXVI؛ رھوڈزی فنون لطیفہ سے مختصراً بحث کرتا ہے؛ نیز دیکھو ابواب متعلقہ ہیرون کی کتاب "تاریخ فن کاران یونان" Brunn: Gesdhichte der griech. Kuenstler؛ ٹور ۹۳/۱۱۸ -
Lueders : Der Koloss رھوڈز کے مجسمے؛ ٹور ۹۸ وغیرہ؛ لوڈرز: "رھوڈز کا عظیم الجثہ مجسمہ" Zu Rhodos ہامبرگ ۱۸۶۵ء۔

سمجھے جاتے تھے۔ قصہ بیان کیا جاتا تھا کہ اُس تھالاسا کے بیٹے، جس نے پوسیڈون کا ترسول گھڑا تھا، یعنی تلخی نیس، اسی جزیرے میں اکارہ بار چلایا تھا۔ رھوڈزی قبرستانوں میں ہیں بہت سے برتن ملے ہیں جنکی ساخت نہایت ہی قدیم طرز کی ہے۔ لیکن رھوڈزی فنون کو جس عہد میں سب سے زیادہ عہد زیر بحث یعنی متفقہ جزیرہ کے قیام کے بعد کے زمانے میں مقبولیت حاصل ہوئی۔ ہم اُس سے پہلے کی جلد میں دیکھ چکے ہیں کہ جنوب و مغربی ایشیائے کوچک میں فنون کو بہت بڑا ارتقا نصیب ہوا تھا، اور اسوقت اسکا مرکز ہالی کارناسوس تھا۔ لیکن اس شہر کے سکندر کی مخالفت کرنیکے بعد اسکی اہمیت میں بہت کمی ہوگئی اور جہاں تک فنون لطیفہ اور تمدن کا تعلق ہے، اسکی جگہ رھوڈز نے لے لی یعنی ایک جمہوریہ کو وہی امتیاز حاصل ہوگیا جو اس سے پہلے ایک طوکی پائے تخت کو حاصل تھا۔ پھر سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم تھوڑی سی مدت تک ہالی کارناسوس پر رھوڈز کا براہ راست اثر پڑا؛ اور گو جزائر کوس و کنیدوس، جو رھوڈز کے قریب ہی واقع تھے، ترقی اور مرفہ الحالی کے شاہراہ پر گامزن تھے، لیکن وہ بھی اس کے اثر سے بچ نہیں سکے۔ ہم جلد ۳ باب ۲۹ میں دیکھ چکے ہیں کہ موسولس کے مقبرے کے تعمیر کیوجہ سے بہت سے مشہور و معروف نقاش ہالی کارناسوس میں جمع ہوگئے تھے، اور انمیں سے ایک یعنی بریاکس نے یعنی اسی شخص نے جس نے اسکندریہ میں سارپس کا بت خانہ تیار کیا تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ عظیم الجثہ مجسموں کے وجود سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ رھوڈز والوں میں ایک طرح کی اکڑ ضرور ہوگی، اور اگر ہم یہ فرض بھی کرلیں کہ ان میں سے اکثر دیوتاؤں کے مجسمے تھے، تاہم ہمارے اس خیال میں کمزوری نہیں پیدا ہوگی۔ رھوڈزی نہ صرف نفیس بلکہ عظیم الشان مجسموں کے خواہاں تھے اور انکے بنانے کے لئے انکے پاس کافی روپیہ تھا۔ ہماری دانست میں جب ایک چھوٹی سی جگہ میں بہت سے عظیم الشان مجسمے کھڑے ہوںگے جنمیں سے بعض غالبًا معبودوں کے اور بعض بڑی تانسوں اور متمول تاجروں کے ہونگے یا تو انکا اثر فی الجملہ اچھا نہیں پڑتا ہوگا۔ رھوڈز

باب ۲۲

(باب ۱۸) رھوڈز میں پانچ معبودوں کے عظیم الشان مجسمے تیار کیئے۔ لی سپوس نے ایک چوکڑی تیار کی جس سورج گھا دیتا بیٹھا ہوا تھا۔ اسکے شاگردوں میں سے ایک رھوڈزی خارؔیس تھا جسنے مشہور تانبے کا کوسوس تیار کیا جو ہیلیوس کا ۱۰۵ فٹ اونچا مجسمہ تھا اور جو زمانہ قدیمہ سے ہفت عجائبات عالم میں شمار کیا جاتا تھا۔ ۳۰۴ سنہ ق م میں محاصرے کے اٹھ جانے کے بعد شہر والوں نے اس ۳۰۰ تالنت میں سے اسکی اجرت دی تھی جو دیمیتریوس پولیورکی تیس کے چھوڑے ہوئے مال کے نیلام سے ملے تھے۔ یہ عظیم الشان مجسمہ ۲۲۷ سنہ ق م کے زلزلے تک برابر کھڑا رہا اور اسکے بعد پھر دوبارہ نصب نہیں کیا گیا، اور جب ساتویں صدی عیسوی میں اسکے ٹکڑے ٹکڑے ہٹایا گیا تو انہیں لادنے کے لیئے نوسو اونٹوں کی ضرورت پڑی۔ ۲۲۷ سنہ ق م کے زلزلے سے لیکر ۱۶۸ سنہ ق م کے پرسیوس والی جنگ تک کا زمانہ رھوڈز کی انتہائی مرفہ الحالی کا زمانہ سمجھنا چاہیئے، اور یہی وہ زمانہ ہے جب اسکے اکثر فنی شاہکار جنکا نوشتوں میں تذکرہ ہے، تیار ہوئے تھے۔ ان نوشتوں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے انہیں سے اکثر وبیشتر میں انسانوں کو دکھایا گیا تھا۔ رھوڈزی عظیم الجثہ مجسموں کو پسند کرتے تھے، اور پلینی کہتا ہے کہ رھوڈز میں ایک سو ایسے مجسمے تھے۔ ہمارے نزدیک رھوڈزیوں کے پسند میں یہ بڑا نقص تھا۔

باوجود ان بیانات کے اگر ہم تک دو مشہور ومعروف مجسمے، جنہیں ایک رھوڈزیوں نے اور دوسرا اترالیس کے سنگ تراشوں نے بنایا تھا، ہم تک نہ پہونچے ہوتے، تو ہمیں رھوڈزی فنون کا بہت ہی ناقص اندازہ ہوتا یہاں ہمارا مطلب لاؤکون اور فارنیز والے سانڈ[۱] سے ہے لاؤکون کا مجموعہ جو بظاہر وہی ہے جو قدما میں اسقدر مشہور ومعروف تھا،

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کے سکے؛ ہیڈ ۵۴۰۔ ہالی کارناسوس ہیڈ ۵۲۶۔ کوس؛ ہیڈ ۵۳۶۔ کنیڈوس؛ ہیڈ ۵۲۲۔ نیوٹن کے اکتشافات کی وجہ سے ہم اس قابل ہوگئے ہیں کہ ہالی کارناسوس کی طرح کنیڈوس کے فنون کا مطالعہ کرنا ہو تو نوادرخانہ برطانیہ جانا چاہیئے۔

رھوڈزی اگے ساندر، پولی دوروس اور اتھانو دوروس نے تیار کیا تھا۔ جب سے پرگامم کے مجسمے ملے ہیں اسوقت سے لاؤکون کے مبداء کا مسئلہ پہلے سے زیادہ صاف ہوگیا ہے اسلئے کہ پرگامم کے حاشیہ میں بھی ایک دیو ہے جسمیں وہی کیفیت نظر آتی ہے جو لاؤکون کی ہے لیکن ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ رھوڈزی مجسمے میں دو نوع سے ترقی کی کیفیت نظر آتی ہے: خارجاً تو دونوں لڑکوں اور انکے باپ کے یکجا ہونے میں اور داخلاً دلسوزی کے اظہار میں یہ گویا پرگامم کا فن ہے لیکن وہ فن جسمیں نیوبے کے فن کار نے گویا ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ فارنیز کا سانڈ ترالیس والے تورسکوس اور اپولونیوس نے تیار کیا تھا۔ یہ مجسمہ اسوجہ سے اتنا اہم نہیں اسلئے کہ اسکے اہم ترین حصے، وہ جنمیں ذہنی کیفیات کا اظہار ہوتا ہے، وہ سب حال کے تجدید کا نتیجہ ہیں۔ اس مجموعہ کو "سانڈ" کا لقب جو دیا گیا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے اسلئے کہ اس میں صرف سانڈ ہی کی ایسی شبیہ ہے جسے یقین کے ساتھ قدیم کہا جاسکتا ہے اور اسکے متعلق فنون لطیفہ کے مورخوں نے جو صفحے کے صفحے رنگے ہیں انکا یہ مستحق معلوم نہیں ہوتا۔ یہاں ہم یہ کہدینا مناسب سمجھتے ہیں کہ سلطنت روما کے زمانے میں جنوب ومغربی ایشیائے کوچک نئے فنون کے قائم مقام سب کے سب ایک شہر یعنی افرودیسیاس (کاریہ) کے رہنے والے تھے۔ انہیں سے سب سے زیادہ مشہور ومعروف ارسطیاس اور پاپیاس ہیں اور کاپی تول کے نوادر خانے میں جو نیس قنطوروں کے مجسمے ہیں وہ انھی کے تیار کردہ ہیں۔

سکندر کے بعد کے زمانے میں رھوڈز میں رنگ کاری کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ ہم یہاں کے سب سے بڑے رنگ کار یعنی پروتوگنیس کا اس سے پہلے ہی ذکر کرچکے ہیں۔ (جلد ۳ باب ۲۹)

اسکے برعکس ہمیں رھوڈزی شعرا کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی حاجت نہیں ہے۔ اپولونیوس رھوڈیوس دراصل مصری تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس جزیرے کے تاجروں کو رنگ کاری اور سنگ کاری کی بہ نسبت شعر وشاعری سے

نسبتہً کم رنگا رنگ تھا۔

لیکن اسکے علاوہ رھوڈز فلسفہ، خطابت، تاریخ اور جغرافیہ کا بھی مرکز تھا[۱۱] تھیوفراستوس کے علاوہ جسے حق اولیت کا مستحق گردانا گیا تھا، ارسطاطالیس کے بعد مشائی فلسفیوں کی سرگروہی کے سلسلے میں رھوڈز ہی کے یودیموس کا نام بھی لیا جاتا تھا، اور زمانہ مابعد کے فلسفیوں میں ہم ہیکے ٹونیموس ساکن رھوڈز کا نام بھی پڑھتے ہیں۔ رفتہ رفتہ رھوڈز رواقیوں کا مستقر اعظم بن گیا اور جنوبی ایشیائے کوچک میں ان فلسفیوں کو اتنا ہی اطمینان تھا جتنا ابیقوری فلسفیوں کو شمال و مشرق میں۔ رھوڈز کے رواقیوں میں پانائے توس سب سے اہم تھا[۱۲] یہ تقریباً ۱۸۵ قبل قم میں پیدا ہوا اور (بلاشبہ پرگامم میں) کراتیس کے درس میں اور ایتھنز میں انتی پاتر ساکن طرسوس کے دروس میں شریک ہوا، اور تقریباً ۱۵۶ ق م میں وہ ایتھنز سے روما چلا گیا۔ یہ وہی زمانہ تھا جب تین ایتھنز ہی فلسفی ایک مدبرانہ سفارت پر روما روانہ کئے گئے تھے (باب ۱۹) چنانچہ انھوں نے تو عوام الناس پر اور پانائے توس نے چھوٹے چھوٹے دائروں پر اپنا اثر ڈالا۔ اس نے لئے لیوس اور سی پیو اصغر سے ملاقات کی اور آخر کار وہ موخرالذکر کا

---

[۱۱] ادبیات۔ ہیکے ٹونیموس ساکن رھوڈز؛ زوسے میل ا؍۸۴۱۔ رھوڈز کے رواقی؛ ٹور؛ ۲۷، ۱ وغیرہ۔

[۱۲] پانائے تیوس و پوسیدونیوس کیلئے دیکھو مضمون "رواقی" Stoici پاؤلی ۶، ۲ $\frac{۱۴۴}{۱۴۵}$ ۔ میں علاوہ ازیں پانائے تیوس کے لئے پاؤلی ۵، $\frac{۲}{۱۱\cdot۱۱}$؛ کرسٹ، ج ۲، ۲۷؛ زوسے میل ۲، $\frac{۶۳}{۸۰}$۔

پوسیدونیوس؛ پاؤلی ۵، $\frac{۱۹۲}{۱۹۳}$؛ کرسٹ، ۲۶۷؛ زوسے میل ۲ $\frac{۱۲۸}{۱۴۴}$؛ رانانش:

[۱۳] مہرداد، Reinach : Mithridates ۲۵۴؛ میئر، جزو ۳، ۲۸۵ وغیرہ۔ اسکے بیٹوں کے متعلق اسکے نایوس میں تکرداد، ابواب ۸۴ تا ۳ ۵۔

دیونی سیوسس تھراکس ساکن اسکندریہ جو پہلی یونانی صرف نحو لکھنے والے ارسطارخس

مہمان ہوگیا اور اپنی اس جدید حیثیت سے اسنے رومن تمدن کی تدریجی قلب ماہیت میں عملی حصہ لیا۔ جہاں مدبر پولی بوس نے، جو اسی ٹولی کا تھا، یونان پر روما کے اثرات ڈالنے کا سامان کیا، وہاں فلسفی پانئے تیوس یونانی زندگی اور خصائص کے اثرات روما پر ڈالنے میں ممد و معاون ہوا۔ وہ مہمات اور مسافرت میں سی پیو کے ساتھ رہتا، چنانچہ سنہ ۱۴۳ قم میں اسنے اسی طرح ایشیا اور مصر کا سفر کیا۔ اپنی زندگی کے اواخر میں وہ تقریباً سنہ ۱۲۹ ق م سے ایتھنز کے رواقیوں کا سرگروہ بن گیا اور آخرالامر سنہ ۱۱۲ ق م میں اسنے داعی اجل کو لبیک کہا۔ وہ اصول اجتہاد کا بانی تھا اسنے اخلاقی ذمہ داری کا ایک نظریہ پیش کیا، جسے سسرو نے اپنا بنا لیا۔ ہم باب ۲۴ میں اسکے اور رواقی فلسفے کے ان اثرات کا ذکر کرینگے جو رومن قانون پر پڑے۔

گو پوسئیدونیوس کی زندگی کا تعلق دراصل اسکے بعد کے عہد سے ہے لیکن ہم پانئے تیوس کے اس اہم شاگرد کا حال نہیں بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ وہ سنہ ۱۳۵ ق م میں شام کے شہر اپامیہ میں پیدا ہوا تھا لیکن چونکہ اسنے رھوڈز ہی میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی اسلئے علی العموم اسے رھوڈزی ہی بیان کیا جاتا ہے۔ وہ ایتھنز میں پانئے تیوس کے درس میں شریک ہوتا تھا اور اسنے سنہ ۱۰۲ ق م اٹلی اور اسپین کا لمبا سفر کیا۔ اس سفر سے واپس آکر وہ ایتھنز کے رواقیوں کا سرگروہ بن گیا۔ اس نے اسی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ شہر کے امور میں بھی حصہ لیا کرتا تھا، چنانچہ وہ پری تانس بھی مقرر ہوا اور سنہ ۸۶ ق م میں رھوڈز کی طرف سے روما کیا جہاں اسکی ماریوس سے ملاقات ہوئی۔ سسرو نے اسے رھوڈز میں درس دیتے ہوئے سنا، اور پومپی اسکے بڑے معتقدوں میں سے تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کا شاگرد تھا، رھوڈز ہی میں رہتا تھا، زوسے تیل ۲، ۱۶۸/۱۰۵
کاستور کے لئے زؤسے سیل ۲، ۳۶۵/۳۷۴۔

باب ۲۲

معلوم ہوتا ہے کہ اسنے سنہ ۱۵ ق م میں وفات پائی۔ اسکی اکثر تصانیف تاریخی رنگ کی تھیں، جنمیں سب سے مشہور تاریخ پولی بیوس کی کتاب کی ۵۲ جلدوں میں تکمیل کی شکل میں تھی، اور چونکہ اسکی معلومات محض نظری نہیں تھیں بلکہ انکا پیرایہ عملی بھی تھا، اور اسنے دور دراز مقامات پر سفر بھی کئے تھے اسلئے وہ اس قسم کے کتاب لکھنے کا بغایت اہل تھا۔ علاوہ ازیں اس نے اپنا وقت بحر اوقیانوس کے مد و جزر کے تحقیقات میں بھی صرف کیا۔ اگر ہم ایک نسبتہً طویل جزو کو پیش نظر رکھ کر اجو مہرداد کے زمانے میں روما کے خلاف ایتھنزیوں کے بغاوت سے متعلق ہے حکم لگائیں تو ہم اس نتیجے پر پہونچینگے کہ پوسیدونیوس کے اسلوب میں زندگی اور حاضر جوابی کے عناصر پائے جاتے ہیں اور وہ پولی بیوس سے بالکل مغائر ہے اسلئے کہ موخر الذکر ہمیشہ بحد خطیر اور بعض مرتبہ ایک حد تک شیخی باز معلوم ہوتا ہے۔

دوسرے رھوڈزی مورخوں میں سے ہم کالکسے نوس کا شمار کرسکتے ہیں جسنے دربار اسکندریہ کے متعلق دلچسپ وقائع لکھے (دیکھو باب ۴)۔ علاوہ ازیں کاستور نے بھی اپنے زمانے کے وقائع مرتب کئے، لیکن یہ شخص بہ نسبت اپنی حکمیاتی تفحصات کے اس سیاسی حصے کی وجہ سے زیادہ مشہور ہے جو اسنے مہرداد کے زوال کے سلسلے میں لیا تھا۔

گو زمانۂ قدیم میں خطابت کا ایک مسلک رھوڈز کی طرف بھی منسوب کیا جاتا تھا[۱] لیکن تہم اسکے خصائص کا تعین نہیں کرسکتے۔ اسکا سلسلہ کبھی تو اٹس خنیس کے ساتھ اور کبھی ہی پریدیس کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔ جو تقریر سنہ ۱۶۷ ق م میں رھوڈزی سفیر نے رومن سینات میں کی ہیں اسکی بڑی تعریف کی گئی۔ پہلی صدی ق م کے رھوڈزی اسلوب کا سہارا ہے رودکلیس

---

۲۲ [۱] خطابت۔ مقابلہ کرو باب ۲۱، حاشیہ ۸۔

رھوڈزیوں کی ملامت، پولی بیوس ۲۱، ۲۵۔

باب ۲۲

وینیے کلیس ساکنان الابندہ کے دو شاگردوں کے سر ہے، اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے زمانے میں "سلک ایشیا" کے امام مانے جاتے ہیں۔ ان شاگردوں میں سے پہلا تو اپولونیوس مالاکوس تھا، جو ۱۲۰ سنہ ق م میں الابندہ سے رھوڈز آیا، اور دوسرا اپولونیوس مولون تھا، جو ۸۱ سنہ ق م اور ۸۱ سنہ ق م میں روما میں رھوڈز کی سفیر تھا۔ جب وہ روما میں تھا تو اسکی سسرو سے ملاقات ہوئی جو ایتھنز و ایشیا میں قیام کے بعد محض مولون کے سامنے زانوے تلمذ خم کرنے کی غرض سے خاص طور پر رھوڈز گیا۔ اس زمانے میں رھوڈز نوجوان رومن طالب علموں کے آماجگاہ بنی ہوئی تھی؛ یہی وہ جگہ تھی جہاں قیصر، بروتوس اور کاسیوس نے علم خطابت کے سبق لئے تھے؛ ان میں سے کاسیوس کا استاد ارخے لاؤس تھا؛ اسی نے کاسیوس کی فتح رھوڈز کے بعد فاتح سے ذرا ملائم ہونیکی التجا کی تھی لیکن یہ التجا مسموع نہیں ہوئی اور کاسیوس نے شہر کو کمال بربریت سے تاراج کردیا۔ ہم جانتے ہیں کہ تی بیریوس نے اپنی جلاوطنی کا زمانہ رھوڈز ہی میں بسر کیا اور اپنا وقت تھیودوروس ساکن گدارہ سے فن خطابت کے اصول سیکھنے میں صرف کیا۔

بہت سے دوسرے شہروں کی طرح رھوڈز میں بھی استادوں کو شہر ہی طرف سے تنخواہ ملتی تھی۔ ایک موقعہ پر پولی بوس رھوڈزیوں پر الزام لگاتا ہے کہ انھوں نے اسی مقصد کیلئے یومنیس سے روپیہ لیا، حالانکہ اسکے نزدیک خود انھیں ہی معاوضہ دینا چاہئے تھا۔

رھوڈز اسکا مستحق ہے کہ اسکی اہمیت کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے، لیکن میں یہاں اسکا بہت ہی مجمل بیان کرسکا ہوں۔ ہم باب ۱۲ میں دیکھ چکے ہیں کہ سیاسی اعتبار سے اسکی حیثیت بغایت اہم تھی اور وہ بڑے بڑے سمندروں کے جہاز رانی کا گویا حامی و معاون مانا جاتا تھا۔ اسکا واحد نقص یہ تھا کہ اقلیمی ممالک میں وہ اپنی رعایا سے ذرا سختی کا سلوک کرتا تھا۔ جو کام رھوڈز نے مشرق میں انجام دیا وہ روما نے مغرب میں پورا کیا، چنانچہ ان دونوں مملکتوں کے درمیان ایک طرح کا

خطرہ ہی تعلق نظر آتا ہے، اور جب رھوڈز نے اپنے نامناسب طرز عمل کیوجہ سے اپنے اعلیٰ درجہ کے رتبے کو کھو دیا تو روما ہی ایک ایسی مملکت رہ گیا جو آزادانہ رسل و رسائل کی حماعت پر کمربستہ تھا، اور آخر اس نے وہ کر دکھایا جو نہ ایتھنز سے ہوا تھا اور نہ رھوڈز سے۔ ایک نوع سے روما اور ایتھنز کے طرز عمل میں مماثلت پائی جاتی ہے، وہ یہ کہ اسنے اپنے حلیفوں سے (رھوڈز کے خیال کے برخلاف) مستقل محاصل لینے کا دعویٰ کیا، لیکن پھر کم از کم کچھ مدت تک (ایتھنز کے برخلاف) اسنے کسی قسم کے خراج کا مطالبہ نہیں کیا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ اسکی بنیاد ایتھنز کے بنیاد سے کہیں زیادہ مضبوط تھی۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ آخری جنگ مقدونیہ کیوجہ سے رھوڈز بالکل ہی گر گیا، لیکن ہم اس سے متفق نہیں ہیں۔ یوں تو خود رھوڈز یوں کا قول تھا کہ ڈیلوس کے آزاد بندرگاہ بنجانے سے انھیں بڑا بھاری نقصان اٹھانا پڑا، لیکن جیسا ہم اگلے باب میں دیکھیں گے، یہ حکم تجارت کی ہر شاخ پر نہیں لگایا جاسکتا۔ اوّل تو ڈیلوس کی اہمیت سو برس سے زیادہ نہیں رہی! پھر یہ تو ناممکن تھا کہ تجارت کے حقیقی اجزاء لاینفک یعنی سرمایہ اور فہم و ادراک اس چھوٹے سے جزیرے کو منتقل کر دیئے گئے ہوں! یہ یقینی امر ہے کہ ذہنی اعتبار سے رھوڈز کو شاملہ ق م میں مشکل سے کوئی نقصان پہونچا ہوگا، اسلئے کہ اس کے بعد بھی وہی جنوب و مغربی ایشیائے کوچک کا ذہنی مرکز برابر بنا رہا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ فنون و ادبیات کے شعبوں میں سماندر کا خوبیوں والا ضلع جنھیں ترالیس اور الابندہ واقع تھے، آخر کار رھوڈز میں اپنی قوتوں کا مظاہرہ کرتا ہے اور اسکی برتری وہیں تسلیم کیجاتی ہے۔

باب بست و سوم

یونانی تمدن دوسری صدی ق م میں

۵ - ایتھنز و دیلوس

اس عہد میں بھی ایتھنز کی زندگی اپنی پرانی روش پر برابر چلتی رہی اور دوسری صدی ق م کے ایتھنزی بھی اپنے پانچویں صدی ق م کے پیشروؤں کی طرح ادبیات و فنون لطیفہ میں غائر دلچسپی لیتے رہے چنانچہ انھیں حکیم سقراط و ابی قوروس کی طرح اب بھی فلسفیانہ مطالع سے اتنا ہی ربط تھا بلکہ زمانے زیر بحث میں اس سے بھی زیادہ نوجوانوں کی تعلیم پر توجہ کیجاتی تھی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ آجکل اس عہد کے ایتھنزیوں کے اخلاق کے خرابی کے راگ گانے کا گویا رواج سا ہوگیا ہے، لیکن یہ راء اتنی ہی مغالطہ آمیز ہے جتنی اس سے پہلے تھی۔ یہ سچ ہے کہ اوروپوس کی تاراجی کی حرکت نامعقول تھی، لیکن پانچویں صدی ق م میں بھی ایتھنزیوں پر روپیہ بٹورنا خوب آتا تھا، صرف فرق یہ تھا کہ اس زمانے میں اسکا پورا بار انکے حلفا ماوراء بحر پر پڑتا تھا۔ عہد زیر بحث میں ایتھنزیوں پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ وہ اجنبی بادشاہوں سے فنی شاہکار اور اوقاف حاصل کرتے تھے لیکن خود ان شعبوں کے

باب ۲۲

ترقی دینے میں خاموش تھے۔ یہ الزام لگاتے وقت لوگ یہ بھول جاتے ہیں یونانیوں کے خیال کے بموجب مدت دراز سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ یونانی خانقاہوں کے نام پر تحفہ تحائف وقف کرنا ایک ثواب کا کام ہے چنانچہ گی گیس کے عہد ہی سے برابر اجنبی حکمراں اسے اپنے لئے ایک خاص امتیاز اور اعزاز تصور کرتے تھے (جلد ۱، باب) اور یہ خیال تیسری اور دوسری صدی ق م میں بھی اتنا ہی موثر تھا۔ اگر کوئی مالدار شخص کسی کو تحفہ دے تو اسکا منظور کرنا دوسرے کا فرض سمجھا جاتا تھا، خواہ وہ خود کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو۔

میں ناظرین کو مختصر طور پر اسکی یاد دلاؤنگا کہ دوسری صدی ق م کے بیشتر حصے میں علاوہ اٹیکا اور ضلع ہالیارتوس کے، مملکت ایتھنز میں پاروس، دیلوس، سکیروس، امبروس اور لیمنوس بھی شامل تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز کے پاس جو ملک تھا اتنا بڑا ملک مشکل سے کسی دوسرے مملکت کے قبضے میں ہوگا، چنانچہ اسکے شہریوں کو مالدار بننے کے بہت سے مواقع تھے۔ ہم اسکے سکوں سے معلوم کرسکتے ہیں کہ اس کا زوال اتنا نہیں ہوا تھا جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے[۱]۔

ایتھنز کی جو عزت و وقعت دوسروں کی نظر میں تھی، اسکا اندازہ

---

[۱] کیوہلر: "ایتھنز میں غیرملکیوں کے مملوکات دوسری صدی ق م میں"

Kochler : Ueber den. Auswærtigen Besitzstand Althens in 2 Jahrhundert,

مجلہ وجریدہ معلومات ایتھنز" .Ath Mitt ۱، ۲۵۷ وغیرہ؛ ہرٹز برگ ۱۸۴۔

اس عہد میں ایتھنز کی عمارات ؛ واخسموت: "بلدیہ ایتھنز" جلد ۱، لائپزگ، ۱۸۷۴ء، ص ۶۰۰ / ۶۵۹ ؛ کرتیوس: تاریخ بلدیہ ایتھنز"، برلن ۱۸۹۱ء، خصوصاً از ص ۲۱۹۔

فرمانروایوں کے تحالف جمہوریتوں کو؛ پولی بیوس، ۵، ۹۰۔ آج تک کسی نے جنیوا کو اسپر مطعون نہیں کیا کہ اس نے کیوں ڈیوک برنسوک سے روپیہ لیکر اس کے معاوضے میں اسکا مجسمہ نصب کیا۔

ان اوقات سے ہوتا ہے جو غیر ملکی ایتھنز کے لئے کرتے تھے اور جنکے معاوضے میں وہ انھیں ذرا مبالغے کے ساتھ اعزاز دیتے تھے۔ ۳۰۷ ق م میں انتی گونوس اور دیمیتریوس کا شکریہ انھوں نے دو جدید قبیلوں یعنی انتی گونس و دیمیتریاس قائم کرکے ادا کیا اور ان عالی شان منتخبوں کے مجسمے ہرمودیوس وارسطوگی تون کے بتوں کے دوش بدوش نصب کئے۔ زمانہ مابعد میں انھوں نے اپنے اس طرز عمل کی اصلاح اولمپیودوروس اور خریمونذیس کے ساتھ ساتھ آزادی کے خاطر لڑنے سے کی اور اس طرح انھیں گویا یہ حق حاصل ہوگیا کہ اولمپیودوروس اور دوسرے وطن دوستوں کے مجسمے نصب کرکے انکی یاد تازہ کریں۔ اسی طرح جب غالویوں کو شکست ملی اور انھیں نیچا دکھانے میں ایتھنزیوں نے حصہ لیا تو ایتھنزیوں نے اس موقع سے بھی فائدہ اٹھاکر بہت سے بت نصب کئے جن غیر ملکی محصر بانوں کے مجسمے بناکر انھیں ممتاز کیا گیا وہ لیزی ماخوس، پرہوس، اوداولیون ساکن پایونیہ اور اسپارتوکوس ساکن بوسفوروس تھے۔ اسکے بعد بطلیموس فلاوفیوس نے ایتھنز میں ایک ورزش گاہ (اور کتاب خانہ) مسمی "بطلیمایوم" تعمیر کی جو شہر میں اپنی نوع کی پہلی ورزش گاہ تھی، چنانچہ ایتھنزیوں نے پرانے قبائل انتی گونس و دیمیتریاس کی جگہ ایک نیا قبیلہ بطلیمائس بنایا، ساتھ ہی اسے اجداد ایتھنز میں شامل کیا اور مصری معبود سارا پس کے پوجا کو اپنے یہاں رواج دیکر اسکے اعزاز کو بڑھایا۔ جنگ خریمونذیس کے افسوسناک انجام کے بعد کچھ مدت تک ایتھنز ہی میں ایک مقدونوی حرس رہا اور طویل دیواریں کھنڈر ہوگئیں۔ ۲۲۹ ق م میں دیمیتریوس کی موت کے بعد ڈیڑھ سو تالنت کے معاوضے میں (جو شاید اراتوس نے جمع کئے تھے) اجیر سپاہیوں کے جمعدار دیوجانس نے ایٹکا کے وہ مقامات جو اسکے انتظام میں تھے (یعنی موونی خیہ پرائیوس اور سونیوم مع سالاس ایتھنزیوں کے حوالہ کرکے ایتھنز کی خدمت انجام دی (دیکھو اوپر، باب ۱۰)۔ اسپر اسے شہری بنایا گیا اور پروئذریہ کا اعزاز دیا گیا؛ نہ صرف یہ بلکہ ایک نیا تہوار دیوجنیہ منایا جانے لگا۔

باب ۲۲

اور ایک نئی درزش گاہ بھی اسکے نام پر موسوم کی گئی جسکی تعمیر کے اخراجات یقیناً صرف اسی نے نہیں بھرے ہونگے۔ اسکے تھوڑے دن کے بعد دو اتھینز لوں یعنی یورقلیدیس ونکیون نے اتھینز اور پرائیوس کی دیوار دیکی مرمت کرکے اتھینز کی خدمت انجام دی جسکی وجہ سے انکا بہت کچھ اعزاز واکرام کیا گیا۔ انھوں نے اتھینز کو اکائیائی لیگ کی شرکت سے بھی باز رکھ کر اپنے وطن مالوف کی عزت برقرار رکھی[1] جسکے بغیر اتھینز کو اراتوس اور کلیومنیس کے آویزش میں مقدونیوں کے دوش بدوش لڑنا پڑتا۔ وہ اکائیائی لیگ سے علیحدہ رہکر مصری محالفے کے وفادار بنے رہے اور رفتہ رفتہ اس محالفے میں برگامم، رھوڈز اور روما بھی شامل ہوگئے۔ کہتے ہیں کہ اتھینز نے ان طاقتور سلطنتوں سے جو محالفہ کیا تو انہیں اسے بہت کچھ نفع ہوا ہو لیکن اگر اتھینز ہی حکومت قوی ہوتی تو اسکا طرز عمل اس طرز عمل سے بالکل مغائر ہوتا۔ ہمارے نزدیک صورت حال اسکے بالکل برعکس ہے۔ اتھینز میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو دور و دراز روما اور برگامم کو مقدونیہ سے زیادہ قوت والے سمجھتا، وہ مقدونیہ جسکے بادشاہ نے کچھ ہی دن بعد آتیکا کو تاراج کرکے گویا اپنی قوت وسطوت کی دھاک بٹھادی۔ الغرض ہمارے نزدیک مقدونیہ کا مقابلہ کرنیکا تہیہ صرف جذبات کے تحت کیا گیا۔ اتھینز یوں نے اپنے افعال سے فیلقوس جیسے بادشاہ کو اتنا برہم کیا کہ آخر کار اسے جو کچھ ملا اسے جلا دیا اور باقی جو بچا اسے برباد کرایا۔ یہ طرز عمل یونانیوں کی تاریخ میں تقریباً لاثانی تھا، چنانچہ اتھینز یوں نے اسکا بدلہ یوں لیا کہ اسکے نام کے تہواروں کو منسوخ کردیا، اسکے نام کے پجاریوں کو برخاست کردیا، اسکے اور اسکے آباؤ اجداد کے بت توڑ کر پھینک دئے

---

[1] یورقلیدیس ونکیون؛ پلوٹارک : .Ar ۴۱

جدید قبیلے؛ ہرمان ٹومزر، ص ۱۳۵۔

دا قسموت کا خیال ہے کہ اتھینز کا اکائیائی لیگ سے علیحدہ رہنا نہایت "منصفانہ" اور "سود مند" فعل تھا۔

باب ۲

اور جن مقامات کا اس سے کچھ بھی تعلق رہا تھا انھیں ملعون قرار دے دیا۔ ایتھنز
کے نکتہ چین اس طرز عمل کی وجہ سے اسے مطعون کرتے ہیں۔ اگر ہم اسے
قابل اعتراض قرار دیں تو ہم اور بھی زیادہ اس نتیجے پر پہونچیں گے کہ ان کا
مقدونیہ کے ساتھ جو برتاؤ تھا وہ جذبات کی بنا پر تھا نہ کہ مدبرانہ دوراندیشی
کی بنا پر۔ ایتھنز لوں نے پھر ایک مرتبہ دنیا کو دکھا دیا کہ وہ دل کے اچھے
ہیں [2]۔ فیلقوس کے خلاف انکا حلیف اتالوس اوّل فرمانروائے پرگامم تھا
اور یہ ایتھنز کے عظیم الشان محسنوں میں شمار کئے جانے کے قابل ہے۔
اس نے اکادیمی کو لاکئے ڈیوم نذر کیا اور اس مشہور و معروف تحفہ کو لاکر رکھدیا۔
یومینیس دوم (۱۹۷–۱۵۹) بھی اتنا ہی مہربان تھا؛ اسنے دیونی سوس کے تماشہ گاہ
میں "محراب یومینیس" کا اضافہ کیا تاکہ لوگ اسمیں بارش سے پناہ لیں۔ اسیطرح
اسکے بھائی اتالوس دوم (۱۵۹–۱۳۸ ق م) نے محلہ کیرامیکوس میں اگورا کے
مشرقی جانب ایک ڈیوڑھی تعمیر کی، جسکے باقیات اسوقت تک موجود ہیں؛
اس مقام پر نیلام ہوا کرتے تھے [3]۔ تقریباً ۲۰۰ ق م میں ایتھنز لوں نے
اتالوس اوّل کے نام پر ایک جدید قبیلہ اتالس موسوم کیا۔ دوسری صدی
ق م میں ایتھنز کے محسنوں میں ایک شامی حکمراں انطاکوس چہارم "ایپی فانیس"
(۱۷۵–۱۶۴ ق م) کا اضافہ ہوتا ہے، اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ اسے شہر کا
استراتیگوس مقرر کر دیا جاتا ہے (باب ۲۰)۔ عجیب بات ہے کہ جس اولمپیوم
تکمیل شہنشاہ ہدریان نے کی اسکا آغاز ایک رومن کوسوتیوس نے کیا تھا
جو اس انطاکوس کے خدام میں سے تھا۔

ہمیں ان عمارتوں کی بابت بہت کم معلومات ہیں جو اس عہد میں

---

[2] ایتھنز ی متعصب تھے"؛ واخسموت ۱، ۶۳۹۔ پولی بیوس ۵، ۱۰۶؛ ہمارے نزدیک واخسموت نے اس بارے میں ایتھنز کے ساتھ انصاف نہیں برتا۔

[3] آڈلر: "ایتھنز میں شاہ اتالوس کی ڈیوڑھی" Adler; Die Stoa des Koenigs Attalos zu Athen برلن ۱۸۷۴ء۔

باب ۲۱

رومنوں نے بنائیں۔ تھراسی لوس کا سنگتی ایوان درحقیقت مقدونوی عہد کے ابتدائی دور (۳۲۰ سنہ ق م) میں تیار ہوا تھا؛ اسکے بیٹے تھراسیکلیس نے اسے ۲۷۰ سنہ میں اسکی مرمت کی[5]۔

اس واقعہ سے کہ اکی قورس کے باغیچے بلدہ کے اندرونی حصے میں واقع تھے، یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ آبادی کی کثافت اضافی میں کمی ہوگئی ہوگی[6] لیکن یہ استدلال مختتم نہیں سمجھنا چاہئے اسلئے ممکن ہے کہ وہ فصیل کے قریب ہوں اور جیسا ہمیں معلوم ہے، شہروں کے فصیل کے قریب بہت سی غیر مقبوضہ اراضی پڑی ہوتی ہے۔ ہمیں اسکا بھی کافی ثبوت نہیں ملا ہے کہ طبقہ امرا جس کی تعداد میں روز بروز کمی ہوتی جارہی تھی، عیش و عشرت کی طرف مبتلا ہوتا جاتا تھا، بلکہ اسکے برعکس ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ فیاضانہ تمدن کو ایتھنز میں ترقی ہو رہی تھی۔ ہمارے نزدیک اسکا ثبوت دو چیزوں سے دیا جاسکتا ہے یعنی ایک تو نوجوانوں کی تعلیم کی طرف پہلے سے زیادہ رجحان سے اور دوسرے فلسفیانہ مسالک کی روزافزوں اہمیت سے۔

نوجوانوں کی تعلیم سرکاری ادارہ "ایفی بیہ" ("بلوغ") کا ایک جزو سمجھی جاتی تھی[7]۔ ایک ایتھنزی لڑکا اٹھارہ برس کی عمر میں "ایفےبوس"

---

[5] تھراسی لوس کی یادگار؛ ویرال وہیریسن: "قدیم ایتھنز کے وثنیات و یادگارہائے" Verral and Harrison : Mythology and Monuments of Ancient Athens لندن، ۱۸۹۰ء، ص ۲۶۵/۲۷۱ مع تصاویر۔ اندرونی کوس کیرتیس تیس کا آلۂ وقت نما؛ کرتیوس: "تاریخ بلدی" Curtius: Stadtgesch. ص ۲۴۳/۲۴۵ "ابتدائے عہد روما میں"۔

[6] ایتھنز کی آبادی میں کمی؛ دا خسموت ۱، ۶۴۹۔ ہمارے نزدیک باغیچہ ہئے کیناس سے جو سرویوس کی فصیل کے کچھ اندر کچھ باہر تھا، یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ روما کے آبادی میں کسی قسم کی کمی ہو رہی تھی۔ کرتیوس: "تاریخ بلدی"، ۲۴۳۔

[7] تعلیم۔ گراسبرگر: "تعلیم و تربیت بزمانۂ قدیم" Grassberger : Erziehung und Unterricht im Klass. Alterthum، ۳ جلد، ویورتزبرگ، ۱۸۶۴ء۔ مہافی: "یونانی زندگی"، باب ۱۷۔

یا بالغ سمجھا جاتا تھا (دیکھو جلد ۲، باب ۸) جسکے بعد اسے دو سال تک تربیت دیجاتی تھی، اور مقدونوی عہد میں اس قسم کی تربیت کا دروازہ میتوئیکیوں کے لئے بھی کھلا ہوا تھا۔ یہ تربیت ورزش گاہوں میں بھی دیجاتی تھی اور زیر سما بھی، لیکن ان دونوں کی نوعیت میں فرق تھا۔ انھیں نہ صرف پانچ ورزشوں یعنی کودنے، نیزہ اندازی، دوڑنے، گھیرا پھینکنے، کشتی گیری، اور گھونسہ بازی کی مشق کرائی جاتی تھی، بلکہ فنون حرب بھی سکھائے جاتے تھے، جیسے تیر اندازی، گوپھن (جو رھوڈزیوں، دولوپیوں اور بلیاریوں میں رائج تھا) اور منجنیق کا استعمال۔ ساتھ ہی نوجوان اتھینزی کو گھوڑے کی سواری، گھوڑا ہانکنے اور تیرنے میں بھی مہارت پیدا کرنی پڑتی تھی۔ اسطرح جو جسمانی قوت پیدا ہوتی تھی اسکا وقتاً فوقتاً امتحان کیا جاتا تھا، مثلاً نوجوانوں کی مارا تھون جیسے مقامات کو پیدل جانا پڑتا، اور سالامس والے ایاکس کے میلے اور موتیخیہ کے آرتمیس والے میلے میں کشتیونکی دوڑوں میں بھی حصّہ لینا پڑتا تھا۔ یہ بات اس عہد کے عام رجحان کے عین مطابق تھی کہ قدیم ورزشوں کے ساتھ ساتھ فوجی قواعد بھی سکھائی جائے، اسلئے کہ بہت سوں کا خیال تھا کہ شہریوں کو بہ نسبت سیدھی سادی ورزشوں کے فوجی قواعد کی زیادہ ضرورت ہے۔ یہ رائے منجملہ دوسرے یونانیوں کے فلوپوئے مین کی بھی تھی اور اسی اصول کے تحت یہ اکائیائیوں کو از سر نو کار فرما سپاہی بنانے میں کامیاب ہوگیا تھا، اور انجالیکہ اراتوس نے، جو ورزشی کھیلوں کا ماہر تھا، میدان جنگ میں کبھی کارنمایاں انجام نہیں دیا بلکہ اس نے اپنی قوم کی حربی صفتوں کو بہت کم کر دیا۔ نوجوانوں کی ذہنی تعلیم لازمی نہیں تھی لیکن اکثر نوجوان اسے حاصل کرتے تھے، اور یہ دو حصّوں میں منقسم تھی، ایک میں تو ناچ گانا سکھایا جاتا تھا اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ایفی بیا کے لئے دیکھو اوپر، باب ۲، حاشیہ ۹۔
اتھینز میں ورزش گاہیں؛ واختسموت، جلد ۱ صفحہ $\frac{۶۲۴}{۶۲۶}$ ۔

باب ۲۳ب

دوسرے ہیں ادبیات وحکمیات۔ یونانیوں کو موسیقی کی جو تعلیم دیجاتی تھی اسکی بنا موسیقی اور رقص کے باہمی گہرے تعلق پر تھی۔ پلوٹارک کہتا ہے کہ ناچ گویا خاموش شاعری ہے، چنانچہ ایتھنز ہی نوجوانوں کا طریق رقص نقالی سے ملتا جلتا تھا۔ ہیں عہد سلطنت روما کے ایک حکمنامے سے (جسمیں شہر تیوس کی طرف سے لڑکوں اور لڑکیوں کے استادوں کے تقرر کا ذکر ہے) معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ورزش پر موسیقی کو کس حد تک ترجیح دیجاتی تھی۔ ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہونگے کہ ایتھنز کی برابری کرنیکی ہر شہر کی خواہش ہوگی، اور ممکن ہے کہ تیوس والوں کو (جو دیونی سوس کے پیرؤں کا آماجگاہ بنا ہوا تھا) دوسرے شہروں سے زیادہ موسیقی کا شغف رہا ہو۔

ادبیات وحکمیات کے شعبوں میں تین چیزیں ایک دوسرے سے ممتاز تھیں یعنی صرف ونحو، خطابت اور کلام یقبول عام شعرا کا کلام پہلے صرف نحو کے لحاظ سے اور اسکے بعد انکے مواد کے لحاظ سے پڑھا جاتا تھا، اور اس تمام نصاب کو "نصاب محیط" کہتے تھے۔ اس کے برعکس فلسفہ کو مکتب ومدرسے کے باہر سمجھا جاتا تھا اور اسکا مطالعہ ہر فرد پر چھوڑ دیا جاتا تھا، گو جہاں تک ہمیں علم ہے، جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اسمیں بہت کم ایسے امیر یا غریب ایتھنز میں ہونگے جو انکی طرف توجہ نہ کرتے ہوں۔ ہم اس سے پہلے ہی فلسفیوں کے مسالک یعنی اکادمی، لیکیوم کے قریب کا باغیچہ (مستقر مشائین)، باغیچہ ابیقوروس اور ایوان بوقلموں کا ذکر کرچکے ہیں۔ الفی بیہ کے متعلق جو درس ہوتے تھے انکے لئے بطلیمایوم، دیوجانیوم اور پالادیوم کے قریب کا کتب مخصوص تھے۔

ایتھنز میں فلسفیوں کی جو وقعت کیجاتی تھی وہ دو چیزوں سے معلوم ہوتی ہے ایک تو یہ کہ وہ بعض نہایت اہم خدمات پر مامور ہوتے تھے اور دوسرے ارسطیون اور مہرداد کے معاملات۔

علاوہ فیلو خوروس وابولودوروس کے اس زمانے کے ایتھنز ہی کے مصنفو

بابت ہمیں کچھ زیادہ معلومات حاصل نہیں، لیکن ہمیں اسکا ضرور علم ہے کہ اس عہد میں ایتھنز غیر ملکی مصنفوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا اور انمیں سے ہم صرف دو مشہور مصنفوں کے ذکر پر اکتفا کرینگے، یعنی تمائیوس ساکن تورومینیوم اور پولے موں ساکن الیوم۔ ایتھنز یوں سے شروع کرو تو پہلا نام فیلوخوروس کا ہے جو "ایٹکائیوں" میں سب سے اہم لکھنے والا گزرا ہے؛ اسے جنگ خریمونڈیس کے بعد انتی گونوس گوناتاس نے بطلیموس کا ساتھی سمجھ کر مروا ڈالا۔ اپولودوروس ارسطاخوس اثینہ رواقیئین کا شاگرد تھا؛ اس نے یونانی معبودوں، جغرافیہ اور تاریخ عالم پر کتابیں لکھیں جنمیں سے آخری دو موضوعوں پر جو کتابیں تھیں وہ سہ وزنی بحر میں تھیں اور تاریخ عالم والی کتاب (جو نہایت وقیع تالیف تھی) اتالوس دوم کے نام پر معنون تھی، لیکن وہ کتاب خانہ، جو اسکے نام سے منسوب کیا جاتا ہے، وہ دراصل اسکا نہیں تھا۔ تمائیوس، جو تقریباً ۳۴۵ ق م میں پیدا ہوا اور تقریباً ۲۴۹ ق م تک زندہ رہا، اس نے اپنی زندگی کے آخری دس سال ایتھنز میں بسر کیے۔ وہ ایک بڑا بھاری عالم تھا، اور اسنے اٹلی و سسلی کی جو تاریخ لکھی ہے اسمیں بہت کچھ مواد بھرا ہے اور اسکے اسلوب میں بہت کچھ نکتہ رسی نظر آتی ہے۔ بعض مرتبہ وہ اپنی پسند و ناپسندیدگی کو بلا کسی لحاظ کے صاف اور صریح طور پر ظاہر کر دیتا ہے، لیکن جب وہ تموٹیون کی تعریف کرتا ہے اور اگاتھوکلیس سے نفرت کا اظہار کرتا ہے تو اسکا شانہ قصداً نہیں جاتا۔ پولیموں تقریباً دوسری صدی ق م کے دور اوّل میں تھا اور وہ ان مؤلفوں میں سے اہم ترین تھا جنھوں نے مختلف ممالک و بلاد کے خصائص پر قلم اٹھایا ہے وہ سیر و سیاحت کو دل سے پسند کرتا تھا، لیکن اسے ایتھنز اتنا مرغوب تھا کہ اس نے وہیں سکونت اختیار کر لی اور وہاں کا باضابطہ شہری بن گیا۔ وہ نوشتوں پر اپنے زمانہ کا مبصر تسلیم کیا جاتا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اوپر کے چار مؤلف اپنے اپنے علوم و فنون میں ماہر تھے،

چنانچہ اس زمانے میں بھی ایتھنز مدینۃ الحکما بنا ہوا تھا، لیکن یہ علوم اسکندریہ کے علوم سے مختلف تھے اسلئے کہ اسکندریہ مولید ثلاثہ اور صرف نحو کا گہوارہ تھا اور ایتھنز تاریخی و جغرافی تفحص و تجسس کا۔ ظاہر ہے کہ سیاسیات کو اسی شہر میں فروغ حاصل ہونا ممکن تھا جسے آزادی حاصل ہو۔ اس عہد میں ایتھنز میں شعر و شاعری نے فروغ نہیں پایا، بلکہ واقعہ

ؔ قلوخوروس۔ کرسٹ ق ۳۶۰؛ زوسے میل ۱، $\frac{۵۹۴}{۵۹۹}$ ۔

اپولودورس؛ کرسٹ ق ۳۹۷؛ زوسے میل ۲، $\frac{۳۳}{۴۴}$ ۔

تمائیوس؛ ہولم؛ "تاریخ سسلی" ۲، $\frac{۲۶۶}{۲۶۹}$، ۴۸۰۔ اسکے بعد اسی شخص کے بابت جو کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ سب زوسے میل ۱، $\frac{۵۶۳}{۵۸۳}$ میں جمع ہیں۔ فی الجملہ زوسے میل نے تمائیوس کے ساتھ انصاف برتا ہے لیکن تمولیون و اگاتھوکلیس کے بابت اسنے جو حکم لگایا ہے وہ انصاف پر مبنی نہیں ہے، اور چونکہ یہ دونوں شخصیتیں ممتاز ہیں اسلئے مجھے انکی بابت یہاں لکھنا پڑا۔ زوسے میل (حاشیہ ۵۷۶) میں تمائیوس کو مطعون کرتا ہے اسلئے کہ اسنے تمولیون کی تعریف کے طومار باندھ دیئے، خصوصًا اسلئے کہ اس میں انکی ذاتی منفعت مضمر تھی۔" زوسے میل کی مراد شکرگزاری سے ہے۔ حاشیہ ۱۸۱ میں تو وہ اسے "تکذیب تاریخ" کا لقب دیتا ہے۔ لیکن ہمارے پاس اسکا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ تمائیوس نے تمولیون کے بابت کوئی غلط بیانی کی ہو، اور اغلب امر یہ ہے کہ اپنی عالی منشی کیوجہ سے تمولیون اس تعریف و توصیف کا مستحق ہے جو تمائیوس انکی کرتا ہے۔ زوسے میل کے حکم کی کمزور بنیاد کا پتہ اس سے بھی لگتا ہے کہ جہاں محض اسوجہ سے کہ تمائیوس تمولیون کا ممنون احسان ہے اسلئے اسکا جرم کریہہ تر ہوجاتا ہے، وہاں تمائیوس کو اگاتھوکلیس سے جو نفرت تھی اسے اسلئے قابل معافی گردانا جاتا ہے کہ اگاتھوکلیس نے اسے ملک بدر کردیا تھا۔ گویا ملامت میں منافرت کی وجہ سے کمی ہوجانی چاہیئے لیکن ممنونیت تعریف و توصیف میں ممد نہیں ہونی چاہئے۔ یہ بھی ذرا مشکل سے سمجھ میں آتا ہے کہ زوسے میل (حاشیہ ۲۸۵) کس طرح اس پر شبہ کرتا ہے کہ تمائیوس واقعی اپنی اس رائے کا تعین کرتا تھا جو اسنے تمولیون کی بابت ظاہر کی۔ جب ایک ایسے ظالم پر جسمیں بدی کوٹ کوٹ کر بھری ہو، ایسی برائیوں کا الزام لگایا جائے جو یونانیوں میں عام نہیں، تو پھر الزام لگانیوالے کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہوگا! یہ بس وہی پرانا قصہ ہے، کہ حکمراں کبھی ہیچ بداخلاق نہیں ہوسکتا۔

باب ۲۳

تو یہ ہے کہ نظم کا دور گذر چکا تھا اور اتھینز ہی میں نہیں بلکہ کہیں بھی ہم اسے پنپتا نہیں دیکھتے۔

فنون لطیفہ کے شعبے میں یونان ابھی تک تعمیری کام میں مصروف تھا، اور اس بارے میں اتھینز کو خاص امتیاز حاصل تھا۔ چوتھی اور تیسری صدی ق م میں (اور دوسری صدی ق م میں پرگامم میں) سنگ کاری کا مرکز ایشیائے کوچک رہا تھا، اور اسکے بعد بھی یہاں کے فنون لطیفہ مردہ نہیں ہوئے۔ لیکن

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ پولے مون ساکن الیوم، مضمون پریلر Preller پاولی ۵، ۱۷۹۰ تا ۱۷۹۵ میں۔ اسکے تصانیف کے اجزا کی اشاعت، لائپزگ ۱۸۳۸ء؛ میولر، جزو ۳، ۱۰۸ تا ۱۴۸؛ کرسٹ ج ۲ ص ۳۹۲؛ زوسےمیل ۱، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۷۶۔

میں نے ۳۲۰ ق م اور ۳۰ ق م کے درمیانی عہد کے ادبیات کا سلسلہ وار بیان یہاں محض اسلئے نہیں دیا کہ اسکی بابت اکثر امور اسکندریہ، پرگامم، رھوڈز اور اتھینز کے سلسلے میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ باقی واقعات کرسٹ اور زوسےمیل میں ملیں گے؛ انہیں سے زوسےمیل بربطی نظم اور ٹیکلوں پر نہایت عمدہ انداز سے نظر ڈالتا ہے۔ نیز دیکھو اس جلد کے اختتام پر اسکا ذکر۔

۹ فنون لطیفہ۔ بروں: "تاریخ فنون یونان" Brunn : Geschichte der griech Kuenstler ۵۳۷۶ وغیرہ (خاندان پولیکلیس)، ۴۲ ص وغیرہ (اتھینزی نقاش) ۵۹ ص وغیرہ (اس عہد میں اتھینزی فنون کے خصائص)، ۷۰ ص وغیرہ (اٹلی میں ایشیائے کوچک کے نقاش)؛ ۵۷۶ وغیرہ (اس عہد میں ایشیائے کوچک کے فنون کے خصائص)؛ ۵۹ ص وغیرہ (پاسی تیلیس اور اسکے جانشین)۔

مرے: "کتابچۂ آثار یارت یونان" Murray : Handbook of Greek Archeology لندن ۱۸۹۲ء ص ۳۰۱؛ اس کتاب میں مسلک پاسی تیلیس کی ایک خصوصیت یہ بیان کیگئی ہے کہ "ہیئتی وجدانی منظاہرے" پائے جاتے تھے۔

ہاؤزر: "جدید اٹیکائی منبتیں" Hauser : Dieneu-attischen Reliefs، اشٹٹگارٹ، ۱۸۸۹ء؛ یہ مضمون بریوکنر Brueckner کے تنقید کے ساتھ ہفتہ وار جریدۂ لسانیات، برلن، Berl.Phil.wock ۱۸۹۰ء نمبر ۲ میں طبع ہوا ہے۔

باب ۲۳

ایشیائے کوچک کے اس کارفرمائی کے ساتھ ساتھ یوروپی یونان میں بھی فنی احیا ہو رہا ہے جسکی وجہ سے یہاں ایسے شاہکاروں کی تکمیل ہو رہی ہے جو اپنی خوبروئی اور اپنے علو کی وجہ سے ممتاز ہیں، اور اس عہد کے سب سے پیش پیش سنگ کاروں میں سے بہت سے اتھینز کے اور بعض "یونان کبیر" کے باشندے ہیں۔ ان میں سے بعض کے شاہکار ہم تک پہونچے ہیں۔ ہم صرف بعض قدیم مصنفوں کے حوالوں سے پوسیکلیس کا پتہ چلتا ہے جسنے یقیناً بہت سے مجسمے بنائے ہونگے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ ہمارے پاس فن کاروں کے ایک دوسرے خاندان کے بابت مواد موجود ہے جو اپنے سرگروہ پاسی تیلیس کے نام سے موسوم ہوا۔ ہمیں شک نہیں کہ ہمیں خود پاسی تیلیس کے بابت صرف یہ واقفیت ہے کہ وہ یونان کبیر کا رہنے والا تھا، سنہ ۸۹ ق م میں وہ رومن شہری بنا اور وہ ایسا مفکر تھا جسنے فنون لطیفہ پر بھی قلم اٹھایا۔ لیکن اسکے جانشینوں کے شہ کار اسوقت تک موجود ہیں۔ اسکے بیٹے استیفانوس نے ایک ورزشی نوجوان کا مجسمہ تیار کیا جسکے اعضا بالکل اصل کے مانند تھے، اور اس استیفانوس کے بیٹے مینے لاؤس نے اوریس تیس دایلکترا کا وہ ساکن مجسمہ تیار کیا جو اب ولا لودوویسی میں ہے۔ اس مسلک کو عام طور پر "انتخابی" کہا جاتا ہے، لیکن ہمارے نزدیک اس لفظ سے پورے معنے ادا نہیں ہوتے، اسلئے کہ اس کا کوئی نشان نہیں کہ اسمیں دوسرے مسالک کے خصوصیات جمع کردی گئی ہوں۔ اٹیکائی فنون سے جو اثر ہم پر ہوتا ہے وہ اس اثر سے مغائر ہے؛ انکے کارناموں اور شاہکاروں کا دور زمانہ قبل مسیح کے اختتام اور سنہ عیسوی کے ابتداء کا ہے؛ اور انہی میں سے ویٹی کان والا مشہور ہرقلی جسم (جو اتھینز ہی ایولونیوس نے تیار کیا تھا) نیپلز والا مشہور فارنیز ہرقل (جسکا کارساز اتھینز ہی گلی کون تھا)، اتھینز ہی کلیومنیس کی میدیچی والی وینس، اور نام نہاد گرمانی کوس جو در اصل ہرمیس کے وضع کے رومن خطاب کی شبیہ ہے اور جسے ایک دوسرے اتھینز ہی کلیومنیس نے تیار کیا، یہ سب اسی مسلک سے متعلق ہیں۔ علاوہ ازیں ہمیں اسبات کا علم ہے کہ اتھینز ہی

دیو جانس نے تقریباً سنہ ۲۰ ق م میں اگریپا کے ہیکل آلہہ کے لئے مجسماتی ستون بنائے، اور معلوم ہوتا ہے کہ ویٹی کان کا ایک ایسا ہی ستون جس سے ایریختھیوم کی یاد تازہ ہوتی ہے، اسکا بنانے والا بھی یہی دیو جانس تھا، اور ایک ستون میں جواب ولا البانی میں ہے، اسکے بنانیوالوں یعنی کریتون اور نکولاوس نے اصلی نمونے کی تزئین کی کوشش کی ہوگی۔ سوسی بوس کا بنایا ہوا سنگ مرمر کا ظرف پونتیوس کا رھیتون جو جدید نوادرخانہ کاپی تول میں ہے، اور ساپیون کا طیار کردہ مرمری ظرف جواب نیپلز میں رکھا ہے، ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز ہی نقاش دوسرے اسالیب کو کس خوبی کے ساتھ منطبق کرتے تھے۔ قدیم فنی اسلوب کی طرف جو رجحان ہے وہ اس عہد کے بہت سی منبتوں میں نظر آتا ہے لیکن انکے کارسازوں کے نام نہیں معلوم۔ الغرض ہم دیکھتے ہیں کہ سنہ ۲۰ ق م تک تو ایتھنز ہر طرح طرح کے مصائب کا شکار بنا تھا، لیکن جونہی اسے تھوڑا بہت سکون نصیب ہوا، اسی وقت اسمیں قدیم فنی کمال عود کر آیا، اور ساتھ ہی ساتھ ہمیں اسمیں اور ایشیائے کوچک کے فنون میں بدیہی فرق نظر آتا ہے۔ منبتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بہ نسبت ایشیا کے یہاں قدیم اسلوب کا کہیں زیادہ اتباع کیا جاتا تھا اور اوپر لکھے ہوئے مجسموں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسکے ساتھ ہی ساتھ یہاں تخلیقی آزادی سے بھی زیادہ کام لیا جاتا تھا۔

دوسری صدی ق م کے بیشتر حصے اور پہلی صدی ق م میں کچھ عرصہ تک جزیرہ ڈیلوس کو ایک طرح پر ایتھنز کا تتمہ سمجھنا چاہیے گو اسے اپنی حد تک بہت کچھ آزادی حاصل تھی۔ حال میں فرانسیسیوں نے جو کھدائیاں کی ہیں انسے اسکی کیفیات پر روشنی پڑتی ہے اور انسے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ تمدن پر ان کا گہرا اثر پڑا تھا، چنانچہ یہ مناسب ہوگا اگر ہم یہاں اسکے نتائج کو مختصراً بیان کریں[1]

[1] ڈیلوس۔ اہم فرانسیسی اکتشافات کا ملخص بیڈیکر؛ "یونان" اشاعت ثانی؛ دسنہ ص ۱۴۲ تا ۱۴۴

باب ۲۳

ویلوس کے عروج کا زمانہ اسوقت شروع ہوتا ہے جب اسنے تقریباً ۳۰۸ قم میں اتھینزی حکومت کا جوا اپنے کندھے سے اتار کر پھینک دیا اور جب رھوڈزیوں اور بطلیموس کے کہنے سے قدیم اتھینزی لیگ بدل کر جزیرے والوں کی داور مملکت بن گئی۔ اسی مملکت کے دو خاص معبد تھے یعنی ایک تو تینوس میں انفتریت و پوسئیدون کا مندر اور دوسرے اس سے کہیں زیادہ اہم، ویلوس میں اپولو کا بت خانہ (واضح ہو کہ ڈیل Diehl ۱۶۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ تینوس آج بھی جزائر مدور کا مذہبی مرکز بنا ہوا ہے)۔ اس لیگ کی مجلس ویلوس یا تینوس میں جمع ہوتی تھی، اور گو ہمیں اس مجلس اور لیگ کے سب سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — دیا ہوا ہے، اور وہیں نقشہ بھی ہے مفصل تاریخی تنقید اور تاریخ فنون لطیفہ کے لئے دیکھو ڈیل: "آثار یاتی سیاحت یونان میں" Diehl : Excursions archeologiques en Grece، پیرس، ۱۸۹۰ء ص ۱۲۵ تا ۱۸۸ مع نقشہ کے۔

شیوفر: "معاملات جزیرۂ ویلوس" Schoeffer : De Deli Insulae rebus برلن، ۱۸۸۹ء۔

ہومول اس جزیرہ کی کھدائیوں کا نگراں رہا ہے اور عنقریب اس کے قلم سے ایک مفصل کتاب نکلنے والی ہے۔ اسی اثناء میں بعض مضامین (خصوصاً ہومول Homolle. کے مضامین) جریدۂ مراسلات یونان Bull. de corresp. hellenique میں ۱۸۷۸ء سے ۱۸۹۰ء تک شائع ہوئے ہیں جن کی فہرست ڈیل اپنی کتاب کے ص ۱۲۵ پر دیتا ہے۔

نیز یارخ کے خطاب سے یوتارخ اور زمانہ مابعد کے آزیارخ کی یاد تازہ ہوتی ہے، پولی بیوس کہتا ہے کہ پرسیوس کے حکم کا اعلان جزیرۂ ویلوس میں بھی ہوا تھا؛ ۲۵، ۳، (۱۶، ۵)۔

ویلوس کے تجارت سے جو رخ اختیار کیا اس سے رھوڈز کے زوال کا میلان ظاہر ہوتا ہے؛ شیوفر ۱۸۷، ۱۸۸۔

تجارتی شرکتوں کے لئے دیکھو ایضاً۔

نخاس؛ استرابو ۱۴، ۶۶۸۔

مقتدر عہدہ دار یعنی نیزیارخ ("افسر جزیرہ") کے متعلق بہت ہی کم واقفیت ہے،
لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس مجلس کے اختیارات کم وبیش وسیع تھے تیسری صدی
ق م میں دیلوس میں غیر ملکی اثرات میں اسی طرح سے تنوع ہوا جیسے دوسرے جزائر
میں تھوڑے دن تک تو مقدونیہ کا ستارۂ اقبال چمکا، اور انتی گونوس گوناتاس
اور فیلقوس پنجم نے جزیرے میں اپنا اثر پیدا کیا (دیکھو اوپر باب ۱۶)، لیکن علی العموم
رہن کی لیگ کے ارائین یعنی رھوڈز، اور خاص کر مصر کو تفوق حاصل رہا۔ جب
جنگ کینوس کیفالے میں مقدونیہ کو شکست ملی تو دیلوس کچھ عرصے کے لئے
انطاکوس سے جا ملا، لیکن روما اور انطاکوس کے باہمی آویزشوں ہی میں روما
نے اپنی توجہ اس جزیرے کی طرف مبذول کرنی شروع کردی تھی۔ دیلوس کو
واقعی صورت حال سے اس درجہ ناواقفیت تھی کہ رھوڈز و پرگامم کے ساتھ ساتھ
انھوں نے پرسیوس کے ظاہری عروج سے متاثر ہو کر اسکی طرف رخ کردیا اور
اس فرمان کے اشاعت کی اجازت دیدی جسکی رو سے پرسیوس نے جلاوطنوں
کو واپس بلالیا، چنانچہ روما نے اس جانبداری کو مطعون قرار دیکر دیلوسیوں کے
اراضی پر قبضہ کرلیا اور اسے اتھنیوں کو دیدیا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ دیلوس ایک
آزاد بندرگاہ بن گئی اور اسنے وجود کے درخشاں ترین زمانے کے طرف اپنا
قدم اٹھانا شروع کردیا۔

یہاں کا اقتدار اعلیٰ "دیلوسی اتھنیوں کے عموم" کے ساتھ وابستہ تھا اور بالکل
اتھنز کی طرح انکی بھی ایک خاص مجلس تھی۔ ہم پڑھتے ہیں کہ اتھنز کی طرف سے
ایک ایپی میلیتیس یا نگران رہتا تھا، لیکن ہمیں اسکا علم نہیں کہ اسکے فرائض کیا کیا
تھے۔ اسکے ساتھی ایک تو وہ دو عہدہ دار تھے جنکے سپرد بت خانوں کی نگرانی
تھی، اور دوسرے وہ دو اشخاص تھے جنکے سپرد خزانہ عامرہ تھا، جنمیں سے ایک قومی
بنک کا ناظم تھا۔ ان دو دو عہدہ داروں سے اطالوی شہروں کے دو دو
عہدہ داروں کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ ہر چوتھے سال اتھنز سے دیلوس کو تنقیح ساز
بھیجے جاتے تھے جنھیں "دیلوسی تنقیح ساز" کہتے تھے۔

لیکن اتھنزی زمینداروں سے زیادہ اہم دیلوس کے وہ غیر ملکی تھے۔

باب ۲۳

جو جزیرے میں تجارت کے لئے رہ پڑے تھے اور انہیں رومنوں اور اطالویوں کو تفوق حاصل تھا۔ سب سے پہلے تیسری صدی ق م میں ایک اطالوی جس کا نام نوویوس تھا اور جو بلاشبہ کمپانیہ کا باشندہ تھا اس جزیرے میں آیا اور اسکے بعد کانوزیوم کے ایک بوزوس کا نام پڑھنے میں آتا ہے؛ ۲ قبل ق م سے برابر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر سال روما سے ایک پریتور یا ایک قنصل جزیرے میں آتا ہے اور اپنی اور روما کی طرف سے معبود کی عبادت کرتا ہے۔ جس طرح اس جزیرے کے ایتھنزی خاندانوں کا نسلاً بعد نسلٍ ہم پتا چلا سکتے ہیں اسیطرح سے ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں مدت دراز تک ایک ہی اطالوی قبیلے یعنی سے ہی کے ارکان پائے جاتے ہیں۔ نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دوسرے ملکوں سے بھی سوداگر آتے رہتے تھے، لیکن ان سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یوروپی یونان اور مقدونیہ والے کم آتے تھے اور جزائر ایجیئن اور ایشیائے کوچک کے شہروں سے تو آنے والے بس شاذ ہی تھے، چنانچہ ہمیں انہیں ایک بھی رہوڈزی نظر نہیں آتا۔ اسکے برعکس اس جزیرے کے پنرنطہ، ہرقلیہ بہ ساحل اقشین، امی سوس، نیم فیہ بہ ملک کریمیہ، نکومیدیہ دلقیہ بہ ملک بتھی نیہ، الابندہ (کاریہ)، سولی و مالوس (کلیکیہ)، قبرص اور خاص طور پر شام کے شہروں مثلاً ارادوس، بریتوس، صور، سیدا، عسقلون، ہے راپوس، لاؤدیکیہ، انطاکیہ و اسکندریہ کے ساتھ گہرے تعلقات تھے۔ مغرب میں صرف نیاپولس و تارنتوم کا ذکر پڑھنے میں آتا ہے۔ ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دیلوس کی تجارت مشرق کیجانب بحیرۂ اسود، بتھی نیہ، ایشیائے کوچک کے جنوبی ساحل اور خاص کر شام و مصر کے ساتھ اور مغرب میں اٹلی کے ساتھ ہوتی تھی۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ دیلوس کے ساتھ جن ملکوں کے تعلقات نہیں تھے وہ مفلس تھے، لیکن ہم اس سے متفق نہیں ہیں۔ ایسے تجارتی مراکز تو بہت کم ہیں جنکے تعلقات تمام اقطاعِ عالم کے ساتھ ہوں، باقی بڑے بڑے مرکزوں کے تعلقات خاص خاص ممالک سے ہوتے ہیں، یعنی انکے بہت سے چھوٹے بندرگاہوں اور چند بڑے بندرگاہوں سے روابط ہوتے ہیں محض اس لئے کہ کسی خاص بیرونی بندرگاہ

کی ہامبرگ سے تھوڑی ہی تجارت ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بندرگاہ چھوٹا سا ہوگا اسلئے کہ شائد اسکی تجارت برمین سے نسبتہً زیادہ ہو یہی حکم ویلوس اور جزیرۂ روم کے بعض دوسری بندرگاہوں پر بھی لگایا جاسکتا ہے۔ ویلوس کے بھی اپنے روابط تھے، اور ممکن ہے کہ رھوڈز جیسے شہروں کو، جنکے اس سے کوئی تعلقات نہ تھے، بہت کچھ امتیازات حاصل ہوں۔ ہامبرگ میں قہوہ، اور برمین میں تمباکو کی تجارت کی جو اہمیت ہے وہی اہمیت ویلوس میں بردہ فروشی کی تھی، اور وہ اپنے زمانے میں دنیا بھر میں سب سے بڑا نخاس سمجھا جاتا تھا۔ ویلوس کی اہمیت اس سے معلوم ہوتی ہے کہ ایک مثل مشہور تھی کہ "اپنا مال بارکرا کر ویلوس لیجاؤ اور وہاں اتارو تو بس یہ سمجھ لو کہ وہ بک گیا"۔ ویلوس کا رقبہ تین مربع میل سے ذرا زیادہ ہے؛ جب اسقدر محدود رقبے میں ایک مخصوص تجارت کو فروغ ہو تو پھر کسی دوسری چیز کے لئے ذرا مشکل سے جگہ نکل سکتی ہوگی۔

ویلوس کے ایک بڑے نخاس ہونے سے اسکی تجارت کے رخ کی علت اچھی طرح سے عیاں ہو جاتی ہے، اسلئے کہ غلام بحر اسود کے ساحلوں، تھیسیا، کلیکیہ، شام اور مصر سے آتے تھے، اور دیار مغرب کے وہ حصے جنکے ساتھ ویلوس کو تعلق تھا وہی تھے جن کو رومن سوداگر اپنے ساتھ غلام لیجاتے تھے۔ یہ سب ملحوظ رکھ کر ہماری سمجھ میں آتا ہے کہ رھوڈز و ایشیائے کوچک کے ساتھ ویلوس کے تجارتی روابط کیوں نہیں تھے۔ اگر ہم تجارت ویلوس کی اس تخصیص کو نظرانداز کردیں اور ساتھ ہی اس امر کو ملحوظ رکھیں کہ ویلوس کے پرند اور انڈے مرہم اور معدنی پیداوار نسبتہً نہایت قلیل تھے تو ہم دیکھیں گے ویلوس کی ان دو جزیروں یعنی سنت طامس اور گوٹ لینڈ سے بہت کچھ مماثلت ہے جو زمانۂ وسطی اور زمانۂ جدید میں منڈیوں کی حیثیت سے خاصے ممتاز ہیں۔ ویلوس اور گوٹ لینڈ میں ایک مشابہت اور ہے، اور وہ یہ کہ شہر ویلوس کی طرح گوٹ لینڈ کا شہر وسبی بھی مختلف تجارتی شہروں کے باشندوں کی جائے ملاقات تھا، چنانچہ اگر ہم اصطلاح "ویلوس ہنسا" کا انطباق جرمن تجارتی شرکتوں کے گہوارے یعنی

شہر دسی پر کریں تو غلط نہ ہوگا۔ دیلوس کے اہم ترین تجارتی شرکتیں منفصلۂ ذیل تھیں :۔ پوسئیدونی، ملاح، بری توس کے تاجر اور بھٹیارے (جن کا ایک حرم غیر ملکی معبودوں کے بت خانے کے قریب تھا، اور جو روما کی پوجا بھی کرتے تھے ؛ واضح ہو کہ زمانۂ مابعد میں بری توس دیار مشرقی میں قانون روما کے مطالعے کا مرکز بن گیا)؛

ہرقلی، جو صور کے باشندے تھے، اور ہرمیسی یا اہل اٹلی۔ ناموں کے مختلف ہیئت کی وجہ سے آجکل یہ کہا جاتا ہے کہ میلانوتوری اور تھیراپیوتائے خالص مذہبی جماعتیں تھیں جنمیں سے اوّل الذکر مصری اور آخر الذکر شامی دیبی سے متعلق تھیں۔ لیکن چونکہ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ مصری یا شامی دیلوس کو اپنی ملکی دیبیوں کی پوجا کی غرض سے نہیں جاتے ہونگے بلکہ انکے جانے کی غرض و غایت محض تجارت ہوگی، اسلئے دوسری شرکتوں کی طرح یہ شرکتیں بھی یقیناً کاروباری شرکتیں ہی ہونگی۔

شہر دیلوس اور جزیرے کا حرم جو اسی کے قریب ہی تھا، اس چھوٹے سے جزیرے کے مغربی رخ پر کوہ کینتھوس اور سمندر کے درمیان واقع تھے۔ انکے صدر دروازوں کا رُخ جنوب کی طرف تھا، اور یہاں سے تبخانے کو جو سڑک جاتی تھی اسکے دونوں جانب معبود کے نام کے چڑھاوے دکھائی دیتے تھے۔ خاص بت خانہ اتھینز کے تھسیوم کے برابر تھا اور ایک سطح مرتفع پر پاروسی سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا۔ اسکے قریب ہی لیتو اور رافرودیت کے دو چھوٹے چھوٹے تبخانے تھے۔ حرم کے اندر رار تےمس اور دیونی سوس کے مخصوص معبد بھی تھے اور ایک قربانگاہ زیوس پولیوس کے نام پر بھی معنون تھی۔ اس حرم کے اندر خزانے، پجاریوں کے مکانات اور ڈیوڑھیاں تھیں جنمیں سے بعض میں مسافر آکر قیام کرتے تھے۔ انطاکوس چہارم کی تعمیر کردہ ڈیوڑھی خاص طور پر مشہور تھی اور چونکہ اسپر سانڈوں کے سر بنے ہوئے تھے اسلئے اسے سانڈوں والی ڈیوڑھی کہتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مینڈھوں کے سینگوں والی قربانگاہ اس کے ایک کونے پر بنی ہوئی تھی۔ اپولو کے حرم کے قریب، ان سوداگروں کے مکانات

ڈیوڑھیاں اور بت خانے تھے جو آگر ڈیلوس میں رہ پڑے تھے۔ یہاں ایک مربع میدان اپنی وسعت کی وجہ سے ممتاز ہے، اور اسے بعض تو منڈی بتاتے ہیں اور بعض اطالوی ہر میسیوں کا مسکن۔ حرم کے جنوب کی طرف فیلقوس پنجم کا بنایا ہوا ایک حرم اور ایک ڈیوڑھی تھی۔ اس سے ذرا اوپر پہاڑی کے رخ پر تماشہ گاہ، کالی ری کا تیخانہ اور نام نہاد غیر ملکی معبودوں، یعنی سارا پیس، ایسس اور انوبیس کا ایک بت خانہ تھا۔ اپولو کا غار کوہ کینتھیوس کے چوٹی کے ذرا نیچے تھا، اور اس چوٹی پر زیوس کینتھیوس اور اتھینے کینتھیا کے معبد تھے۔ تماشہ گاہ سے ذرا اوپر پومپئی کی وضع کا ایک خانگی مسکن بھی کھود کر نکالا گیا ہے۔

جزیرے کے مغربی ساحل پر گودیاں تھیں۔ قدیم زمانے میں ڈیلوس کو ایک نمونہ کی بندرگاہ کہتے تھے اور جب پوتیولی کے تعریف کی ضرورت پیش آئی تو اسے لوگوں نے "چھوٹا ڈیلوس" کہکر اسکا رتبہ بڑھایا۔

ڈیلوس میں تو اپولو کی حفاظت میں غلاموں کی خرید و فروخت کیجاتی تھی، لیکن ادہر ڈیلفی میں اسی معبود کی حفاظت میں انہیں آزادی ملتی تھی، گو اس آزادی کو بھی ایک طرح کا کاروبار گردانا جاتا تھا، اور اسکا طریقہ یہ تھا کہ غلام کو رسمی طور پر معبود کے ہاتھ فروخت کر دیا جاتا تھا۔

ایپی دوروس والے معبد اسکلے پیوس میں چڑھاؤں کے جو نوشتے نکلے ہیں ان میں عجیب و غریب فوق فطری اثرات کا ذکر ہے، جس سے اس قوم کے توہم پرستی کا دلچسپ ثبوت ملتا ہے[۱]۔

اولمپیا پر بھی مقدونوی نسل کے حکمرانوں کے احسانات ہیں[۲]۔

---

[۱] ڈیلفی۔ دیکھو بالفعل، بیڈیکر $\frac{۱۵۴}{۱۵۸}$ مع نقشہ۔ فرانسیسیوں نے یہاں بہت کچھ کھدائیاں کی ہیں اور ان سے مسئلہ جات متعلقہ پر ضرور روشنی پڑے گی۔

ایپی دوروس، بیڈیکر $\frac{۲۵۰}{۲۵۲}$ مع نقشہ؛ ڈیل، $\frac{۳۱۱}{۳۳۶}$ مع نقشہ و حوالہ جات ضروری؛ گارڈنر "ابواب جدیدہ" باب ۱۲۔

[۲] بطالسہ اور اینٹی گونسیوں کے ہاتھوں اولمپیا کی تزئین؛ کرتیوس "اولمپیا بزمانہ یونانی" Curtius: Olympia in hellenistischer Zeit (مضمون جو انجمن آثاریات

باب ۲

خاص ارض یونان کے تمدنی مرکزوں کا ذکر کر چکنے کے بعد اب ہم اگلے باب میں اس شہر پر اس تمدن کے اثرات بیان کرینگے جسے یونانیوں کو بالآخر اپنا سیاسی پنچ تسلیم کرنا پڑا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - برلن [A]rchæol. Gesell میں ۹ - نومبر ۱۸۹۴ء کو پڑھ کر سنایا گیا اور جو ہفتہ وار جریدۂ لسانیات ۱۸۹۵ء نمبر ۱۳ و ۱۴ میں از سر نو طبع ہوا ہے

باب بست و چہارم

یونان کے اثرات روما پر

پولی بیوس

"بے بس یونان وحشی فاتحوں پر غالب ہوگیا اور اپنے فنون سے بربری لاطیوم کو مالا مال کر دیا"۔

دراصل اس قول سے پوری حقیقت مترشح نہیں ہوتی۔ روما محض بربری فاتح نہیں تھا، اور یونان نے رومنوں کو محض فنون لطیفہ ہی نہیں سکھائے۔ یونان و روما کے نتیجہ خیز تعلقات ایک طرح پر ایک نہایت ممتاز یونانی یعنی پولی بیوس کی شخصیت میں نظر آتے ہیں؛ اور کم از کم اس موقعہ پر ان دونوں کا درمیانی واسطہ فنون نہیں تھے بلکہ وہ دلچسپی تھی جو اسے رومن مملکت کے ساتھ وابستہ کئے ہوئے تھی[1]۔

[1] پولی بیوس - اسکی بابت بہت کچھ مواد موجود ہے۔ مقابلہ کرو شیفر: "علم المآخذ" Schœffer: Quellenkunde اکی ۱۷، ب ک۔ ونیشش: "پولی بیوس" K. W. Nitzsch: Polybios

۲۴ب

پولی بیوس ایک معزز باپ لی کورتاس کا بیٹا میگالوپولس کا رہنے والا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ تقریباً ۲۱۰ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ ایک بڑی حد تک فلوپوئے مین کے ساتھ تعلقات کی وجہ سے وہ مدبر اور سپاہی بن گیا، اور سب سے پہلے زندگی عامہ میں ۱۸۳ ق م میں اسوقت قدم رکھا جب وہ اپنے محترم و معظم استاد کی راکھ کے ساتھ ایک جلوس کے ہمراہ سیلیسیہ سے میگالوپولس گیا۔ روما اور پرسیوس کے باہمی آویزش کے زمانے میں لیکورتاس و پولی بیوس نے مکمل غیر جانبداری کے اصول کو پیش رکھا اور اسطرح روما کو اپنے آپ سے مشکوک کرالیا، اور وہ ان ایک ہزار اکائیوں میں سے ایک تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: گیل، ۱۸۴۲ء؛ پاؤلی د، ۱۸۰۸/۱۸۲۰ میں مضمون "پولی بیوس"، مولفہ فخس Fuchs ؛ ھ نیسن: "لیوی کے پانچ عشرے" H. Niessen: Die 5 Dek des Livius برلن ۱۸۶۳ء، والتون: "ماخذ پولی بیوس" Valeton: Die Pol. fontibus اوٹرخت، ۱۸۷۹ء؛ مہافی: "یونانی زندگی اور خیالات" Mahaffy: Greek Life and thought: لندن، ۱۸۸۷ء؛ صفحہ ۵۱۹/۵۵۵؛ ر۔ فون سکالا: "مطالعات پولی بیوس" R. von Scala: Die Studien des Pol جلد ۱، اشٹگارٹ، ۱۸۹۰ء۔

پولی بیوس ایک عالم مورخ تھا۔ ہم ان مورخوں کو تین شقوں میں تقسیم کرسکتے ہیں: (۱) مولف: جنمیں مسلک ارسطاطالیس کے پیرو اور انکے مخصوص تجسسات "اٹیکائی" وقت نگار اور خاکہ نویسی شامل ہیں۔ (۲) فن کار: خطابوں کے شاگرد جیسے ایفوروس، تھیوپومپوس، تمایوس، زمانہ مابعد میں پوسئیدونیوس جیسے فلسفی۔ (۳) علمی مورخ، جیسے پولی بیوس۔ تقاریر کی نقل صرف تفسیری شق والے کرتے ہیں، لیکن پولی بیوس ہی ایسا ہے جو خود بھی تقریر کرتا ہے (جلد ۹)۔ ان شقوں سے باہر ہیروڈوٹس اور زینوفون ہیں، اسلئے کہ وہ محض تذکرہ نویس ہیں؛ طوسی ویدیش کا مقصد بھی یہ نہیں ہے کہ وہ کوئی عالمانہ تاریخ لکھے، بلکہ اسمیں خطابت کا پہلو نظر آتا ہے (دیکھو اسکے لئے جلد ۲؛ نیز مہافی: "مسائل تاریخ یونان" Mahoffy : Problems in Creek History، باب ۵)۔

پولی بیوس کے مقاصد طوسی ویدیش سے مماثل ہیں۔ مقابلہ کرو طوسی ویدیش ۱، ۲۲، پولی بیوس ۲، ۹ سے۔

جنھیں روما جاکر جواب دہی کرنی پڑی۔ روما میں اسکی تقدیر دوسروں سے اچھی نکلی، یعنی اسے روما میں رہنے سہنے کی اجازت مل گئی، جسکے بعد وہ ایمیلیوس پولوس سے یہاں مہمان رہ۔ بڑا اور سی پیو ایمیلیانوس کو علوم یونان سکھانے شروع کردیئے۔ بڑے بڑے ممتاز رومنوں کے ساتھ روابط پیدا ہونے سے اسکے سیاسی خیالات میں ایک مادی تغیر پیدا ہوا، اور اسے اس کا یقین ہوگیا کہ روما کا اقتدار دنیا کے لئے ایک بڑی بھاری نعمت ہے چنانچہ اسوقت سے وہ برابر جہاں تک ہوسکا اس خیال کو رائج کرتا رہا اور حتی الامکان رومن سیادت کو یونان کے لئے مفید بنانے میں کوشاں رہا۔ ۱۵۰ ق م میں وہ اور اسکے ساتھیوں کو اپنے وطن جانے کی اجازت دیدی گئی، لیکن بجائے یونانیوں کے بے کار مباحثوں اور جھگڑوں میں شریک ہونے کے اسنے اپنی خدمات رومنوں کی نذر کردیں اور سی پیو کے ساتھ افریقہ چلا گیا۔ یہ اسی کے سامنے کا واقعہ ہے کہ سی پیو نے ہومر کے مشہور و معروف اشعار کا (جو در اصل ٹروائے کے لئے لکھے گئے تھے) قرطاجنہ پر انطباق کیا؛ اور میگالوپولس والوں کا تو قول یہ ہے کہ پولی بیوس ہی کے مشورے سے سی پیو نے اس جنگ کے لئے تمام نفیس تدبیریں سوچی تھیں کورنتھ کے خاتمے کے ذرا ہی بعد وہ ممیوس کے مستقر پہونچا اور رومن ماموروں کو بہت سے امور میں نرم و ملائم ہونے کے لئے کہا۔ ان رومنوں نے اسے اس کام پر متقرر کیا کہ وہ جدید صورت حال یونانیوں کو بتائے اور انھیں مطمئن کرنے کی کوشش کرے اور ساتھ ہی نئے انتظامات کو عمل میں لائے۔ ان سب باتوں کیوجہ سے اسکے ملک والے ہمیشہ کے لئے اسکے مرہون منت ہوگئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان واقعات کے بعد وہ اپنی عظیم الشان تاریخی تالیف کے لئے مواد فراہم کرنے اور اسے منضبط کرنے کے دقیق کام میں لگ گیا۔ وہ مشرق کی طرف گیا

بقیہ حاشیہ گزشتہ۔ تقدیر کیلئے، علاوہ مشہور جرمن رسالوں کے (جیسے ریوسیگر Rœsiger کے تالیفات) دیکھو ف. الیگر: یونانی دیوی تیوخے F. Altegre La deesse greeque, Tyche پیرس، ۱۸۸۹ء۔ ایک طرح یہ دیوی اعلیٰ ترین مشرقی دیوی بن گئی۔

اور مصر کا سفر کیا، جہاں سنہ ۱۴۳ ق م میں وہ پانائے تیوس کے ساتھ سی پیو سے ملاقی ہوا اسکے بعد اس نے بالائی اٹلی، اسپین اور غالیہ کا سفر کیا، اور آخر کار یونان آکر ۸۲ برس کی عمر میں راہی ملک عدم ہوا۔

پولی بیوس کی تاریخ چالیس جلدوں میں تھی، لیکن اس کے بیشتر حصے محض خلاصوں کی شکل میں ہم تک پہونچے ہیں۔ سب سے ممتاز خیال جو اس کتاب میں دوڑ رہا ہے، وہ سنہ ۲۲۰ ق م سے سنہ ۱۶۸ ق م تک کی روما کی قوت وسطوت کا خیال ہے۔ پہلی دو جلدیں تمہید، اور اسمیں منجملہ دیگر امور کے تیسری پیونیقی جنگ کا ذکر ہے۔ آخری دس جلدوں میں نتائج پر بحث کی گئی ہے اور سنہ ۱۶۸ ق م سے سنہ ۱۴۶ ق م تک کے ایام پر نظر دوڑائی گئی ہے۔ پولی بیوس کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قسمت ہی کی خوبی تھی کہ رومن اثرات ایسے دور دراز مقامات تک پہونچ گئے، اور اس بات کے ثبوت میں وہ ان تمام کارناموں کو شمار کرکے دیتا ہے جو رومنوں نے اطراف واکناف عالم میں بیک وقت کر دکھائے۔ حقیقت یہ ہے کہ پولی بیوس کی کتاب ایسی تاریخ ہے جو ایک بڑے پیمانے پر لکھی گئی ہے۔ لیکن یہ تاریخ ایسی ہے جس کا نقطۂ مقصد صرف یہی نہیں ہے جو ہر حکیمانہ تصنیف کا ہوتا ہے، یعنی حقیقت کو واضح کرنا؛ بلکہ اسکا ایک مقصد عملی بھی ہے، اور پولی بیوس اسے مدبر کے کام کی کتاب بھی بنانا چاہتا ہے، تاکہ اس سے وہ امور عامہ کی نگرانی کی ترکیبیں بآسانی سیکھ لے۔ اسکا نقطۂ نظر طوسی دیدیس کا سا ہے، لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ جہاں طوسی دیدیس صرف اختلال کو دیکھتا ہے اور اسی کی کیفیات بیان کرتا ہے، وہاں پولی بیوس کے سامنے ایک ایسا مقصد ہے جسکی تکمیل بھی ہو چکی ہے گو اسکا راستہ پیچیدہ اور ابتری سے پر ہے، اور وہ مقصد روما کی سیادت ہے لیکن اس سیادت کو کسی نہج واقعی سلطنت نہیں سمجھنا چاہیے، بلکہ پولی بیوس کے نزدیک روما ایک ایسا حکم تھا جو مختلف ممالک سے ارفع واعلیٰ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ خیال سی پیو کا تھا، اور ایک حد تک واقعی صورت حال بھی یہی تھی۔

باب ۲۴

پولی بیوس کا علمی مقصد یہ تھا کہ تاریخ کو ایک خاص قاعدے کے تحت تالیف کیا جائے، اور یہی وجہ اس کتاب کے بعض نقائص کی بھی ہے، مثلاً اُسنے مناقشوں اور مباحثوں کو ضرورت سے بہت زیادہ طول دیدیا ہے مگر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اسکے زمانے میں متن سے حواشی کو نکالدینے کا قاعدہ جاری نہیں ہوا تھا۔ پولی بیوس مختلف چیزوں کو اپنی اصلی ماہیت میں دیکھتا ہے۔ مثلاً جب وہ جلد ۳۱، باب ۸ میں دکھاتا ہے کہ رومنوں نے غیر اقوام کے جھگڑوں سے کس طرح فائدہ اٹھایا، تو وہ ان اصول کو پیش کرتا ہے جنپر تمام مدبر حتی الوسع عمل کرتے ہیں اور انہیں عمل کرنا پڑتا ہے۔

اسلوب کے لحاظ سے اسکی کتاب کا معیار بہت اونچا نہیں ہے، لیکن مواد کے اعتبار سے یہ نہایت بلند ہے۔ پولی بوس نے ایک بڑے موضوع پر وسیع النظری سے کام لیا۔ ہمیں شبہ نہیں کہ اسکی حیثیت ایسی تھی کہ اسکے بعد کسی دوسرے یونانی کی نہیں ہوئی یعنی اسکے بعد کوئی یونانی ایسا نہیں نکلا جو پہلے سپہ سالار اور بعد میں کسی کا استاد رہا ہو، نہ کوئی ایسا یونانی نظر آتا ہے جس سے رومنوں نے مدبری کا کام لیا ہو۔ ایسی کیفیت فی نفسہ ممکن بھی نہیں تھی اسلئے کہ ۱۴۶ قم کے بعد یونان اپنے کوئی ممتاز مدبر پیدا ہی نہیں کیا۔ لیکن اگر یونان نے روما کو کوئی مدبر نہیں دیا تو ہمیں بھی شک نہیں کہ اسنے ایک دوسرے طریقے سے روما کے علمی عقل و فراست کو تقویت پہونچائی، اور یہ ہمیں ان دونوں ملکوں کے ذہنی تعلقات کے مطالعے سے بخوبی معلوم ہو جائے گا[1]

---

[1] یونان کا روما پر اثر۔ موم سن: "تاریخ روما" میں اسکی بابت بہت سے پارے ہیں؛ ہرٹزبرگ بھی جہاں تہاں اس پر بحث کرتا ہے۔ م۔ووئگٹ: "رومن خانگی قدیمیات" M. Voigt" Rœmische Privatsalter. ا۔ میولر ۴، ۶۱، ۷ وغیرہ ۱۲، ۸ وغیرہ ہیں۔ ا۔ ڈیوپوئی "رومنوں کے یونانی دوست اور استاد" Dupuy; De Graecis Romonorum smicis and præceptoribus پیرس ۱۸۷۹ء؛ مہافی: "یونانی زندگی" باب ۲۲۔

باب ۲۷

ان تعلقات کی ابتدا نہایت ہی قدیم زمانے سے ہوتی ہے۔ رومنو نے اپنے شہر کو بربریوں کا شہر کبھی نہیں سمجھا تھا بلکہ ہمیشہ یونانی علوم کے چشمے سے سیراب ہونے اور یونانی تمدن سے استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ جب روما میں بادشاہوں کا راج تھا اسوقت بھی وہ وقتاً فوقتاً ایتھنز جیسے نفیس قوانین کے شہر اور ڈیلفی جیسی خانگاہ کی طرف رُخ کیا کرتا تھا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ ابتدا میں جمہوریۂ روما نے غیر ملکیوں سے ذرا سرد مہری کا برتاؤ کرنا شروع کیا، لیکن اغلب امر یہ ہے کہ باوجود اس سرد مہری کے روما اور کیمیے میں اچھے تعلقات قائم رہے ہونگے۔ زمانہ مابعد میں جب روما کو بعید اور اہم یونانی شہروں کے ساتھ تعلقات رکھنے پڑے، تو یونانی عنصر اپنا پورا زور لگانے لگا، اور اس زور کا سب سے بڑا منظاہرہ چوتھی صدی ق م میں نیاپولس اور تیسری صدی ق م میں تارنتوم میں ہوا۔ تیسری صدی ق م کے نصف اول میں تمام اطالیہ زیریں پر اور پہلی پیونیقی جنگ کے بعد تمام سسلی پر رومنوں کا قبضہ ہوگیا اور جب رومن افواج سرقوسہ پر قابض ہوئیں تو یہ پہلا موقع تھا کہ بڑی تعداد میں یونان کے فنی شاہکار روما آئے، اور اسکے بعد یہ قاعدہ سمجھنا چاہیے کہ جب رومن کسی ملک کو فتح کرتے تو وہاں کے فنی شاہکار لاکر اپنے شہر کی تزئین کرتے۔ مقدونیہ اور روما کے درمیان جو جھگڑے اور لڑائیاں ہوئیں انکی وجہ سے یہ تعلق اور بھی قریب تر ہوگیا؛ ہم اس موضوع پر ابواب $\frac{15}{19}$ میں کافی بحث کرچکے ہیں۔ امور بالا کی مدد سے ہم روما و یونان کے باہمی تعلقات کی تاریخ میں سات عہدوں کو ممیز کرسکتے ہیں؛ اور یہ عہد ان مملکتوں اور ملکوں سے مطابقت رکھتے ہیں جنھوں نے وقتاً فوقتاً روما پر اثر ڈالا: (۱) ڈیلفی و ایتھنز؛ (۲) کیمیے؛ (۳) نیاپولس؛ (۴) تارنتوم و باقیماندہ اطالیۂ زیریں؛ (۵) سسلی؛ (۶) یونان خاص؛ (۷) ایشیائے کوچک۔ اس امر کا تعین آسانی سے نہیں کیا جاسکتا کہ مختلف مملکتوں نے فرداً فرداً رومن تمدن کو کس انداز سے مدد پہونچائی؛ تاہم ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اپولو، ارتمیس اور لاتونا کی پوجا کا منبع شائد کیمیے تھا، اور کیریس، لیبر اور لیبرا کا نیاپولس یا ویلیہ (ایلیہ)؛ روما میں موخرالذکر معبودوں کی پوجا

یونانی زبان میں یونانی پجاریوں کے ذریعے سے کوہ اوین تین کے اس مندر میں گیجاتی تھی جو کاسیوس نے ۴۹۳ ق م میں یونانی تعمیر کاروں کی مدد سے تیار کرایا تھا۔ جنگ سامینوم کے دوران میں (جسکی ابتدا ۳۲۵ ق م ہوئی) فیثاغورس کا ہی نہیں بلکہ (عجیب بات ہے کہ) الکبیادیس کا مجسمہ بھی روما میں نصب کیا گیا۔ ۲۶۳ ق م میں پہلی دھوپ گھڑی سسلی سے روما آئی۔ جب ایشیائے کوچک سے روما کے تعلقات پیدا ہوئے تو ساتھ ہی ساتھ مشرقی معبودوں نے بھی روما میں رواج پایا، چنانچہ ۲۰۴ ق م میں کیبیلے یا ریا اور آٹس پجنے لگے اور "مادر عظیمہ" کا میلا جڑنے لگا۔* ہمارے لئے یہ بالکل ناممکن ہے کہ یہاں ان سب الوئی جانوروں طباقوں وغیرہ کا ذکر کریں جو یونان سے آکر روما میں مروج ہوئے۔

یہی نہیں، بلکہ یونانی زندگی کے اثرات سے متمدن رومیوں کے تمام خیالات و احساسات کی روش میں بدیہی تبدیلی پیدا ہوگئی، جسکا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ رومیوں کا مذہب، جو یونانی مذہب سے بالکلیہ متغائر تھا اسے یونانی مذہب کے عین مطابق قرار دیا گیا اور دونوں میں جو معبود ایک دوسرے کے مماثل تھے انھیں ایک دوسرے کے مماثل سمجھا جانے لگا۔ رومن بود و ماند میں جو تبدیلیاں ہوئیں انکی ایک وجہ تو یہ تھی کہ ممتاز رومن یونانی ممالک میں سفر کرنے لگے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ رفتہ رفتہ یونانی سفرا، نقاشوں اور اساتذہ روما آنے لگے، اور یہ گویا قاعدہ بن گیا کہ کوئی یونانی گرفتار ہو کر آتا تو روما کی ذہنیت پر بالالتزام اثر ڈالتا۔ ان سب باتوں کا نتیجہ بالآخر یہ نکلا کہ روما کے ممتاز ترین دائروں نے تمدن کی قومی روش بالکل چھوڑ دی۔ یہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر رومن تہذیب یونانی روش اختیار نہ کرتی تو غالباً وہ یونانی تمدن کے سامنے بالکل فنا ہو جاتی؛ اور جب یونانی تمدن کے ہوا خواہوں نے رومن زبان اور رومن ادبیات کو یونانی سانچے میں ڈھالنا شروع کیا تو انھوں نے ایک نوع کرکے

---

* "مادر عظیمہ" کا میلا Ludi Megalensis ہر سال ۴ اپریل کو کیبیلے یا "مادر عظیمہ" کے اعزاز میں جڑا کرتا تھا۔ کیبیلے زمین کی دیبی کا نام تھا۔ (مترجم اردو)

باب ۲۴ اس زبان اور اس ادب کو فنا ہونے سے بچالیا۔

بہت سے ذی اثر رومنوں کا رجحان یہ تھا کہ یونان کی اچھی باتوں کو اختیار کرلینا چاہیے۔ ایسے رومنوں میں اولیت کا فخر کوئنک تیوس فلامی نیوس کو حاصل تھا، اسکے بعد ایمیلیوس پولوس، خاندان سی پیو، گل ویوس لوبی لیور اور کلاؤدیوس مارسیلوس آتے ہیں۔ یہ بالکل عیاں ہے کہ رومن مدبروں کے ذہنی سرگروہ تہذیب و تمدن یونان کے کچھ ایسے گرویدہ ہو رہے تھے کہ انھوں نے روما میں اسکی ترویج میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، اور یہ مزید ثبوت اس حقیقت کا ہے (جسے اکثر نظرانداز کردیا جاتا ہے) کہ یونان کی ذہنی کیفیات ابھی تک معرض زوال میں نہیں آئی تھیں۔ ایمیلیوس پولوس کی طرح کورنی لیہ نے اپنے بیٹوں کو یونانی استادوں سے تعلیم دلوائی اور ٹی بیریوس گراکھوس نے رواقی فلسفی بلوسیوس کی (جو کمپانیہ کے شہر کیمیے کا باشندہ تھا) رائے لی اور اسنے بہت کچھ اہمیت دی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رومن خاندان ٹروائے سے اپنے حسب نسب کا آغاز کرتے تھے؛ اور یہ بھی یونانیت کی دلدادگی کے باعث تھا اور ساتھ ہی اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ روما اپنے آپ کو سیاسی اعتبار سے یونانیوں سے برتر سمجھتا تھا۔ لیکن اس کے دوش بدوش ایک گروہ ایسا بھی تھا جو اطالوی تمدن کو قائم رکھنا چاہتا تھا، اور اس کا سرگروہ مارکوس پورکیوس کاتو تھا، جو ۱۸۴ ق م میں سنسر مقرر ہوا، لیکن وہ اس امنڈتے ہوئے بادل کو روک نہیں سکا، اور جب اسنے فل ویوس نوبی لیور پر امیوس کو اپنے ساتھ لیجانے کا الزام لگایا تو وہ اپنی حد سے بڑھ گیا۔ لیکن وہ اسوقت بالکل برسرِ حق تھا جب ۱۵۵ ق م میں خواہش کی کہ تین فلسفیوں کو شہر بدر کردیا جائے۔ یونانی تمدن کی مخالفت کیوجہہ سے اس سے پہلے اس قسم کے کئی واقعات ہو گذرے تھے؛ مثلاً ۱۷۳ ق م میں ابیقوریئی فلسفی الکائیوس اور فلس کوس ملک بدر کردئے گئے تھے، ۱۶۱ ق م میں ایک سنیاتی تجویز کا نفاذ ہوا تھا کہ جو یونانی فلسفی اور خطاب لاطینی زبان میں درس دیں انھیں نکال دیا جائے؛ اور ۹۲ ق م جیسے قریب کے زمانے میں سنسروں نے خطابوں کو لاطینی زبان میں

درس دینا ممنوع قرار دیدیا۔ غرضیکہ کم از کم عوام الناس کے لیئے یونانی علوم وفنون کا دروازہ گویا بند کر دیا گیا۔ لیکن یہ سب بالکل بے سود ثابت ہوا، اسلیئے کہ باوجود ان سب تدبیروں کے یونانی تمدن برابر جگہ کرتا رہا۔

اس تمدن کا روما پر اسقدر زبردست اثر تھا کہ رومن ادبیات یعنی علاوہ مذہبی اور ملکی ضابطوں، گیتوں، اور سرکاری کاغذات کے باقی سب رومن تصانیف یونانی تمدن کے اطالوی سرزمین پر لانے کے مترادف ہوگئیں۔ جس شخص نے اس مقصد کی طرف اپنا قدم پہلے پہل بڑھایا وہ لی ویوس اندرونی کوس تھا، جو دراصل اندرونی کوس نامی ایک یونانی تھا جو تارنتوم کی فتح کے بعد روما آکر لی ویوس سالی ناتور کے خاندان میں شامل ہوگیا اور بعد ازاں اسکے بچوں کو پڑھانے لگا۔ کچھ مدت بعد اسے آزادی مل گئی اور وہ دوسروں کو بھی یونانی ولاطینی کا درس دینے لگا۔ لاطینی درسی کتاب مہیا کرنے کی غرض سے اسنے اودیسی کا قدیم ساترنی بحر میں ترجمہ کیا۔ جب ۲۴۰ سنہ ق م میں کیوریول ایڈیل وردیوں اور سروریول کو یونانی طریق کے مطابق تماشہ گاہ پر لائے تو اسوقت اندرونی کوس نہ صرف بطور وردیہ نویس وسروریہ نویس، بلکہ بطور سنگیت کے نمودار ہوا اور انکی تالیفات، جو دراصل نئے سانچے میں ڈھلے ہوئے یونانی ناٹک ہی تھے، رومنوں کے سامنے پیش کیں؛ اسکے سپرد انسی نظمیں لکھنے کی بھی خدمت کی گئی جنھیں بعض سنجیدہ مواقع پر کنواری لڑکیاں گاتیں؛ اور اسطرح خود سرکاری طور پر ادبیات کے اس جزو کو جسپر یونانیت کا گہرا اثر تھا، تسلیم کرلیا گیا۔ ۲۰۴ سنہ ق م میں اندرونی کوس کا بڑھاپے میں انتقال ہوگیا، لیکن اسوقت رومن شعر وشاعری اس راستے پر اچھی طرح قدم رکھ چکی تھی جو اسنے اسکے لئے تیار کیا تھا۔

گوکمپانی آزاد کردہ غلام کنے یوس نئے ویوس اندرونی کوس سے عمر میں ذرا چھوٹا تھا اور صرف ۲۷۰ سنہ ق م میں پیدا ہوا تھا، لیکن اسکی اہمیت نسبتہً زیادہ ہے اسلیئے کہ اسنے اپنے ناٹکوں اور رزمیہ نظموں سے ایک بالکل جدید راستہ دریافت کیا۔ اسکی نظموں میں جو ساترنی بحر میں لکھی گئی ہیں، پہلی فنیقی جنگ کا تذکرہ ہے اور ان سے پہلے ایک تمہید میں اینے نیاس کی فراری کا ذکر ہے جو لاطیوم آنے سے پہلے

باب ۲۲

سسلی گیا تھا۔ اس شاعری کی تائید سی پیو نے کی لیکن میتلو سیول نے اسے مورد الزام قرار دیا۔ سنہ ۲۰۱ ق م میں وہ سی پیو کے ساتھ افریقہ گیا اور وہیں اسکا انتقال ہو گیا۔

اس سے بھی بڑا شاعر کوئن تیوس انیوس ساکن رُودیئے (کالابریا) تھا یہ سنہ ۲۳۹ ق م میں پیدا ہوا اور بڑا ہو کر چار زبانوں، یعنی مساپی، اوسکانی یونانی اور لاطینی کا ماہر بن گیا۔ سنہ ۲۰۴ ق م میں وہ سنتوریون بن کر سروانیہ گیا جہاں کاتو گونیستور تھا۔ گو کاتو ہر نئی چیز سے بظاہر نفرت کرتا تھا، لیکن جس نئی چیز کو وہ پسند کرتا تھا اسکی ترقی میں ممد ہوتا تھا، چنانچہ اس نے انیوس سے روما جانے کے لئے کہا جہاں اسنے معلمی کا پیشہ اختیار کیا اور اوین تین کے پلیب محلے میں رہنے لگا۔ اسکے دونوں سی پیو اور فل ویوس نوبی لیور کے ساتھ اچھے تعلقات تھے، چنانچہ اسنے اسے اپنے پرتیوری حرب کے ساتھ یونان لیجا کر اسکی عزت بڑھائی۔ فلوبوس کے بیٹے کوئن توس نے اسے فوجی نوآبادیوں میں زمین دلوادی اور اسے رومن شہری بنوا دیا۔ اسکا انتقال سنہ ۱۶۹ ق م میں ہوا۔ اسکی تصانیف میں سب سے اہم "اخبار" Annales تھے جسمیں اسنے شش رکنی بحر میں روما کی تاریخ بیان کی تھی۔ اس وزن کو رائج کر کے اسنے وہ مناسبت کلامی گویا محفوظ کر دی جسکو لاطینی زبان کے کلمات آخرہ کے حذف ہو جانے کیوجہ سے ایک طرح کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ یہ نظم جسمیں انطاکوس کے شکست تک کے واقعات بیان کئے گئے تھے، تاریخ روما کا قومی نصاب بن گئی۔ ساتھ ہی ساتھ انیوس نے یونانی علوم اور یونانی تمدن کے منتشر کرنے میں بھی مدد دی۔ اسنے ایپی خارموس نامی ایک نظم لکھی جو بظاہر ایپی خارمی نصائح کا ترجمہ تھا جنمیں سے اکثر میں آغاز عالم کا ذکر تھا۔ اسنے مسرت افزا ادبیات میں یوہیمروس کے مذہبی رومان کو نئے قالب میں ڈھال کر اضافہ کیا، اور ارخیستراتوس ساکن گیلا کی ایک طبی نظم کا کم و بیش آزادانہ ترجمہ کیا۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ان تینوں تالیفات میں اس کالابری شاعر نے اپنے سامنے سسلی کے اشعار بطور ایک نمونے کے رکھے تھے۔ اپنے ادبی تالیفات کے سب سے نیچے درجے میں اسنے سوتادیس کے نظم کی نقل کی (دیکھو اوپر باب ۱۶)

ناٹک کے میدان میں رومنوں نے خاص طور پر یونانیوں کی نقل اُتاری۔ ظاہر ہے کہ یہاں اُس کا موقعہ نہیں کہ ہم رومن ناٹک نویسوں کا مفصل ذکر کریں، یہاں ہم صرف چند سرورپہ نویسوں کا ذکر کریں گے: پلوتوس ساکن امبریہ نے ۲۵۴ ق م یعنی اپنی موت تک چالیس برس تک اتر جدید ایتکائی سروریہ کو نئے سانچے میں ڈھال کر تماشہ گاہ پر پیش کیا؛ ستاتیوس کئی کیلیوس، جو ۱۶۸ ق م میں راہی ملک عدم ہوا، اینیوس کے ساتھ رہتا تھا، اور اکثر و بیشتر مینانڈر کے تالیفات کو کام میں لاتا تھا؛ ترنتیوس آفر کرتھیج کے زمانے میں افریقہ سے ترنتیوس لوکانوس کے گھر آیا اور اپنے مالک کے ہاتھوں آخر آزاد ہو گیا۔ ترنتیوس کی رسائی اعلیٰ ترین رومن معاشرت میں تھی، اور وہ رفتہ رفتہ سی پیو افریقانوس اصغر، اور لیلیوس کا دوست بن گیا۔ اسنے مینانڈر کے سرریوں کو کئے کی لیوس سے زیادہ عروج پہونچایا اور انہیں دوسرے کھیلوں کے اجزاء داخل کر کے گویا اسی اصول کا اتباع کیا جسپر اس سے پہلے پلوتوس عمل پیرا ہو چکا تھا۔

روما میں یونانی ادبیات کی مقبولیت اول تو اس رومن تالیف و تصنیف کی ابتدا سے ظاہر ہوتی ہے جسکا ابھی ذکر کیا جا چکا ہے دوسرے سیسرو و اغسطوس کے عہد کے تالیفات سے ظاہر ہوتا ہے جسپر یہاں بحث نہیں کیجا سکتی، اور اس سے اس عظیم الشان اثرات کا پتہ لگتا ہے جو یونان کے روما پر پڑے؛ یہ اثر رومن مستقر کے روزمرہ بود و ماند کے فنی تزئین سے بھی ظاہر ہوتا ہے جو پہلی صدی ق م سے بعد نظر آتی ہے لیکن یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ اثر محض ادبیات، فنون اور روزمرہ کی زندگی پر پڑا، بلکہ اس کا مظاہرہ اس واقعے سے بھی ہوتا ہے کہ یونانی تمدن ایک نہایت ہی اہم اور سود مند اصلاح میں ممد و معاون ہوا، جو رومن تہذیب و شائستگی کا ایک درخشاں کارنامہ تھا۔

رومن سلطنت کی وسعت کے بعد غیر ملکیوں کے جو گروہ کے گروہ پہلے تو اٹلی ہی سے اور پھر مشرقی ممالک سے روما آ کر جمع ہوئے انکی وجہ سے شہر کے نظام قانونی میں بہت کچھ اختلال رونما ہوا۔ ابتدا میں تو غیر رومنوں کا روما میں جمع ہونا

باب ۱۴

خطرناک تصور کیا گیا، چنانچہ افسران بالادست نے انھیں شہر بدر کرنا شروع کیا۔ لیکن ایک ایسا شہر جو دور و دراز بلدیات و ممالک کا پنچ بننے کا دعویٰ کر سکے اسکے لئے یہ لازم تھا کہ اپنی فصیل کے اندر شہریوں اور غیر ملکیوں کے دوش بدوش رہنے سہنے کا انتظام کرے ورنہ اپنی اس حیثیت سے دست بردار ہو جائے۔ اسی طرح اس سے قبل ایتھنز نے تیوتکی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے سے غیر ملکیوں سے دوستی پیدا کی تھی۔ روما ایتھنز سے کہیں زیادہ زندگی عامہ میں ترقی کر چکا تھا، اور اب خانگی قانون کے میدان میں بھی اسنے یونانیوں سے بہت کچھ پیش پیش ہو گیا۔ قانون عامہ کے دائرے میں انھوں نے یونانی نقطۂ نظر سے کہیں آگے بڑھ کر غیر رومن ملتوں کو روما کے شہری حقوق عطا کرنے شروع کئے، تو دوسری طرف پرتیوری احکام کے ذریعے سے "قانون ملکی" کے دوش بدوش ایک "قانون اقوام" بننے لگا جسکا انطباق ان غیر رومنوں پر ہوتا تھا جنھوں نے روما میں بود و باش اختیار کر لی تھی، اور اسطرح خانگی اصول قانون کے میدان میں ایک نہایت ہی عظیم الشان اور سود مند جدت کر دی۔ اس "قانون اقوام" کے قواعد کی بنیاد کچھ تو غیر ملکوں کے رسم و رواج پر تھی، اور کچھ ان عام اصول پر تھی جو عقل کے لئے قابل قبول ہوں اور ساتھ ہی امر متعلقہ کے لئے مناسب ہوں۔ چونکہ اس "قانون اقوام" کے اصول کا (جسے قانون فطری کہتے تھے) انطباق رومنوں اور غیر رومنوں کے تنازعات پر کیا جاتا تھا، اسلئے جو معاملات اسکے ذریعے سے طے پاتے تھے انمیں روز بروز اضافہ ہوتا گیا اور ایک ایسے معاشرے کی بنیاد پڑ گئی جسمیں جملہ خانگی حقوق پوری طور پر اسوقت تک محفوظ سمجھے جاتے تھے جب تک وہ اقوام کے عام رسم و رواج اور عقل انسان کے منافی نہوں۔ اس طرح رومن سلطنت کے غیر محدود توسیع کا امکان پیدا ہو گیا۔ ایسی سلطنت جسکے اندر ہر اس شخص کے حقوق محفوظ ہوں جو اسمیں داخل ہو جائے روما کا سب سے بڑا کارنامہ اسی "قانون فطری" کی تخلیق تھی، اور ہماری دانست میں اسکے مقننوں کی اہمیت اسکے سپہ سالاروں سے کہیں زیادہ تھی۔

باب ۲۲

لیکن ہمارے پاس اس کا ثبوت موجود ہے کہ اگر یونان شریک حال نہ ہوتا تو "قانون فطری" کا نفاذ اسقدر آسانی اور اتنی جلدی سے نہ ہوسکتا، یہ رواقی ہی تھے جنھوں نے رومن مقننوں کے اس دقت طلب کام میں مدد کی، اور ادھر رواقیوں نے اکادمی سے بہت کچھ سبق حاصل کیا۔ "قانون فطری" کے ذریعے سے یہ مسئلہ صف اوّل میں آگیا کہ آخر انصاف کس کا مقتضی ہے، اور اسکے یقین کے لئے ایک طرح کے فلسفیانہ تمدن کی ضرورت تھی، ایسے تمدن کی نہیں جو ایک اصول کو قطعی قرار دیکر باقی سب کو خارج کردے، بلکہ ایسے تمدن کی جسکی ابتدا محض اغلبیت سے ہوتی ہو، واقعہ یہ ہے کہ تمام عملی اصول قانون کا نفاذ اسی اغلبیت سے ہوتا ہے۔ اگر قوانین کا دارومدار عقل انسانی پر ہے تو انمیں صرف اغلبیت ہی مدنظر ہوسکتی ہے اور اسی وجہ سے انہیں وقتاً فوقتاً انکی نظر ثانی کی ضرورت لاحق ہوتی ہے اور اسیطرح چونکہ ہر اصول کے کسی خاص مقدمہ پر انطباق کے وقت مختلف حکم لگائے جاسکتے ہیں جنمیں سے ایک میں غالبیت کا پہلو ہوتا ہے اسوجہ سے عدالتیں صرف یہی کرسکتی ہیں کہ غالب ترین پہلو کو پیش نظر رکھ کر تجویز دیں۔ الغرض جس فلسفے کا اصل اصول اس غالبیت ہی پر مبنی ہو وہی عملی اصول قانون کی ترقی میں زیادہ سے زیادہ مدد و معاون ہوسکتا ہے اور یہ فلسفہ اکادمی کا فلسفہ تھا۔ اس اکادمی نے زمانہ مابعد کے رواقیوں پر خاص اثر ڈالا، اور یہی وہ رواقی تھے جنکے اصول سے رومن واقف ہوے۔ یہ بالکل صاف ہے کہ رواقیوں نے فرض شناسی کے خیال کی ترقی میں، جو اصول قانون کا ایک عنصر ہے، ضرور مدد دی ہوگی پنائےتیوس میں جسے رومن بہت کچھ مانتے تھے، دو رجحانات گویا آکر ملتے تھے ایک تو وہ رجحان جس کا مقصد اخلاقی فرائض کا تعین تھا اور دوسرا وہ جو اغلب ترین پہلو کی طرف جاتا تھا۔ قصہ مختصر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ روما کی عظیم ترین اور مفید ترین مخلوق، یعنی قانون روما، کے ارتقا میں مدد کرنا محض چند رومن اشعار پر اثر ڈالنے کے بہ نسبت یونانی تمدن کا کہیں بڑا کارنامہ تھا، اور اسی جہت سے سسرو کی تصانیف کو بڑی اہمیت دینی چاہئے[۳۱]۔

[۳۱] اصول قانون کے لئے، دیکھو منجملہ دوسرے تصانیف کے مضامین "قانون اقوام" Jus gentium.

یونان میں فلسفہ تو موجود تھا، لیکن اصول قانون مفقود تھا (دیکھو جلد ۳ باب ۲ حاشیہ ۴)، اور بغیر کسی قسم کے اصول قانون کی زندگی عامہ کیسے سرسبز ہو سکتی ہے؟ یہ روما ہی تھا جسنے سب سے پہلے یہ مسئلہ دنیا کے سامنے پیش کیا کہ عدالتی تجاویز کا دارومدار محض فوری اثرات پر نہیں بلکہ عام اصول پر ہونا چاہئے۔ رومن پریتوروں نے دراصل تسلسل قانونی کا قاعدہ رائج کیا جسکے تحت مماثل مقدمات کے تجاویز دینے پر ایک ہی اصول کا انطباق ہونا چاہیئے لیکن شکل یہ تھی کہ ابتداءً انھوں نے خود اپنے ہی قانون کے مطابق فیصلے کئے جسکے باعث وہ غیر ملکیوں کیلئے قابل قبول نہیں تھے۔ اسپر انھوں نے اور مقننوں نے "قانون اقوام" و "قانون فطرتی" نکالا جنکا انطباق غیر رومنوں پر ہونے لگا، اور اسکے نکالنے میں انھوں نے یونانی فلسفے سے کام لیا۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ دنیا پر یونانی فلسفے کا احسان ہمیشہ ہمیش کے لئے ہو گیا۔ اگر روما نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ قوانین کا انطباق چند خاص خاص معین اصول کے تحت ہونا چاہیئے، تو یونانی فلسفے نے عادلوں کو یہ سکھایا کہ خاص خاص مقدمات کو عام قواعد کے تحت کیسے جمع کرنا چاہیئے۔

جب میں نے اس باب کے ابتداء میں یہ کہا تھا کہ یونان نے محض فنون لطیفہ کو لاطیوم میں رائج کرنے سے کہیں زیادہ کارنمایاں انجام دیا تو میرا مقصد رومن خانگی قوانین پر یونان کے انھی اثرات سے تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اور "رواقیین" (Stoici) یاد کی ہیں، اور موم سن: "قوانین مملکت Mommsen;Statsr ۳، ۳، ۶ - سٹائیس: "قانون سلطنت" Reichrecht) ص۲ وغیرہ جہاں وہ ایک یونانی "قانون اقوام" کے کوششوں کا ذکر کرتا ہے، لیکن ووگٹ (Vorgt) کی طرح وہ یہ فرض کرتے وقت اپنی حد سے بڑھ جاتا ہے (ص۵) کہ دوسری صدی ق م کے وسط سے یونانی مملکتوں نے تمام غیر ملکیوں کو "قبضہ آراضی" اور "مناکحت" کی اجازت دیدی تھی ہر یونانی مملکت آخر تک آزاد رہی، اور اگر بعض میں اس حد تک رواداری ہوتی بھی گئی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی نے بھی اتباع کیا ہوگا۔ جس طرح کوئی قوم کسی رواج کو رفتہ رفتہ تسلیم کرلیتی ہے اور اسے یہ محسوس نہیں ہوتا کہ اسپر عمل کرنا اسکے لئے لازم ہے اسیطرح سے ایک عام یونانی "قانون اقوام" کی بنیاد محض آزادانہ قبول سے ہی ہو سکتی تھی۔ میرے نزدیک ہم سٹائیس کی رائے کو صرف اس شرط کے ساتھ اس معنے کرکے تسلیم کرسکتے ہیں۔

باب بست و پنجم

ایشیا۔ سلطنت پرگامم پر روما کا قبضہ

مہرداد یوپاتور کا عروج۔ کریمیہ کے یونانی

سنہ ۱۴۶ ق م تا سنہ ۹۱ ق م

اگر یونانی تاریخ کو سنہ ۱۴۶ ق م ہی میں ختم کر دیا جائے تو یہ کچھ ایسا ناواجب نہ ہوگا۔ یورپ میں تاراجی کورنتھ سے روما کی مخالفت میں یونانیوں کی قطعی بے بسی کا اظہار ہوتا ہے، اور تقریباً اسی زمانے میں سرزمین ایشیا میں مشرقیت کے حربے کے سامنے یونانی تمدن کو پیچھے کی طرف ہٹنا پڑتا ہے۔ تاہم یونانیوں کی سیاسی اہمیت کا اس سال کلیتہً خاتمہ نہیں ہوتا، اور اسکے بعد دوسری صدی ق م، اور خصوصاً پہلی صدی ق م تک روما ایشیائی یونان کا مالک نہیں بنتا تا آنکہ آخر کار وہ یونان کے پرانے رہبر ایتھنز کو نیچا دکھاتا ہے اور آخری مقدونوی بادشاہی یعنی خود مقدونیہ کو بھی معدوم کر دیتا ہے۔ الغرض سنہ ۳۰ ق م تک یونانی اپنی سیاسی اہمیت مکمل طور پر نہیں کھوتے۔ اگر ہم یہ خیال کریں کہ سنہ ۱۴۶ ق م سے سنہ ۳۰ ق م تک کے زمانے میں وہ کام مکمل ہوا تھا جسکا آغاز سنہ ۱۴۶ ق م میں ہوا تھا، تو ہم

باب ۲۵

اس عہد کو ارتقا کا عہد کہیں گے؛ یہ وہ عہد ہے جسمیں بعض مقدونوی ملوکیتیں زندہ ہیں، لیکن انکی بھی نزع کی سی حالت ہے۔ اندرونی اعتبار سے ایشیا کے لئے رومن عہد کی ابتدا ہو چکی ہے، لیکن خارجی اعتبار سے مقدونوی عہد ایک حد تک اب بھی برابر جاری ہے۔ لیکن ہمیں یہ واقعہ نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ مہرداوی جنگوں ہی میں رومن سیاوت کے خلاف یونانی زندگی کے ردّ عمل کی ابتدا ہوئی تھی، چنانچہ اس کتاب کو سنہ ۳۰ ق م تک پہونچانا بغایت مناسب ہے، خصوصاً اس لئے کہ سلطنت روما کی تنظیم اس سنہ تک مکمل نہیں ہوی۔ ہماری دانست میں سنہ ۱۴۶ ق م سے سنہ ۳۰ ق م تک کا زمانہ بجائے تعمیری ہونے کے ایک انہدامی زمانہ ہے۔

سنہ ۱۴۶ ق م کے بعد یورپی یونان نے رومنوں کو بالکل دق نہیں کیا، بلکہ جو کچھ بھی مشکلات تھیں وہ ایشیا کے کیفیات کی وجہ سے تھیں۔ اس نواح میں روما کی تائید کا بیڑا سلطنت پرگامم نے اٹھایا تھا جیسے سنہ ۱۵۹ ق م سے

ا کیوپ (Kœpp) نے (Rh. Mus.) ۴۸، ۱۵۴ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اتالوس سوم اتالوس دوم کا بیٹا تھا۔

اتالوس کی جنگی تیاریاں؛ فرنیکل ۲۴۶ ۔ ۲۴۸ کے بموجب اتالوس کو اپنے پیشرو ہی کے عہد میں کچھ نہ کچھ حکومتی اقتدار حاصل ہو گیا تھا۔ ۲۴۹ کے بموجب اتالوس سوم کے موت کے بعد ہی پرگامم والوں نے اسکی وصیت کو تسلیم کرلیا۔

شاہی پرگامم اب صوبہ ایشیا بن جاتی ہے؛ ہرتزبرگ ۱، ۳۳۵ وغیرہ؛ موم سن: "تاریخ روما" ۳، ۵۱، ۱۱۱۔ اسکا ہم اسوقت تک تعین نہیں کرسکے کہ اس وصیت نامے کے رد سے روما کو کیا کیا اقتدارات حاصل ہو گئے یا ابتدائی دور میں صوبہ کی کیا کیفیت تھی۔ موم سن (۳، ۵۲) کہتا ہے کہ رومنوں نے پرانے محاصل معاف کر دیئے؛ رائناش (: "مہرداد" ۸۴) کا خیال ہے کہ انھوں نے صرف اسکا "وعدہ" کیا؛ موم سن ۳، ۱۰۵ میں لکھا ہے کہ ابتدا میں ملک پر تقریباً کوئی محصول عائد نہیں کیا گیا تھا۔

پمفیلیہ و پسیدیہ؛ مارکوارٹ: "انتظام مملکت" Marquardt : Staatsverw ۱، ۲۱۷، ۲۲۲۔

۲۳۸ قم تک اٹالوس دوم حکمراں تھا۔ اٹالوس نے سیاسیات کی بھول بھلیاں نہایت دانشمندی سے عبور کرلی تھیں۔ اس لیے نہایت مستعدی کے ساتھ فارناکیس شاہ پونتوس کی اس کوشش کو بارآور نہ ہونے دیا تھا کہ وہ یومنیس کے بیٹے کی (جو بعد میں اٹالوس سوم بنا) حمایت کرے دیکھئے، ایک فلادیلفوس کے برادرانہ محبت اس انعام کی متقاضی تھی کہ اسکا بھانجہ، (یا یوں کہو کہ اسکا بیٹا) تخت سے علیحدہ کردیا جائے! اسنے کاپادوسیہ میں اریاراتھیس کا ساتھ دیا (دیکھو ابواب ۱۸ و ۱۹) اور ۱۵۶ یا ۱۵۴ قم میں پروسیاس دوم کا نہ صرف مقابلہ کیا بلکہ ۱۴۹ قم میں خود اسکے بیٹے نکومیدیس کے ہاتھوں اسکا کام تمام کرنے میں ممد ومعاون ہوا۔ بعدازاں اسنے دیمتریوس کے مخالفت میں اسکندر بالاس کو تخت شام پر بٹھایا اور رومنوں کو فیلقوس والئی مقدونیہ اور اکائیائیوں کے مقابلے میں مدد دی۔ اسکے بعد اس کا بھتیجا اٹالوس سوم (۱۳۸ قم) تخت پر بیٹھا، لیکن یہ ایک نااہل خودسر تھا اور اسکا شغل یا تو باغبانی تھا ورنہ موم کے مورتیاں ڈھالنا! یہی وہ شخص تھا جسنے اپنے بعد رومنوں کو اپنا وارث بناکر انھیں ہمیشہ کے لئے رہین منت کیا، اور رومنوں نے بلالحاظ اس امر کے کہ خود وصی کے ایک ناجائز بھائی ارسطونیکوس نامی تھا، انھوں نے اس ورثے کو قبول کرلیا اور اسکی تاویل یہ کی کہ اسکے بعد وہ نہ صرف پرگامم کے راجدھانی اور خزانے کے مالک بن جائینگے بلکہ اسکے مفروضہ دعاوی بھی انھیں ورثے میں پہونچیں گے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اٹالوس کا اصلی خیال یہی تھا۔ یہ پرگامم کے خاندان کے خصائص میں سمجھنا چاہئے کہ جس انداز سے اسکی ابتدا ہوئی اسی سے اسکا اختتام بھی ہوگیا۔ اسکی ابتدا خانگی طرز سے یعنی فلے تائروس کے خزانہ اور روپیہ غبن کرلینے سے ہوئی تھی۔ اسکے بعد پرگامم کے حکمرانوں نے اپنی دولت اور اپنے تدبر کے زور سے تاج شاہی اپنے سر پر رکھ لیا تھا؛ اب اس خانوادہ کے آخری تاجدار کو یہ خیال ہوگیا کہ اسکی حیثیت محض خانگی ہے اور اپنی خانگی ملک کی طرح اسنے اپنے ملک کو دوسروں کو دے ڈالا۔ اس نے نہ صرف روپیہ اور زمین رومنوں کے لیے چھوڑی بلکہ یونانی شہر بھی، اور ردما اپنی قدیم اعلیٰ وارفع حامی کی حیثیت سے اسقدر گر گیا تھا کہ اسنے یہ ہدیہ (جو صریحًا ناجائز

باب ۲۷

تھا) بلاتأمل و غش قبول کر لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ پولی بوس جس صورت حال پر اسقدر رطب اللسان ہے وہ ایک بالکل جدید ہیئت اختیار کر رہی ہے۔ ساتھ ہی ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ صرف عدیدی گروہ ہی نہیں بلکہ عمومی گروہ بھی اس حکمت عملی میں ملوث نظر آتا تھا۔

لیکن ارسطونی کوس نے نہ صرف اپنا آبائی ورثہ طلب کیا بلکہ سمرنا کے قریب لیوکائے کے مقام پر اپنی سلطنت کا اعلان کر دیا اور فوکیوں نے اسے تسلیم بھی کر لیا۔ لیکن دوسری اقوام نے اس سے منہ موڑ لیا۔ چنانچہ ایفی سوس والوں نے اسے سمندر پر شکست دیدی اور اسے اندرون ملک میں بھگا دیا۔ اب وہ سب سے مظلوم طبقہ یعنی غلاموں کی طرف آیا اور انکا ایک لشکر مرتب کر کے میدان میں کود پڑا*۔ اسنے پھر تھریسی بھی جا ملے اور انکی مدد سے اسنے تیاتیرا، اپولونس، کولوفون اور میندوس ہی نہیں بلکہ ساموس تک فتح کر لئے۔ اب روما کو مداخلت کے سوا چارہ کار نہیں تھا۔ لیکن انکی پہلی کوششوں میں روما کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔ روما کا مہاپجاری لی کی نیوس کراسوس موکیانوس کو ارسطونی کوس نے شکست دی اور تھریسیوں نے ایک گروہ نے اسے گرفتار کر لیا، اور جب اسنے دیکھا کہ یہ بات روما کے لئے سخت ذلت کا باعث ہوگی کہ بربری اقوام اسکے مہاپجاری قیدی کی نمائش کریں تو اسنے جان بوجھ کر انھیں غصہ دلایا تا آنکہ انھوں نے اسکا کام تمام کر دیا (سنہ ۱۳۰ ق م)۔ اسی زمانے میں ارسطونی کوس نے اریاراتیس پنجم شاہ کاپادوسیہ کا ایک معرکے میں خاتمہ کر دیا۔ اب مارکوس پرپینا رومن سپہ سالار مقرر ہوا اور اسنے نہ صرف ارسطونی کوس کو شکست دیدی بلکہ اسے گرفتار بھی کر لیا۔ رومن ارسطونی کوس کو روما لے گئے اور وہاں اسکی گردن ماردیگئی۔ پرپینا کے انتقال کے بعد مارکوس اکولی لیوس نے پرگامم کا یہ بندوبست کیا کہ میزیہ، لیدیہ، کاریہ اور جزائر کا تو ایک رومن صوبہ بنا یا گیا اور اس کا

*نوٹ: واضح ہو کہ اس زمانے میں غلاموں کو اپنے حقوق کا احساس پیدا ہو رہا تھا اور مشرق اور مغرب دونوں میں انکی قوت بڑھ رہی تھی (مثلاً دیکھو سسلی کی دو جنگ غلامان")۔ ارسطونی کوس والے اپنے آپکو ہیلیوپولیس یا "بلدیۂ آفتاب" کے باشندے کہتے تھے۔

نام ایشیا رکھا گیا؛ کیزی کوس اور رھوڈز پہلے کی طرح آزاد رہے؛ ٹیل می سوس عہدیت لیکلیہ میں شامل ہو گیا؛ آتا لوسیوں کے تھریسی مقبوضات کا صوبہ مقدونیہ میں الحاق کیا گیا؛ اگی گینا پر خود رومنوں نے قبضہ کر لیا؛ لیکاؤنیہ اور (ابتدا میں) کلیکیہ اسپیرا کا پادوسیہ کے حوالے کئے گئے لیکن کچھ عرصہ بعد کلیکیہ اسپیرا پر روما نے قبضہ کر کے اسے آئندہ صوبہ کلیکیہ کا مرکز بنایا۔ یہ واقعہ ۱۰۳ قم کا ہے جب مارکوس انتونیوس نے کلیکیہ والے بحری قزاقوں کے خلاف جنگ آزمائی کر کے انہیں نیچا دکھایا، اور اسی زمانے میں پمفیلیہ اور پسیدیہ بھی کلیکیہ میں شامل کر لیے گئے۔ بیتھی نیہ اور پونتوس دونوں افروجیہ کبرا پر یعنی ان ممالک پر جو بالائی میاندر ہیں یا جو افروجیہ پار و ریوس کے سطح مرتفع پر واقع ہیں، دانت لگائے بیٹھے تھے۔ اب اکوئی لیوس نے اسے گویا نیلام پر چڑھا دیا اور چونکہ مہرداد نے سب سے زیادہ قیمت لگائی اس لئے بولی اسی کے نام ختم ہوئی لیکن روما نے اس تصفیہ پر صاد نہیں کیا، بلکہ اسکے بجائے کایوس گراکھوس نے ایک تجویز منظور کرائی کہ اس ملک کو آزاد ہونا چاہئے، جسکے دوسرے معنے یہ ہوئے کہ یہ ایشیائی آبادی مالگذاری کے ان ٹھیکہ داروں کے حوالہ کر دیجائے جنھیں وہ مقرر کرے۔ روما کے طبقہ غربا کا یہ خیر خواہ اس جھگڑے میں جو طبقہ اغنیاء کے ساتھ برپا تھا صرف یہی کر سکتا تھا کہ کاروباری طبقہ یعنی نام نہاد مبازروں کو اپنا طرفدار بنالے، اور اس مقصد کے حصول کے لئے اسنے انکی طرف نہ صرف ان رومنوں کو ڈال دیا جنھیں عدالتوں میں مرافع کرنا تھے، بلکہ انکی طرف وہ سب غیر ملکی بھی گویا پھینک دیئے جنھیں وہ مہیا کر سکتا تھا۔ نہ صرف یہ کہ اسنے بجائے سینٹاتیوں کے مبازروں کو عادل مقرر کیا۔ بلکہ اس نے خاص طور پر یہ انتظام کیا کہ جدید صوبہ ایشیا کے مالگذاری کا ٹھیکہ خود روما میں نیلام کیا جائے؛ چونکہ روما کو یہ ورثے میں ملا تھا اور اسکا محاصل پر پورا قابو تھا، اس لئے اس ٹھیکے کے نیلام میں یونانی ملتوں کے حقوق کا مطلق کوئی دخل نہیں تھا، اور اس ٹھیکے کے مستحق روما کے کاروباری لوگ یعنی نام نہاد مبازر قرار پاتے تھے۔ اسکے جو نتائج نکلے انپر ہم بعد میں بحث کرینگے۔

بہرحال یہ ملک تو شاہ پونتوس کے انگلیوں میں سے گویا پھسل گیا لیکن

باب ۲۵

اسے اسکے بعد دوسرے محاذوں میں کامیابیاں حاصل ہوئیں جنکی وجہ سے اسکے خاندان اور اسکے ملک کی اہمیت بڑھ گئی۔ ہم تیرہویں اور اٹھارہویں باب میں شاہان پونتوس کی ابتدائی تاریخ بیان کر چکے ہیں۔ ہم دیکھ چکے کہ کتس تیس کے بعد اریوبرزان اول اور مہرداد دوم تخت پر بیٹھے جنکے بعد فرناکیس[1] نے (تقریباً ۱۶۹ قم سے) حکومت کرنی شروع کی اور اسکے بعد مہرداد سوم "فلوپاتور فلادیلفوس یوئرگی تیس" جو غالباً فرناکیس کا بھائی تھا بادشاہ بنا۔ ہم یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ ان حکمرانوں نے رفتہ رفتہ ملک کے یونانی شہروں پر قبضہ کرلیا، جیسے ۲۷۹ قم میں اماسترس، ۲۵۵ قم سے پہلے امی سوس اور ۱۸۳ قم میں اسنوف انکے قبضے میں آگیا۔ مہرداد سوم نے (۱۶۹-۱۲۱ قم) ایک بیڑا تیار رکیا اور اپنی فوج کا سپہ سالار دوریلاؤس ساکن امی سوس کو بنایا۔ اسنے اپنا پائے تخت اماسیہ سے اسنوف کو منتقل کردیا اور دیلوس و ایتھنز کو تحفہ تحائف دیکر گویا یونانی تمدن کی ہمت افزائی کی۔ ساتھ ہی اسنے بتھی نیہ کے خلاف اتالوس کی مدد کی، رومنوں کے ساتھ دوستی پیدا کرکے تیسری فنیقی جنگ میں انہیں کمک بھیجی اور ارسطونی کوس کے جنگ میں انکا طرفدار رہا۔ افروجیہ کبرئے کے نکل جانے کے بعد اسے گویا معاوضے کے طور پر پیلائے منیس شاہ پفلاگونیہ کے وصیت پر پورا ملک پفلاگونیہ ملگیا اور غلاطیہ میں بھی اسکا اثر بڑھ گیا؛ یہ بھی فرض کرلیا گیا ہے کہ رفتہ رفتہ اسے افروجیہ کبرئے مل ہی گیا ہوگا۔ عین عروج کے زمانے میں اسکے بعض مصاحبوں نے اسے مار ڈالا اور اسطرح کم ازکم فی الوقت پونتوس کی ترقی میں رکاوٹ

---

[1] فرناکیس کا خاکہ پولی بیوس ۲۷، ۱۵۔

۲۵۵ قم سے پہلے ہی امی سوس کا پونتوس میں الحاق ہوگیا تھا؛ رائناش: "مہرداد" ۴۔

مہرداد اعظم کے نسب کے متعلق دیکھو رائناش: "تین ملوکیتیں" ۱۷۰ وغیرہ۔

رائناش ("مہرداد" ۴۵) افروجیہ کے ایک کتبے سے یہ استدلال کرتا ہے کہ مہرداد فلوپاتور فلادیلفوس یوئرگی تیس نے افروجیہ کبرئے پر قبضہ کرلیا؛ دیکھو تتمہ ۲ حاشیہ ۴۔

پیدا ہو گئی۔ اسنے وصیت کی کہ میرے بعد میری بیوی جو غالباً انطاگوس اپی فانیس شاہ سوریہ کی بیٹی تھی اپنے بچوں سمیت حکومت کرے[۱] بادشاہ کے مرنے کے بعد اس ملکہ اور قاتلان شاہی نے ملکر کچھ مدت تک حکومت کی۔ یہ سب رومنو کے خیر خواہ تھے، اور معلوم ہوتا تھا کہ پرگامم، بتھی نیہ یا کاپادوسیہ کی طرح پونتوس بھی رومن توابع میں شامل ہو جائیگا۔ لیکن اس موقع پر بادشاہ کا بڑا لڑکا مہرداد ایس یوپاتور نمودار ہوتا ہے اور اسکے آتے ہی بساط بالکل پلٹ جاتی ہے۔

مہرداد ایس یوپاتور ۱۳۲ ق م میں اسنوف میں پیدا ہوا تھا[۲] وہ ذہنی اور جسمانی دونوں اعتبار سے ممتاز تھا اور اسے بچپن میں جو تعلیم دی گئی اسکی وجہ سے اسکی فطری قابلیتوں میں اور بھی زیادہ نشو ونما پیدا ہو گیا تھا۔ وہ ہر قسم کی جسمانی ورزشیں کر سکتا، ہر طرح کے علوم و فنون کو سیکھ سکتا اور پونتوس کی ہر ایک زبان بول سکتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خود اسکی ماں قاتلوں کی سازش میں شریک تھی جسکی وجہ سے خود اسے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہونے لگا تھا، چنانچہ اسنے زہر کھانے اور انکے تریاق استعمال کرنے کی عادت ڈالنا شروع کی۔ جب اُسنے دیکھا کہ دربار میں اسکی جان سلامت نہیں رہیگی تو وہ (چودہ سال کی عمر میں) وہاں سے چلا گیا اور روایت کے بموجب سات برس تک پہاڑوں میں رہا گو تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ عرصے تک وہ امی سوس بھی رہا۔ بہرنہج، وہ یکایک اسنوف آیا

---

[۱] مہرداد کی ماں کے نام اور نسب کے لئے دیکھو رائناش: "تین طوکیتیس" Reinach : Trois Roy. ۱۷۸، ۱۷۹؛ "مہرداد" ص ۵۱/۵۴ جہاں رائناش، بالکل صحیح استدلال کرتا ہے کہ مضمون (امیسوس) کے جنوب میں جو شہر لاودق ہے وہ اسی لاؤدکیس نے آباد کیا ہوگا؛ مقابلہ کرو رتر، ۱۸۱، ۱۸۲ اور رائناش: "مہرداد" ۲۹۰۔ تختہ ۱، ۶ پر جو سکے بادشاہ کے ماں کے طرف منسوب کئے گئے ہیں انکی بابت بعض مبصروں نے مجھ سے یہ بات کہی ہے کہ پونتوس کے سکوں میں علی العموم لاحقے پائے جاتے ہیں اور ان سکوں پر لاحقے نہ ہونا کم از کم نہایت ہی قابل توجہ ہے۔

[۲] امہوف بلومر: "یونانی سکہ جات" Imhoof Blumer : Griech. Muenzen میونخ ۱۹۰۱ء ص ۳۹ میں یہ ثابت کرتا ہے کہ مہرداد صرف جنگل ہی میں نہیں (یوستی نوس، ۳۷، ۲) بلکہ امی سوس میں بھی رہا تھا۔

باب ۲۵

اور حکومت پر قبضہ کر کے اپنی ماں کو قید میں ڈال دیا جہاں وہ تھوڑے دن بعد مر گئی۔ اسنے اپنی بہن لاؤ دیس کے ساتھ نکاح کر لیا۔ جب وہ تخت نشیں ہوا ہے تو اسکی آبائی سلطنت کے حدود بہت تنگ ہو چکے تھے، غالطی آزاد ہو گئے تھے، ارمنستان صغیر اور بتھی نیہ پونتوس کا علاقہ دبا بیٹھے تھے۔ لیکن عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اسنے قابل یونانیوں کو مامور کر کے گم شدہ اقتدار کو حاصل کرنا چاہا، اور ایک نفیس فوج مرتب کی جسکا مرکز چھ ہزار کا ایک ایسا رسالہ تھا جو مقدونوی اصول پر مسلح تھا۔ مہرداد کو بہت جلد اس فوج کو کسوٹی پر رکھنے کا موقع مل گیا۔

ہوا یہ کہ کریمیہ کے یونانیوں نے اس سے مدد طلب کی۔[۵۵] اس جزیرہ نما کے مشرق میں پانتی کاپوم کی ملطی نو آبادی تھی اور اس کے عین مقابل کیمیری بوسفوروس کے دوسری طرف فاناگوریہ نامی تیوس کی نو آبادی واقع تھی۔ یہ دونوں شہر دریائے ڈون کے دہانے کے دو شہروں یعنی تھیودوسیہ و تانائس سے پانچویں صدی ق م

---

۵۵ کیمیری بوسفوروس کے لئے دیکھو جلد ا۔ اسمیں منفصلۂ ذیل اسناد کا اضافہ کرنا چاہیئے: تی ریوں: "تورو خرسونیز میں یونانی بلدیات" Thirion : De Civitat. Græc. in Chers. taur. condit: پیرس ۱۸۵۵ء؛ بوخ: "مجموعہ نوشتہ جات یونان" Bœckh : C. I. Gr. ۲، ۸۰ وغیرہ؛ بیکر: "جزیرہ نما ہرقلیہ" Becker : Die herakl. Halbinse ۱۸۵۶ء؛ بوسولٹ: "تاریخ یونان" ا، ۴۸۸۵ وغیرہ؛ ژیل و ستیفانی: "کیمیری؛ بوسفوروس کے قدیمیات" Gill et Stephani Antiqu du Bosph. cimmerien ۳ جلد، پیٹرسبرگ، ۱۸۵۴ء، اشاعت جدید مرتبہ راںناش پیرس ۱۸۹۲ء؛ کونداکوف، ٹولسٹوئی و راںناش: "قدیمیات روس جنوبی" (Kondakof, Tolstoi et Reinach : Antiqu.de la Russie meriod. پیرس ۱۸۹۱ء؛ رایے: "مطالعات آثاریات" Rayet : Etudes d'Archeol. پیرس ۱۸۸۸ء صفحہ ۱۸۹-۲۲۸؛ راںناش: "مہرداد" صفحہ ۵ وغیرہ؛ لاتی شیف: "بحر اسود کے شمالی ساحل کے قدیم نوشتے" Latyschev : Insecr. ant. oræ septentr. Ponti Eux. جلد ا، پیٹرس برگ ۱۸۸۵ء اولبیہ والا نوشتہ مجموعہ نوشتہ جات یونان، ۲۰۵۸ = ڈٹن برگر ۲۴۸۔ نیز دیکھو مارکوارٹ ۴، ۱۵۰۔ خرسونیز کا محل وقوع، کیپرٹ: "نقشہ یونان" Kiepert : Atlas von Hellas نیو لطلیموس کا منارہ، راںناش: مہرداد ۸۷۔

میں مل گئے تھے اور اس سلطنت بوسفوروس پر جسکے ایتھنز کے ساتھ نہایت قریب کے تعلقات تھے، پہلے تو یونانی خاندان ارخیانغتیان اور اسکے بعد تھریسی خاندان اسپارتوکیاں تخت پر بیٹھا (دیکھو جلد ۲ باب)۔ جزیرہ نما کے مغرب میں ہرقلیہ پونتیکا کے دوریسیوں نے پانچویں صدی ق م میں شہر خرسونیز اس موقعہ پر آباد کیا تھا جہاں توری قوم اپنی خونی دیبی ارتیمس کی پوجا کرتے تھے لیکن تیسری صدی ق م ہی سے ان یونانی نوآبادیوں کے اقتدار میں برابر کمی ہو رہی تھی، اور جب ایتھنز اسکا پشت و پناہ نہیں رہا، اور مصری غلہ نے بحر اسود کے غلے کا مقابلہ کرنا شروع کیا تو کریمیہ کے یونانیوں کو بڑا بھاری دھکا لگا اور جزیرہ نما کے بربریوں یعنی توریوں اور اسکیتھیوں نے انپر دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ بحر اسود کے مغربی سمت والے یونانیوں کا بھی یہی حشر ہوا، چنانچہ اولبیہ میں ایک نوشتہ برآمد ہوا ہے جسمیں ان شہریوں کی تعریف و توصیف کی گئی ہے جنھوں نے اس شہر کے حفاظت میں بڑی بڑی قربانیاں کی تھیں۔ پانتی کاپیوم میں شاہ پے ری ساوس کو ایک اسکیتھی شہزادے مسمی ساوماکوس کو اپنا والی و وارث بنانا پڑا۔ اسکیتھی حکمران سکی لوروس کے اسی بیٹے تھے، اور اسنے انھیں بندھی ہوئی جھاڑو کا قصہ سنا کر اتفاق و اتحاد کی تعلیم دی، چنانچہ (اپنے باپ کے بعد) وہ سب اپنے بڑے بھائی پلاکوس کے علم کے نیچے آگئے۔ ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ توریہ میں یونانی تمدن کا ستارہ گردش میں تھا اور کسی جگہ سے مدد کی امید نہیں تھی۔ اس موقع پر لوگوں نے دیکھا کہ مہرداد غایت مستعدی کے ساتھ اپنی سلطنت کو منظم کر رہا ہے جس کی وجہ سے اس سے نئی نئی امیدیں بندھنے لگیں اور اس سے مدد کے لئے التجا کی گئی۔ بحر اسود کے شمالی اور جنوبی ساحلوں کے درمیان مدت دراز سے رسل و رسائل جاری تھے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ پانتی کاپیوم اور مہرداد کے پائے تخت اسنوف کے مابین نسلی رشتہ تھا۔ خرسونیز نے علی الاعلان شاہ پونتوس کی سیادت کو تسلیم کرنا منظور کیا، اور پے ری ساویس نے، جو اسکیتھیوں کے چنگل میں پھنس گیا تھا، خفیہ طور پر شاہ پونتوس سے کہلوا بھیجا کہ میں تمھیں اپنا وارث بنا سکتا ہوں۔ الغرض مہرداد نے کریمیہ میں ایک مہم سر کرنے کا تہیہ کر لیا اور اسکا کام دیوفانتوس ساکن اسنوف کے سپرد کر دیا۔ دیوفانتوس نے توریوں کو شکست دیکر انپر مستقلاً

باب ۲۵

حکومت کرنیکے لئے شہر یوپاتوریہ آباد کیا اور خود سنہ ۱۱۰ ق م میں ایشیا واپس آگیا لیکن اسکے پیٹھ موڑتے ہی حملے کی تجدید کردی اور خرسونیز نے دوسری دفعہ پونتوس کی مدد مانگی۔ دیوفانتوس پھر واپس گیا اور بار بار اسکیتوں اور روکسولانیوں کو شکست دی چنانچہ پالاکوس روپا بھاگ گیا۔ لیکن اب سوماکوس نے پیرے ریساویس کو قتل کردیا اور خود پانتی کاپیوم کا بادشاہ بن بیٹھا لیکن جلد ہی رد عمل بھی شروع ہوگیا۔ غالباً سنہ ۱۰۷ ق م میں دیوفانتوس نے تھیوڈوسیہ اور پانتی کاپیوم کو فتح کیا اور مہرداد "قائد" خرسونیز وشاہ بوسفوروس منتخب ہوگیا۔ اسے اسوقت تک اخلاقی و مادی دونوں طرح کی کامیابیاں ہوئی تھیں۔ اسنے یونانیوں کو بربریوں کے ہاتھوں تاراجی سے بچایا تھا چنانچہ اسکے معاوضے میں انھوں نے اسے دوسو تالنت سالانہ اور ایک لاکھ اسی ہزار پیمانے غلے کے (جنکی قیمت تقریباً ۱۰ تالنت ہوتی) دینے کا وعدہ کیا۔

اسکی آئندہ کامیابیوں کو تاریخ کا صحیح تعین نہیں کیا جاسکتا، مگر ہمیں یہ معلوم ہے کہ انمیں سے اکثر بحیرۂ اسود کے شمالی ساحل پر ہوئی تھیں۔ یہاں دریائے تیراس (ذنیپر) کے دہانے پر جو منارہ نیوپطلیموس کے نام پر موسوم تھا اس سے ایک ایسے سپہ سالار کے نام کی یاد تازہ ہوتی تھی جو مہرداد کے فوج میں ملازم تھا۔ اس نواح میں جو سارماتی (روکسولانی، شاہی سارماتی، یاثی گی) رہتے تھے وہ اور بستارنی بادشاہ کے دوست بن گئے چنانچہ اول الذکر نے شہ سواری میں اور ثانی الذکر نے پیدل فوج میں اپنے جوہر دکھائے۔ اودیسوس کے سکوں اور استروس، تومی، اور اپولونیہ نے رومنوں کے حملے کی جو مدافعت کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوہ بلقان کے شمال میں تھریسی ساحل پر جو یونانی تھے وہ اسکے طرفدار تھے ۱۶۔ کریمیہ کے مشرق میں اسکا قابو صرف میدان کے رہنے والے سندیوں پر تھا اور کوہ قاف کے ناہموار ڈھال پر اسکا کوئی اثر نہیں تھا۔ اسکے برعکس اسنے کولخس اور دریائے فاسس (مانگریلیہ) کے وادی پر (جہاں ساحل یونانی بلدیات دیوسکوریاس و فاسس واقع تھے) قبضہ

ـــــ

۱۶ اودیسوس کے سکوں پر سکندر کا سر مہرداد کے سر کے مانند ہے؟ راکناش: ورتین ملوکیتیں" ۱۹۶۔

کرلیا۔ اسنے دریائے کورئس کے بالائی حصے یعنی کولخس کے مشرق میں جو قبیلے آباد تھے انکے ساتھ اور ارمنستان کبیر و اتروپاتینے کیساتھ تجارتی عہدنامے کیئے اور راہتی پاتر شاہ ارمنستان صغیر کے وصیت نامے کی رو سے یہ ملک، جو ہالیس، لیکوس اور فرات کے درمیان ایک قدرتی نقطہ مدافعت تھا، اسکے قبضے میں آگیا، جسکے بعد اس ملک کے ناقابل عبور پہاڑی قلوں پر اسنے اپنے خزانے تعمیر کیئے۔ اس طرح بوسفوروس گویا اسکا غلہ کا گودام تھا، کولخس ایک سلح خانہ جسمیں لکڑی، تار کول اور سن کی کمی نہ تھی اور ارمنستان صغیر اسکا قلعہ۔ وہ اپنے جہازوں کے ذریعے سے بحر اسود کو قابو میں رکھتا تھا، اور اس کا شہر اسنوف ایک بحری مرکز اور پائے تخت تھا۔ اس سلطنت کا نام پونتوس بالکل ٹھیک تھا اور بلا شبہ مہرداد اپنے کارنامول سے پوری طور پر مطمئن تھا۔ لیکن سکندر اعظم کی طرح وہ "ہل من مزید" کا خواہاں رہتا تھا اور اسکی آرزو یہ تھی کہ ایشیائے کوچک کے مغرب اور جنوب میں اپنی سلطنت کو پھیلائے۔

کہتے ہیں کہ قبل اسکے کہ اس مقصد کے حصول کیلئے وہ جنگ جاری کرے، اسنے ملک کے ایک حصے کا سفر کیا، اور جو کچھ اس نے اس جزیرے نما کے مختلف حصوں میں دیکھا اس سے یقیناً اسکا میلان مہم کی طرف اور بھی زیادہ ہوگیا۔ روما اب وہ پرانا زبردست روما نہیں رہا تھا جسکی سب عزت کرتے تھے اور جس سے سب لرزہ براندام ہوتے تھے، اب وہ پرانا روما نہیں تھا جو اپنی شہری خصائص کیوجہ سے ممالک غیر کے نظروں میں ممتاز تھا۔ روما کے ایشیائے علاقے دو اضلاع میں منقسم تھے یعنی ایشیا و کلیکیہ۔ کلیکیہ کے پروپرتور کے فرائض میں سے ایک یہ فرض بھی تھا کہ وہ طاروس اور جنوبی ساحل کے بے شمار خلیجوں کی بحری قزاقوں سے نگرانی کرتا رہے لیکن چونکہ اسکے پاس بیڑہ نہیں تھا اسلیئے وہ کچھ بھی نہیں کرسکتا تھا، جس کی وجہ سے بحری قزاقی پہلے سے بھی زیادہ فروغ پر تھی اور اب یہ بحری قزاق شاہ پونتوس کے اعلیٰ درجہ کے حلیف بن گئے۔ اسی طرح ایشیا کا پروپرتور ایک دوسرے سبب سے بالکل بے اقتدار تھا۔ کایوس گراکھوس نے روما کے عدالتیں اور ایشیا کے محاصل دونوں روسن مالیاتی سرتاجوں کے حوالہ کردیئے تھے۔ محاصل کے

باب ۲۵

ٹھیکہ داروں کی حیثیت سے انھوں نے ایشیا کے باشندوں کی خوب لوٹ مار کی اور ان لوگونکو سزائیں دلوانے میں مطلق باک نہیں کیا جو انھیں انکے جلب زر میں ذرا بھی سدّراہ ہوگئے تھے۔ اس قسم کا برتاؤ بعض بہترین رومن شہریوں کے ساتھ کیا گیا جیسے کوئنتوس موکیوس سکائے وولا جو بعد میں چلکر مہا پجاری بنا، اور جو تقریباً سنہ ق م میں ایشیا کا پرو کانسل تھا، اور اسکا نائب روتی لیوس روفوس جو خود روما کا کانسل رہ چکا تھا۔ ان لوگوں نے ایشیا کے محاصلی ٹھیکہ داروں کے بدعملیوں کو روکنے کی کوشش کی تھی جسکی وجہ سے روتی لیوس پر روما میں تغلب کا مقدمہ دائر کیا گیا۔ باوجود اسکی واقعی بے گناہی اور خود موکیوس کی وکالت کے اسے مجرم گردانا گیا جسکی وجہ سے آخر کار اسے ایشیا میں جلاوطن ہونا پڑا اور یہاں کے لوگ اس سے بخوبی واقف تھے اور اسکے معرف تھے۔ صرف ٹھیکہ دار ہی ایشیا کو تاراج نہیں کر رہے تھے بلکہ روما کے جو مستقل عہدہ دار ایشیا میں تھے وہ نذرانے لیکر اور بڑی شرح سود پر لوگونکو روپیہ دیکر ایشیائیوں کو بیحد دق کرتے تھے۔ الغرض اگر کوئی قابل نجات دہندہ آتا تو ایشیا والے نہایت خوشی سے روما کا جوا اپنی گردنوں سے اتار کر پھینک دیتے۔ کسی حوصلہ مند فاتح کیلئے دوسری مملکتیں کسی نوع سے سدّراہ نہیں بن سکتی تھیں اسلئے کہ یہ فاتح آسانی سے انھیں یہ کہہ کر اپنی طرف کر سکتا تھا کہ وہ روما کے خلاف ان سب کو حمایت کرنا چاہتا ہے۔ اس کلیہ میں آزاد تجارتی جمہوریتیں مثلاً ہرقلیہ کیزی کوس اور رھوڈز شامل نہیں تھیں اسلئے کہ انپر اسقدر ظلم نہیں کئے گئے تھے کہ وہ روما کے خلاف سر اٹھانے کی ضرورت سمجھیں۔ اسی طرح غلاطیوں پر بھی بہت کم انحصار کیا جا سکتا تھا اس لئے ان پر بھی مدت دراز سے رومنوں نے مظالم نہیں کئے تھے۔ اس کے برعکس نیم بربری ریاستیں یعنی تھی نیہ پفلاگونیہ اور کاپادوسیہ پونتوس سے خواہ جبراً اور نہ ترکیب چلنے سے مل سکتی تھیں۔ پفلاگونیہ اپنے حکمرانوں کے تعدد کی وجہ سے کمزور تھی؛ کاپادوسیہ بھی کمزور تھی لیکن اسکی کمزوری کے اسباب دوسرے تھے۔ اسکے بادشاہ اریارا تھیس فلوپاتور یوسے بیس کے موت کے بعد جو سنہ ۱۳۰ ق م میں ارسطونی کوس والی جنگ میں واقع ہوئی، اس ملک میں بڑا بھاری خلفشار مچ گیا۔ اسکے بعد چونکہ اسکی بیوہ نیسہ عنان حکومت خود اپنے قبضے میں رکھنا چاہتی تھی اسلئے اس نے خود اپنے پانچ بیٹوں کو قتل کرڈالا لیکن سنہ ۱۲۵ ق م

میں اس ملک کے تخت پر اریارا تھیس ایپی فانیس بیٹھا اور یہ وہی اریارا تھیس تھا جسکی بیوی لاؤدیس مہرداد شاہ پونتوس کی بہن تھی۔ اس نے سنہ ۱۱۱ ق م تک حکومت کی لیکن اسی سال میں ایک شخص مسمی گوردیوس نے اسے قتل کر دیا۔ اس جرم کے ارتکاب کے بعد گوردیوس مہرداد کے پاس چلا جاتا ہے اور اس کے دربار میں بہت بڑا رسوخ حاصل کر لیتا ہے اور اریارا تھیس فیلومیتور اپنی ماں لاؤدیس کی تولیت میں کاپادوسیہ کے تخت پر بیٹھتا ہے۔ الغرض مہرداد کے لئے کاپادوسیہ کا حصول ناممکن تھا۔ بتھی نیہ میں نکومدیس دوم ایپی فانیس حکمران تھا۔ سنہ ۱۴۹ ق م میں اس شخص نے اپنے باپ کو قتل کرا دیا اسلئے کہ باپ اسے قتل کرانا چاہتا تھا، اور اسی طرح وہ تخت پر بیٹھ گیا اور وہ ایک نہایت بدکردار شخص تھا، اور بظاہر رومنوں کا دوست بنتا تھا، لیکن چونکہ رومنوں نے ارسطونی کوس کی مخالفت کے انعام میں اسے افروجیہ کبرے نہیں دی تھی اسلئے اسے رومنوں سے پرخاش تھی اسکے پاس ایک اچھی فوج اور ایک بیڑا تھا اور بعض دولتمند یونانی شہر بھی اسکے قبضے میں تھے، چنانچہ یہ ممکن تھا کہ نکومدیس کو روما کا مدمقابل بنا لیا جائے اور یہ نہیں تو کم از کم ایشیائے کوچک کے دوسرے مملکتوں کے خلاف تو اسے کامیابی کا بہت کچھ موقع تھا۔ تاہم ان سب حلیفوں سمیت بھی روما کے مقابلے میں ہتھیار اٹھانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ یہ سچ ہے کہ دوسری صدی ق م کے اختتام پر اس عظیم الشان جمہوریہ پر کمبری اور تیوتونیس اسقدر دباؤ ڈال رہے تھے کہ مہرداد انکا میدان میں کامیابی کی امید لیکر مقابلہ کر سکتا تھا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ اس نے پوری طور پر تیاریاں نہیں کی تھیں اور دوسرے وہ رومنوں کا ہمسایہ تک نہیں تھا۔ الغرض سنہ ۹۰ ق م تک مہرداد نے رومنوں کے ساتھ جنگ نہیں چھیڑی۔ سنہ ۱۰۵ ق م سے سنہ ۹۰ ق م تک وہ روما سے جنگ آزمائی کا براہ راست خواہشمند نہ تھا، بلکہ اسکے مقابلے میں صرف ایشیائی حکمران ہی براہ راست ایستادہ تھے۔ سنہ ۱۰۵ ق م میں مہرداد اور نکومدیس کے مابین مفاہمت ہوئی اور اسکے بعد دونوں نے پفلاگونیہ پر چھاپا مار کر اسکی آپس میں تقسیم کر لی جسپر وہاں کے حکمرانوں نے روما سے مدد کی التجا کی۔ اسیطرح سکی لوروس کے بیٹوں نے بھی

دست استمداد اسی طرف بڑھایا۔ رومیوں نے اسکیشیوں کی طرف سے دونوں بادشاہوں کے سامنے صدائے احتجاج بلند کی اور کہا کہ یورپ والوں کے لئے یہ جس سے انیسویں صدی عیسوی کے "اصول منرو" کی یاد تازہ ہوتی ہے؁ باوجود اس کے مہرداد و نکومدیس نے صرف اپنی فتوحات ہی پر اپنا قبضہ نہیں رکھا بلکہ غالطیہ کو بھی اپنی حمایت میں لے لیا۔ لیکن اسکے بعد انہیں آپس میں جھگڑا ہوگیا جسمیں مہرداد کو زک ملی۔ نکومدیس نے کاپادوسیہ پر حملہ کرکے خود لاؤدیس کے ساتھ نکاح کرلیا اور اسطرح ایک ہی وارث ملک کا ملک اپنے قبضہ میں لے لیا لیکن اب مہرداد اس ملک پر لوٹ پڑا۔ نکومدیس کو یہاں سے نکال دیا اور اسکی جگہ اسکے بھتیجے اریارا تھیس ہفتم "فلومیتور" کو تخت پر بٹھادیا لیکن جب اس نے اسکا مطالبہ کیا کہ گوردیوس کو کاپادوسیہ واپس آنے کی اجازت ملنی چاہیئے تو نو عمر بادشاہ کو یہ ہراس ہوگیا کہ کہیں اسکی قسمت اپنے باپ کی قسمت کے ساتھ وابستہ نہ ہو، چنانچہ یہ ہمت کرکے اپنے ماموں کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگیا اور ایک فوج لیکر اسکے مقابلے کے لئے چلا۔ لیکن مہرداد نے اسے دہوکا دیکر گفتگو کرنے کے لئے بلالیا اور خود اپنے ہاتھ سے اسکا کام تمام کردیا۔ کہتے ہیں کہ اسکے جدامجد مہرداد نے اریارا تھیس کے مفروضہ جد واتامیس کو بالکل اسی طرح سے قتل کیا تھا؁ اب مہرداد نے اپنے ایک ہشت سالہ بیٹے کو جسے اسنے کاپادوسیہ کے ایک سابق بادشاہ اریارا تھیس کے اولاد سے بتایا، یہاں کے تخت پر بٹھایا اور گوردیوس کو وزیر مملکت بنادیا۔ لاؤدیس کے ایک دوسرے بیٹے نے کاپادوسیہ فتح کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی اور وہ خود کام آیا۔ اس طرح اریارا تھیس کے خاندان کا بالکل ہی

؁ رومیوں کا "اصول منرو"؛ اپیان: "مہرداد" (App. Mithr.) ۱۳۔ انطاکوس سوم کے ساتھ بھی یہی اصول برتا گیا؛ دیکھو اوپر، باب ۔

؁ کورنے لیوس نیپوس کی حیات واتامیس (Corn. Nep. Dat.) اریں کتس تیس کے ہاتھوں واتامیس کے قتل کا جو تذکرہ ہے اسکی عین وہی شکل ہے جو یوستی نوس ۲۸، ایں یوپاتور کے ہاتھوں اریارا تھیس کے قتل کی وہی ہوئی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان دونوں میں سے ایک بیان محض مصنوعی ہے؟

خاتمہ ہوگیا۔ اسمیں شک نہیں کہ لاؤ ڈیس نے روما والوں سے کہا کہ میرا ایک تیسرا بیٹا بھی ہے اور ان سے التجا کی وہ اسے کاپادوسیہ کے تخت پر بٹھا دیں، لیکن اسکاروسنوں نے منصفانہ جواب دیا کہ پفلاگونیہ اور کاپادوسیہ والوں کو اپنے حکمراں خود منتخب کرنے کا پورا حق ہے۔ اسپر پفلاگونیہ والوں نے تو اپنی پرانی طرز حکومت کا احیاء کیا اور کاپادوسیوں نے ایک عالی خاندان شخص اریوبرزان فلوروماپوس کو ۹۵ سنہ ق م میں اپنا بادشاہ بنالیا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر مہرداد نے اپنے منصوبوں کو اٹھا رکھا اور اپنے بیٹے اور گورویوس دونوں کو واپس بلالیا۔

دیار مغربی میں اسکی قسمت نے یاوری نہیں کی لیکن مشرق میں اسے کامیابی حاصل ہوئی۔ مدت دراز سے ارمنی قوم، جوافروجیوں کے ہم جدی تھی، چاروں طرف پھیل رہی تھی[۹] مگر انھیں اب آزادی حاصل نہیں تھی اسلئے کہ یہ پہلے تو ایران کے اور اسکے بعد سلیوکیوں کے باجگزار بن گئے تھے، اور صرف جنگ مگنیشیہ کے بعد ہی ارتکسیاس

۹ تیگرانیس سے پہلے ارمنستان کی تاریخ بالکل غیر متعین ہے۔ دیکھو رائناش: "مہرداد" ص ۱۰۴؛ بابلون: شاہان سوریہ ص cci ؛ فون گتشمڈ: تاریخ ایران" Von Gutschmid : Gesch Irans ۸۰۔ آخر الذکر مورخ کہتا ہے "اس سے پہلی ایک جنگ میں اس ملک (یعنی ارمنستان کبیر) کے بادشاہ کو مجبوراً اپنے بیٹے تیگرانیس دوم کو بطور یرغمال پارتھیوں کے حوالہ کرنا پڑا تھا۔ بعد ازاں شاہ پارتھیا نے ارتاوسدس اول شاہ ارمنستان کے خلاف (جو شاید تیگرانیس کا بھائی ہوگا) اس بیٹے کا ساتھ دیا اور ۹۴ سنہ ق م میں اس کو اپنے آباؤ اجداد کے تخت پر بزور شمشیر بٹھا دیا"۔ لیکن واقعات یہ ہیں کہ یوستی نوس ۴۲، ۲ کے بموجب مہرداد اعظم شاہ پارتھیا نے ارتاوسدیس شاہ ارمنستان سے جنگ چھیڑی، اور یوستی نوس ۳۸، ۳ کے مطابق تیگرانیس پارتھیا میں یرغمال تھا۔ اس کے علاوہ جو کچھ رائناش اور فون گتشمڈ لکھتے ہیں وہ بس خیالات کا مجموعہ ہے۔ مثلاً رائناش کہتا ہے کہ ارتاوسدیس کے شکست کے بعد تیگرانیس یرغمال بن کر پارتھیا گیا، اور فون گتشمڈ کا قول ہے کہ وہ عین اس موقعہ پر واپس آگیا ہماری دانست میں ان دونوں میں سے کوئی بھی حق پر ہوسکتا ہے، اور چونکہ یوستی نوس خود بھی قابل انحصار نہیں اسلئے شاید ان میں سے کوئی بھی حق پر نہیں ہے۔

باب ۲۵

تو ارمنستان کبیر میں (جہاں شہر ارتکساتا اس مقام پر آباد ہوا جو ہنی بعل نے اسکے لئے مختص کی تھی) اور زریادیس مغربی حصے میں جسے صوفینے کہتے تھے۔ خود مختار بن گئے۔ ارمنستان کبیر کے تخت پر ۹۵ء ق م میں تیگرانیس بیٹھا تیگرانیس ۱۴۰ء ق م میں پیدا ہوا تھا اور گو وہ مستعد تھا لیکن ساتھ ہی بے اصول بھی تھا اسنے مہرداد کی بیٹی قلوپترا سے شادی کی اور اپنے خسر کے کہنے سے پہلے تو صوفینے کو مغلوب کیا اور پھر کاپادوسیہ پر قبضہ کرکے وہاں گوردیوس کو متولی سلطنت بنا دیا۔ اس طرح گویا مہرداد کا گویا اتنا ہی اثر ہو گیا جتنا پہلے تھا، لیکن اس مرتبہ بھی اسکی کامیابی کے اثرات کو استقلال نصیب نہیں ہوا۔ اریوبرزان نے فرار ہو کر سیدھی روما کی راہ لی اور اسکے استغاثہ پر مجلس سینات نے کلیکیہ کے پروپریتور کورنیلیوس سولا کو اسکے از سر نو تخت نشیں کرنے کا حکم دیا۔ سولا اس کے مطابق دریائے فرات تک آگے بڑھا جہاں اسے ایک پارتھی سفیر خوش آمدید کہنے کی غرض سے اسے ملا۔ اس ملاقات میں سولا خود ایک مرتفع تخت پر بیٹھا اور اپنے ایک طرف شاہ کاپادوسیہ کو اور دوسرے جانب سفیر پارتھیا کو بٹھایا۔ جب یہ سفیر واپس پارتھیا گیا تو اسے اس الزام پر سزائے موت دیگئی کہ اسنے اپنے ملک و مالک کے مرتبہ کا لحاظ نہیں رکھا تھا۔ اس موقع پر بظاہر تو صرف ارمنستان کو مغلوب کیا گیا لیکن دراصل مہرداد کے اقتدار کو بھی زک پہونچی اسلئے کہ گوردیوس کے قبضے میں جو زمام حکومت تھی وہ مہرداد ہی کے وجہ سے تھی۔ لیکن بالفعل مہرداد نے اپنے غصے کا اظہار نہیں ہونے دیا۔

یادداشت

۱۴۶ء ق م کے بعد کی بالخصوص ۶۳ء ق م کے بعد کے زمانے کی

اسناد:۔ پوسئیدونیوس ساکن اپامیہ؛ دیکھو اوپر، باب ۲۳، حاشیہ ۱۱۔
سسرو کے دوست ارخیاس ساکن انطاکیہ کے اشعار جو اسنے کمبری اور
مہردادی جنگوں پر لکھے تھے، محض واقعات تک محدود نہیں تھے۔ وہ لوکولوس کے
ساتھ گیا تھا، اور زمانہ مابعد کے مصنفوں نے اسی سے لوکولوس کے مہم کے بابت وہ
دلکش حالات اخذ کئے جو اب ہمیں ملتے ہیں؛ دیکھو رائناش: "مہرداد" Reinach : Mithr
۴۲۷۔

جو تعلقات ارخیاس کے لوکولوس کے ساتھ تھے اسی قسم کے تعلقات تھیوفانیس
ساکن متی لنہ کے پومپی کے ساتھ تھے اور اسی طرح اسنے بھی اپنے دوست کی تعریف
میں قصائد لکھے۔ تھیوفانیس ہمیشہ حق پسند نہیں نظر آتا۔

پومپی کے اعلانات اور سولا کے یادداشتیں دونوں میں تکبر و تفاخر کی کیفیت
پائیجاتی ہے؛ انہیں سے خیرونیہ کے یادداشتیں قابل لحاظ ہیں؛ اہیں لکھا ہے کہ جنگ
میں ایک لاکھ بیس ہزار دشمن اور صرف چودہ رومن کام آئے! پلوٹارک: "سولا"
Plut. Sulla ۱۹۔ اسکے برعکس روٹی لیوس روفوس، جسکے تذکروں سے اپیان
نے اخذ کیا، واقعات پر مبنی تھے۔ ہمیں افسوس ہے کہ پلوٹارک نے لوکولوس سے کے
سوانح عمری میں سالست کے جن "وقائع" Sallust : Historiæ سے
سند لی ہے وہ اب مفقود ہوچکے ہیں۔

عہد آگسٹس کے متعلق مفصلۂ ذیل کا ذکر مناسب ہے: فلوروس، یوترو پیوس،
اوروزیوس جنھوں نے لیوی کی تلخیص کی؛ دیکھو رائناش: "مہرداد" (Reinach
(Mithr ۴۲۱ وغیرہ؛ نیز لوسئی نوس کے مخلصات "مقدمات" (Prologi)
میں تروگوس پومپی کے تصنیفات جنھیں معاملات مشرقیہ کے بابت لیوی کا تتمہ سمجھنا
چاہیئے؛ دیودوروس؛ شاہ ہیرود کا محرر نکولاوس ساکن دمشق جسنے ۱۴۴ جلدوں میں
ایک تاریخ عالم (Historia Katholike) لکھی؛ مقابلہ کرو میبور ۳، ۴۴۳ وغیرہ؛
رائناش: "مہرداد"، ۴۲۷؛ شیورر: "تاریخ قوم یہود" (Schuerer : Gesch.
des jued volkes) ۱، ۴۲۰؛ استرابو ساکن اماسیہ جسنے پولی بیوس کے سلسلے
میں ۱۴۶ سے ۲۷ ق م کے واقعات "یادداشتہائے تاریخی" (Hypomnemata historika)

باب ۲۵

سے کے ۷، ۸ جلدوں میں درج کئے۔ قدما اسکی اتنی قدر نہیں کرتے تھے جتنی پوسئیدونیوس جیسے تیز طبیعت اور نکولاوس جیسے مہذب ومتین مورخ کی۔ یوداغ "قیصر بہ ممالک شرقیہ" (Cæsar in Oriente) لائپزگ ۱۸۷۹ء صفحہ ۴۶ کا خیال ہے کہ قیصر کے مہات شرقیہ (۴۸ء ق م) کے لئے وہی پلوتارک اور اپیان کی سند تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پلوتارک نے اپنی حیات کے لئے سولا وسالست میں سولا کے یادداشتوں، حیات لوکولوس کے لئے آرخیاس کا اور حیات پومپی کے لئے تھیوفانیس کا اتباع کیا ہے۔ جنگ مہردادی کے لئے اپیان کے اسناد پہلے تولیوی اور اسکے بعد نکولاوس معلوم ہوتے ہیں۔

دیون کاسیوس نے پہلے تولیوی اور پھر سالست کا مطالعہ کیا تھا۔ شامی اور یہودی تاریخ کے لئے دیکھو شیوررر "تاریخ قوم یہود" جلد ۱ تمہید۔

اِس عہد کی سب سے نفیس تاریخ رائناش کی کتاب "مہردادیوپاتور، شاہ پونتوس" (Reinach : Mithridate Eupator, Roi du Pont) پیرس ۱۸۹۰ء ہے، میں نے اسکے نہایت نفیس ترتیب مضامین کا اتباع کیا ہے۔ اس کتاب میں ہر ایک واقعہ کی سند دی ہوئی ہے، چنانچہ میں ناظرین کرام کی توجہ اسی مبذول کرونگا۔

سوریہ کے لئے دیکھو بابلون "شاہان سوریہ" (Babelon : Dois de syrie) شیوررر "تاریخ قوم یہود" اور کون "اضافہ جات بہ تاریخ سلیوکیان" (Kuhn ; Beitrage) (Z. Gesch des Seleuk. ۱۸۹۱ء).

نیز دیکھو فنلے "یونان بہ قیادت روما" (Finlay ; Greeceunder the Romans. ۱۸۵۱ء؛ برونے دوپرل وبلانشے "یونان بعد فتوحات روما" Brunet de Presle et Blanchet ; La Grece depuis la conquête des Romains. ۱۸۶۱ء

باب بست و ششم

مہرداد و سولا

سنہ ۹۱ق م تا سنہ ۸۲ق م

بظاہر سنہ ۹۱ق م کے اوائل میں دیار شرقی میں رومن اقتدار مستحکم ہو چکا تھا۔ لیکن یہ صرف دھوکا ہی دھوکا تھا، اور اگر ہم اس صدمے کا صحیح اندازہ کرنا چاہیں جو بہت جلد اس اقتدار کو پہونچا تو ہمیں ذرا زیادہ غائر نظر سے دنیا کے اس حصے کے حالات کا مطالعہ کرنا پڑیگا، اور جسطرح ہم نے ایشیائے کوچک کی کیفیات پر اپنا وقت صرف کیا ہے اسی طرح سے شام و مصر کی صورت حال پر نظر ڈالنی پڑے گی۔

ان دو سلطنتوں میں سے شام میں وراثت تخت و تاج کے بابت ابھی تک تنازعات جاری تھے۔ ہم انیسویں باب میں اس نقطہ تک اس ملک کی تاریخ بیان کر چکے ہیں جب انطاکوس ہشتم "گرپوس" اور اسکے سوتیلے بھائی انطاکوس نہم "کیزیکے نوس" کے مابین جھگڑا چل رہا تھا۔ انمیں سے اول الذکر دمتریوس دوم کا اور دوسرا انطاکوس ہفتم "سیدیتیس" کا بیٹا تھا، اور ان دونوں کی ماں بطلیموس فلومیتور کی بیٹی کلیوپاترا تھیا تھی، وہی جسنے پہلے تو اپنے شوہر اور اسکے بعد اپنے بڑے بیٹے کو

باب ۲۶

جان سے مروا ڈالا اور اسکے بعد جب اسنے اپنے دوسرے بیٹے گریپوس پر وار کرنا چاہا تو اسے معلوم ہوگیا اور اسنے (تقریباً ۱۲۱ھ ق م میں) الٹا اپنی ماں ہی کو ملک عدم کو پہونچا دیا۔ اسکے بعد گریپوس کم و بیش خاموشی کے ساتھ حکومت کرتا رہا تا آنکہ انطاکوس نہم کیزیکے نوس نہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اسپر اِس چھوٹی سی سلطنت کے ٹکڑے ہوگئے، جنہیں سے گریپوس شمالی سوریہ اور کلکیہ پر، اور کیزیکے نوس دمشق کو اپنا پایۂ تخت بنا کر فنیقیہ اور خیلے سوریہ پر قابض ہوگیا۔ ۹۶ھ ق م میں گریپوس کو اسکے منظور نظر ہرقلیون نے جان سے مار ڈالا جسپر کیزی کے نوس نے سلطنت کے شمالی حصہ کو فتح کرنیکی کوشش کی مگر گریپوس کے بیٹے سلیوکوس ششم کے ہاتھوں شکست ملنے پر اسنے خودکشی کر لی۔ ۹۵ھ ق م میں اسکے بعد اسکا بیٹا انطاکوس دہم "یوسے بیس" تخت پر بیٹھا۔ اس زمانے میں ملک شام میں جو خلفشار مچا ہوا تھا وہ اس واقعہ سے اچھی طرح سے سمجھ میں آتا ہے کہ انطاکوس دہم کلیوپاترا اسلینہ سے نکاح کرتا ہے جو پہلے تو گریپوس کی اور اسکے بعد خود انطاکوس دہم کے باپ کیزی کو نوس کی بیوی رہ چکی ہے! اب یہ ملک اول تو سلیوکیوں کے دو شاخوں کا یعنی دیمیتریوس دوم اور انطاکوس ہفتم کے اولاد کا میدان کارزار بنا ہوا تھا اور دوسرے آپس میں شاخ اوّل کے ارکین یعنی گریپوس کے پانچ بیٹوں کے مابین تنازعات بھی برپا تھے۔ ہم ان واقعات پر اس سے زیادہ وقت دینا مناسب نہیں سمجھتے اس لئے کہ وہ بنی نوع انسان کے تاریخ کے لئے بالکل بے کار ہیں، لیکن ان سے یہ صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ روما کو ملک شام کی طرف سے کسی قسم کا خطرہ باقی نہیں رہا تھا۔

اگر مصر خود اپنے ہاتھوں اپنے زوال کی ترکیب نہیں چل رہا تھا تو اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ اس ملک کے جھگڑے نسبتہً آسانی سے طے ہو جاتے تھے۔ جو کوئی بھی اسکندریہ پر قابض ہوتا وہی ملک کا مالک بھی بنجاتا، اور محل سرا پر قابض ہونے کا آسان طریقہ یہ تھا کہ فریق ثانی کو جلد از جلد ملک عدم پہونچا دیا جائے چنانچہ جو کوئی بھی اس کام میں سب سے زیادہ ماہر ہوتا وہ محل سرا، اسکندریہ اور مصر کا مالک بن جاتا۔ ۱۱۷ھ ق م میں فیسکون کے انتقال کے بعد اسکی بیوہ نے، جو اسکی بھانجی بھی تھی، زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اسکا میلان بہ نسبت اپنے بڑے بیٹے لاتھیروس کے، اپنے چھوٹے بیٹے

اسکندر کی طرف زیادہ تھا؛ اسکا قابو ہوتا تو وہ لاتھیروس کو اُسے طرح جزیرۂ قبرص جلاوطن کردیتی جیسے کسی زمانے میں اسکندر کو کیا گیا تھا۔ آخر کار ۱۰۱ قم میں وہ اپنے منصوبوں میں کامیاب ہوگئی لیکن جب اسکندر بھی اسکا منظور نظر نہیں رہا تو اسنے اسکا خاتمہ کرنا چاہا تھا؛ مگر اسکندر نے پینترہ بدل کر خود اپنی ماں کو ہی ملک عدم پر پہونچا دیا (۸۹ قم)۔ ۸۸ قم میں اسکندر کا انتقال ہونے پر لاتھیروس مصر واپس آگیا۔ واضح ہو کہ فیسکون کے انتقال کے بعد اسی کے مرضی کے مطابق سرنہ پر اسکا ایک مفروضہ بیٹا اپیون حکومت کر رہا تھا؛ اور جب اسکا آخری وقت آیا تو (تقریباً ۹۶ قم) میں اسنے اس ملک کی رومنوں کے نام وصیت کردی گو رومنوں نے اسپر قبضہ نہیں کیا تھا۔[۱]

الغرض، اگر سوریہ اور مصر دونوں میں سے کوئی ملک روما کو گزند نہیں پہونچا سکتا تھا، اور ساتھ ہی اگر روما ایشیائے کوچک پر بلاشرکت غیرے حکمراں تھا تو پھر مہرداد کو کسی قسم کے جارحانہ کارروائی سے منفعت کی امید رکھنا لاحاصل تھا۔ لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر روما نے مشرق میں قدم جمانا چاہے تو اسے خود اپنے گھر کے اندر اپنی حیثیت کو مستحکم کرلینا ضروری تھا، اور یہی وہ بات تھی جو ۹۱ قم کے موسم سرما میں مشتبہ تھی! اس لئے کہ اسی زمانے میں اطالوی آبادی نے روما کے خلاف علم بغاوت بلند کردیا تھا۔ ظاہر ہے کہ جبتک کہ جنگ حلفا جاری تھی اسوقت تک روما ایشیا میں کسی قسم کا شدید طرز عمل جاری نہیں رکھ سکتا تھا؛ اور یہ وہ موقعہ تھا کہ مہرداد جیسا شخص مشکل سے اسے ہاتھ سے جانے دے سکتا تھا۔ وہ تاک میں بیٹھا ہوا تھا کہ بتھی نیہ کے واقعات نے اسے مداخلت کا بہانہ دیدیا۔

اس ملک میں ۹۴ قم کے قریب نکومدیس ایپی فانیس کے بعد اسکا بڑا بیٹا

---

[۱] شام۔ ا۔ کون: "اضافہ جات تاریخ سلیوکیان از ۱۲۵ قم تا ۱۶۴ قم" A. Kuhn: Beitraege (Zur Geschichte der Seleukiden Von 125--164 V. Chr) آلٹ کرش، ۱۸۹۱ء۔

پارتھیوں پر انطاکوس ہفتم کا غلبہ: فون گٹشمڈ "ایران" Von Gutschmid : Iran. ۷۷۵ء

تلو تبرہ کی حکومت (۸۱ قم) تک کی مصر کی تاریخ: مہافی "سلطنت" ۵۰۴ تا ۴۴۴۔

نکومدیس سوم" فلوپاتور تخت پر بیٹھا۔ یہ بادشاہ اپنے دادا پروسیاس دوم کی طرح رزول، ظالم اور نہایت رزیل طبیعت کا انسان تھا۔ بادشاہ کے دوسرے بیٹے کو جسکا نام سقراط تھا، اسکے باپ نے فیلاےمنیس کا خطاب دیکر پفلاگونیہ دیدیا تھا؛ لیکن جب تھیٰ نیوں کو سنہ ۹۵ ق م میں پفلاگونیہ خالی کرنا پڑا تو اسے اسکے معاوضے میں پانچسو تالنٹ مل گئے جنپر وہ کیزیکوس میں رہ کر گذارہ کرنے لگا۔ لیکن وہ اس رقم پر قانع نہیں رہا اسلئے کہ وہ ایک بادشاہت کا مالک بننا چاہتا تھا، چنانچہ اپنے باپ کی مشہور و معروف لغو عادات پر انحصار کر کے اسنے رومنوں سے استدعا کی کہ وہ اسے شاہ تھیٰ نیہ بنادیں؛ اور جب انھوں نے اس درخواست کو نامنظور کیا تو اسنے پلٹ کر مہرداد کے سامنے اسی مضمون کی درخواست پیش کی۔ ان دوساز شیوں کا خیال تھا کہ نکومدیس کو قتل کر دینگے لیکن وہ اپنے اس منصوبے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ اسپر سقراط نے پونتوسی فوج کی مدد سے تھیٰ نیہ فتح کرلیا، اور ساتھ ہی ساتھ ہی مہرداد نے کاپادوسیہ پر قبضہ کر کے وہاں اپنے بیٹے کو از سر نو تخت نشیں کر دیا۔ اب سنہ ۹۰ ق م میں فریق ثانی یعنی نکومدیس اور اریوبارزان نے رومنوں سے مدد طلب کی۔ اگر روما پر اب بھی اسی قسم کا دباؤ پڑتا رہتا جیسا چھ ماہ قبل پڑ رہا تھا تو وہ مہرداد کے خلاف کچھ بھی کارروائی نہیں کرسکتا تھا؛ لیکن اسکی مراعات کی وجہ سے اسکے دشمنوں کی صفیں خالی ہوتی جارہی تھیں؛ چنانچہ اب وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ ایشیا کی طرف مائل ہوگیا مجلس سینات نے ایک قرارداد منظور کی کہ نکومدیس اور اریوبارزان کو ضرور اپنے اپنے تخت پر بٹھانا چاہئے اور اسکی کارفرمائی کا ذمہ دار سابق کانسل م۔ اکوئی لیوس کو قرار دیا۔

یہ انتخاب کوئی اچھا انتخاب نہیں تھا اسلئے کہ گو اکوئی لیوس بہادر تھا لیکن وہ رومنوں کے طماع طبقے کا شائد سب سے طماع فرد تھا اور نہ تو میدان تدبر میں نہ میدان جنگ میں اپنی اہلیت کی وجہ سے ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ تاہم روما کا اثر اتنا زیادہ تھا کہ یہ سنتے ہی مہرداد نے ہتھیار ڈال دیئے اور نہ صرف اپنے بیٹے کو واپس بلا لیا بلکہ سقراط کا سرے سے خاتمہ ہی کر دیا۔ روما کے لئے تو یہ کارروائی بالکل کافی تھی؛ لیکن اکوئی لیوس کی

---

* یہ نام تمام ملک میں نہایت عزت کے نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور سومری عہد کی یاد تازہ کرتا تھا۔

باب ۲۶

طمع کیلئے کافی نہ تھی، چنانچہ اسنے روپیہ طلب کیا اور چونکہ مہرداد نے روپیہ ادا کرنے سے انکار کر دیا اس لئے اسنے خود اپنے حلیف نیکومدیس سے روپیہ وصول کر لیا چنانچہ اپنے اخراجات پورے کرنے کی غرض سے نیکومدیس نے پونتوس کی اراضی کو تاراج کیا۔ اسپر مہرداد نے اکوئی لیوس سے شکایت کی لیکن ظاہر ہے کہ اسکا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اسکے بعد اسنے آگے بڑھکر کاپادوسیہ پر قبضہ کر لیا اور فریقین کے مابین آخر کار ۸۹ قم کے موسم سرما میں جنگ چھڑ گئی

رومنوں نے میدان کارزار میں چار لشکر روانہ کئے یعنی ایک تو تھنی نیہ والا لشکر اور تین دوسرے رسالے جنمیں ایشیائی بھی تھے اور تھوڑے سے اطالوی بھی۔ ان لشکروں کی سپہ سالاری کا کام اکوئی لیوس اور ایشیا و کلیکیہ کے پروپریتوروں یعنی کاسیوس و اوپیوس کے سپرد کیا گیا لیکن ۸۸ قم میں ان سب کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا جسکے بعد کاسیوس جزیرہ رھوڈز کو، اوپیوس لاؤدیکیہ بدریائے لیکوس کو اور اکوئی لیوس متی لنہ کو بھاگ گئے۔ اب تقریبًا تمام بر اعظم نے روما کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور صرف چند ہی شہر ایسے ہونگے، جیسے مگنیشیہ بدریائے سی پی لوس و استراتونیکیہ یہ ملک کاریہ جو روما کے وفادار بنے رہے ہوں اسی طرح بہت سے جزائر نے بھی اسکی سیادت کو تسلیم کر لیا۔ لاؤدیکیہ نے اوپیوس کو اور متی لنہ نے اکوئی لیوس کو شاہ مہرداد کے حوالہ کر دیا جسنے اول الذکر کے ساتھ تو اچھا برتاؤ کیا لیکن اکوئی لیوس کو وہ جگہ جگہ اپنے ساتھ خونخوار جانور کی طرح لئے پھرا اور آخر کار پر گامم پہونچکر اسے روایت کے بموجب اسنے سیسہ پگھلوا کر اسکے گلے میں انڈلوا دیا جس سے اسکا خاتمہ ہو گیا۔ امن پسند جمہوریہ جات ہرقلیہ، کیزیکوس و رھوڈز نے مہرداد کا ساتھ نہیں دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روما نے برافروختگی کا پورا سامان پیدا کر دیا تھا لیکن بہت سے سنجیدہ لوگ ایسے تھے جو مہرداد کو لابدی نجات دہندہ قرار نہیں دیتے تھے۔ بادشاہ نے جو اس وقت افیسوس میں تھا، پہلے سے بھی زیادہ اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ کسی نہ کسی طرح سے اپنے دشمنوں کی صفوں میں ہیبت پیدا کرنا ضروری ہے۔ آزاد کردہ صوبہ ایشیا میں اسوقت بھی تقریبًا ایک لاکھ اطالوی تھے اور وہ کم وبیش سب کے سب ملک کو روز بروز زیادہ مفلس بنا رہے تھے۔ مہرداد نے سوچا کہ اگر وہ ملک بدر کر دیئے گئے تو وہ فورًا

[۱] مہرداد نے رومنوں سے کہا کہ بحر اسود کی تجارت کو نیکومدیس کے حملوں کیوجہ سے سخت نقصان پہونچتا ہے اور وہ اسکے روادار بنے ہیں! آپیان: "مہرداد" App. Mithr. ۱۲، ۱۴۔

باب ۲۶

سپاہی بن کر واپس آجائینگے؛ اگر وہ اندرون ملک میں قید کر دیئے گئے تو یہ وقت طلب ہوگا اور اسمیں روپیہ خرچ ہوگا؛ لیکن اگر وہ خود یونانی شہری آبادی کی مدد سے قتل کر دیے گئے تو انکا بس خاتمہ ہو جائے گا اور چونکہ اسمیں خود یونانی بھی شریک ہونگے اسلئے انکا مفاد پہلے سے بھی زیادہ اسکے ساتھ وابستہ ہو جائے گا۔ الغرض مہرداد نے حکم نافذ کر دیا کہ ایک خاص دن ان سب اطالویوں کو قتل کر دیا جائے اور اس حکم کی تعمیل نہ صرف اسکے عہدہ داروں ہی نے کی بلکہ اس کام میں شہری عمال نے بھی مدد دی۔ مہرداد نے یہ بھی حکم دیا کہ جاسوسوں کو انعام اکرام دیئے جائیں اور جو لوگ ان اطالویوں کو پناہ دیں انہیں سزائیں دی جائیں حقیقت یہ ہے کہ ملک والے اٹلی کے دیسیوں سے اسقدر نفرت کرتے تھے کہ انہیں کہیں بھی پناہ نہیں ملی۔ صرف چند ہی ایسے تھے جنکی جان نہیں لی گئی؛ انمیں سے ایک روفی لیوس بھی تھا جسے یہ سزا دی گئی کہ آئندہ وہ بجائے رومن لباس کے ہمیشہ یونانی لباس پہنا کرے۔ اس موقع پر اسی ہزار اطالویوں کی جان لی گئی۔ ان سے یونانیوں کو اسقدر مال غنیمت ہاتھ لگا کہ مختلف بلدیات نے اپنے اپنے قرضے بے باق کر دیئے اور مہرداد نے فرمان صادر کر دیا کہ قدیم صوبہ ایشیا کے باشندوں سے پانچ سال کا کوئی محصول نہ لیا جائے[۲]۔

---

[۲] ان آٹھ سو تالنت کے قبضے کے لئے جنھیں یہودیوں نے جزیرہ کوس میں امانت رکھا تھا جنھیں مہرداد لے گیا؛ دیکھو رائناش: "مہرداد" (Reinach : Mithir) ۱۳۱ حاشیہ ۶۔

مہرداد کا ایک خط موسومہ صوبہ دار لیونی پوس اسوقت تک موجود ہے جسمیں وہ خرے مون ساکن نیسہ کے سر کا انعام ۴۰ تالنت مقرر کرتا ہے اسلئے کہ اسنے چند رومنوں کی جان بچائی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہرداد اپنے دشمنوں کا پیچھا کرنے میں کمال مستعدی کا اظہار کرتا تھا؛ نیسہ کا نوشتہ ہیلروون گیر ٹرنگن وموم سن نے Ath : Mitth ۱۶، ۱۵ وغیرہ میں شایع کیا ہے؛ دیکھو جریدہ لسانیات برلن "Berl Phil. woch. سنہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۳۶۔ لیونی پوس کے لئے دیکھو رائناش: "مہرداد" ۵۵ ۳؛ ۸۸ قم کے موسم سرما میں یہ اسنوف کے مقام پر دس ہزار کلیکیوں کا قاید تھا۔

اطالویوں کے سکوں کے لئے دیکھو رائناش: "مہرداد" حاشیہ ۱۔

بادشاہ ایشیائے کوچک کے فتح پر کسی طرح قانع نہیں رہ سکتا تھا بلکہ اب اسکی خواہش تھی کہ خود یونان پر قبضہ کرے۔ ظاہر ہے کہ یہاں وہ روما کے تنفر کے احساس پر جو ایشیا میں اسکا یہ حقیقی حلیف بنا ہوا تھا، انحصار نہیں کر سکتا تھا اسلئے کہ یونان میں وہ طریقہ رائج نہیں تھا جسکے تحت ملکی محاصل ٹھیکے پر دیئے جاتے تھے۔ تاہم یہ عجیب وغریب بات ہے کہ یہاں بھی ایک حلیف مل گیا، اور ایسا حلیف جو سب ریاستوں سے زیادہ خود مختار تھا، یعنی ایتھنز۔ اس شہر میں روما کے خلاف جذبات موجود تھے اور یہ جذبات زیادہ تر فلسفیوں اور خطابوں میں عام تھے، اسلئے کہ یہ طبقہ یہ بھول نہیں سکتا تھا کہ ایتھنز کسی زمانے میں ایک درخشاں اور مشہور آفاق مملکت تھی اور اسی طبقے نے عوام کو یہ سکھایا کہ ایتھنز کے ادبار کا سبب روما کی دست درازیاں ہیں۔ علاوہ ازیں عین اس موقعہ پر ایتھنز میں ایک دستوری کشمکش کی کیفیت تھی، اور اسکے حل کرنے میں روما سد راہ بنا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یونان کی ترقی کی بابت ایتھنزیوں کی بہت کچھ امیدیں مہرداد کے ساتھ وابستہ تھیں، خصوصاً ایسی حالت میں جب اسے عظیم الشان کامیابیاں حاصل ہو چکی تھیں اور یونان سے کے ذہنی مستقر اعلیٰ کے ساتھ اسکے خاندان کے نہایت گہرے تعلقات رہ چکے تھے۔ یہی اسباب تھے کہ جب ایک ہوشیار شخص ارسطیون نے جو ایتھنز کے مشائیوں کے سر گروہ تھا، اس فتحمند بادشاہ کے ساتھ اپنے شہر کی طرف سے رسل و رسائل جاری کئے تو کسی نے اسپر اعتراض نہیں کیا۔[1] ارسطیون خود ایفی سوس گیا جہاں مہرداد نے اسپر اعزازوں کی بوچھار کر دی۔ جب واپسی میں اسکا

[1] ارسطیون، برانتاش: "مہرداد"، ۱۳۹، حاشیہ ۱: اس مقام پر اسی کے نام کے بابت بحث کی گئی ہے اسلئے کہ عجیب بات ہے کہ تاریخ ایتھنز کے اس حصے کا سب سے اہم مورخ یعنی پوسئیدونیوس اسکا نام اتھنایون بتاتا ہے؛ ۱۴۰ حاشیہ ۱، اسکوں کے لئے؛ ۱۴۱، حاشیہ ۲ اسپے لیسکون کے لئے؛ دیکھو زو سے سیل ۲، ۲۹۶ تا ۲۹۹۔ ارسطیون نے جو روش مہرداد کے ساتھ جائز رکھی وہ اس شاہ ایران کے متعلق دیموس تھنیس کے روش کے مماثل تھی، اور جسطرح دیموس تھنیس نے مقدونیہ کے اقتدار کی مخالفت کی تھی اسیطرح ارسطیون روما کا مد مقابل بن گیا۔ میں یہاں کیفیات و شخصیات کے مشابہت و مغائرت پر بحث نہیں کر سکتا۔

جہاز سکارسٹوس میں کسی چٹان پر چڑھ گیا تو اتھنزیوں نے اسکے لیئے ایک سرکاری کشتی کا انتظام کیا اور وہ اتھنز میں ایک پالکی میں بیٹھا داخل ہوا جسکی نشست ارغوانی رنگ کی تھی اور پائے وغیرہ چاندی کے بنے ہوئے تھے۔ اسنے اپنے سفر کے روداد میں فاتح و ناصر بادشاہ کی ایک تابناک تصویر کھینچی اور اسکے دربار کے قوت و سطوت کے حالات نہایت وضاحت سے بیان کیئے۔ اب اتھنزیوں نے قدیم عمومی دستور کا احیاء کیا اور ساتھ ہی روما کے ساتھ اتھنز کا جو عہد نامہ ہوا تھا اسے منسوخ قرار دیکر مہرداد کے ساتھ ایک محالفہ کرلیا۔ ارسطیون صدر استراتےگوس مقرر کیا گیا اور چودرہمیوں اور طلائی استاتروں پر جو خاص طور سے اس موقع کے لئے ڈھالے گئے، شاہ پونتوس کے علامات یعنی پیگاسوس یا چاند تارا بنایا گیا۔ چونکہ دیلوس میں بہت سے رومن آکر آباد ہوگئے تھے اسلیئے اس جزیرہ نے روما کا اتباع نہیں کیا، چنانچہ ارسطیون نے اپنے ایک ہشائی ساتھی یعنی اپےلیکون ساکن تیوس کو جزیرے کی طرف روانہ کرکے اس پر قبضہ کرلیا لیکن یہ قبضہ زیادہ دن تک نہیں رہا اسلیئے کہ بعض رومن واپس آگئے اور انھوں نے جزیرے کو از سر نو چھین لیا! لیکن دیلوس میں رومنوں کا اقتدار دیرپا ثابت نہیں ہوا اسلیئے کہ مہرداد کا بیڑا اتھنز جاتا ہوا یہاں ٹھہرا اور اسکے امیر البحر ارخےلاؤس نے اس جزیرے کو نہایت سخت سزا دی۔ اسنے بیس ہزار شہریوں کا قتل عام کیا اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنا کر فروخت کردیا، اور اسطرح گویا بردہ فروشوں کو غلامی کی اصل حقیقت سے آگاہ کردیا! مال غنیمت مہرداد اور اتھنز کے درمیان تقسیم کردیا گیا۔ ان واقعات کے بعد بظاہر گو اس بادشاہ کے ساتھ اتھنز کی وابستگی بڑھ جانی چاہیئے تھی، لیکن اس کی بجائے مہرداد نے شہر میں دو ہزار کا ایک حرس رکھ دیا، اور پوسئیدونیوس طعنہ آمیز انداز سے کہتا ہے کہ ان سپاہیوں کا سب سے ممتاز کام یہ ہوگیا کہ شہریوں کو

۵ے اگر ہم ارسطیون کی تقریر کا بیان سفارت اہل قرطاجنہ سے (جس پر بہت کچھ بحث ہوچکی ہے) کچھ نتیجہ نکالنا چاہیں (Ath. ۲/۲۱۳۵) تو ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ان قرطاجنوں کی طرف سے سفارت تھی جو کہیں نہ کہیں بطور تارکان وطن کے آباد تھے۔ اس طرح ۸۸ء میں پولستانیوں نے مختلف مقامات کو اپنے وفود بھیجے تھے۔

پکڑ پکڑ کر انھیں طرح طرح کی سزائیں دیں چنانچہ شہری اپنا وطن مالوف چھوڑ کر دوسرے
مقامات کو جانے لگے چونکہ اب پرائیوس ایتھنز سے جدا ہو گیا تھا لہٰذا یہاں بھی ایک
حرس مقرر کیا گیا۔ اسکے بعد ارخے لاؤس نے باقیماندہ یونان کو بھی زیر کیا۔ ادھر تو بڑے
بڑے جزیروں میں سے بحری قزاقوں کا آماجگاہ یعنی کریٹ کے تعلقات مہرداد
کے ساتھ اچھے تھے لیکن رھوڈزیوں کے منظم جمہوریہ نے اسکے ساتھ ملنے سے انکار
کر دیا، اور جب اسنے اسپر قبضہ کرنے کی کوشش کی تو اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔
۸۸ ق م کے موسم سرما میں وہ پرگامم واپس چلا گیا، اور اسے اسنے اپنی عظیم سلطنت
کا (جسمیں اب سواحل بحیرہ اسود ایشیائے کوچک و یونان شامل تھے) پایۂ تخت
بنا لیا تھا۔ اسنے پرگامم میں جو نفیس طلائی سکے بنائے انمیں اسنے ایک جدید سنہ
مہردادی کا اندراج کیا، لیکن جیسا ہم دیکھیں گے یہ سنہ کچھ زیادہ دن تک نہیں چلا۔
رومن مہرداد سے جنگ آزمائی کرنے پر مجبور تھے لیکن مشکل یہ تھی کہ جنگ
حلفا کی وجہ سے وہ پست پڑ گئے تھے اور دوسرے روما کے سیاسی فریق کے ایک
دوسرے کے ساتھ جو تعلقات تھے وہ پہلے سے بھی زیادہ تلخ ہو گئے تھے۔ نکالت
کیوجہ سے توانکی مالی اور فوجی حالت نہایت زبون ہو گئی تھی اور سیاسی تنازعات
کی وجہ سے اس امر پر اتفاق ہونا نہایت دشوار تھا کہ جنگ کا انتظام کس کے قبضے
میں ہو اور کس کے سر اس کی کامیابی کا سہرا رکھا جائے۔ عمومی گروہ تو ماریوس
کے موافق تھا اور اعیانی گروہ سولا کو سپہ سالار بنانا چاہتا تھا۔ سولا ۸۸ ق م میں
کانسل تھا، چنانچہ مجلس سینات نے قاعدہ کے مطابق اسی کے سپرد جنگ کا انتظام
کر دیا، لیکن ٹریبیون سلپی کیوس روفوس نے عوام کو آمادہ کیا کہ اپنے اعلیٰ اختیارات کو
کام میں لا کر ماریوس کو سپہ سالار بنا دیں۔ اسپر سولا اپنے رسالوں کو لے کر (جو نولا میں مقیم
تھے) آگے بڑھا اور روما جا کر فریق مخالف کو جا دبایا۔ اس جھگڑے میں سلپی کیوس
تو کام آیا، اور ماریوس بھاگ گیا۔ اسکے بعد مظفر و منصور سولا بغیر یہ سوچے ہوئے
کہ میرے بعد آخر کیا ہوگا ۸۷ ق م کے ابتدا میں جہاز میں بیٹھ کر ایپائروس چل دیا۔
جنگ اب ایک فیصلہ کن حد تک پہونچ گئی تھی اور روما نے ایشیائیوں کے خلاف
ایشیائیوں سے کام لینے کے بجائے اب اٹلی کے دیسیوں کو مہرداد کے خلاف بھیجا۔ جدید [illegible]

باب ۲۶

سپہ سالار (یعنی سولا) چالاک، اعلیٰ درجہ کا منتظم، بے خوف، سخت گیر اور ایسا شخص تھا جو فتح و نصرت کے بعد اپنے سپاہیوں کو ہر بات کی اجازت دیدیتا تھا۔ وہ اپنے ستارے کا قائل تھا اور اسنے اسکا نام افرودیت رکھا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ لوگ اسے لاطینی میں فیلکس (قسمت والا) اور یونانی میں ایپافرودیتوس (فریفتہ کرنے والا) کہیں۔

جب وہ ایپائروس و تھسلی ہوکر بیوتیہ آیا تو اس نے دیکھا کہ صورتِ حال پہلے سے بہت بہتر ہوگئی ہے اور اس تبدیلی کیوجہ مقدونیہ صوبہ دار کے پروکویستور سورا کی حکمتِ علمی ہے۔ ارخے لاؤس وارسطیون نے میدانِ جنگ میں اسکا مقابلہ کرنیکی ہمت نہیں کی، بلکہ اول الذکر تو پرائیوس اور ارسطیون ایتھنز بھاگ گئے۔ جب سولا ہلہ کرکے پرائیوس نہ لے سکا تو اسنے اسکا تو محاصرہ کرلیا اور ایتھنز کی ناکہ بندی کردی، ہم دیکھ چکے ہیں کہ پونتوس سمندر پر قابض چنانچہ اسکے جہاز پرائیوس کو سامان رسد پہونچاتے رہے لیکن ادہر ایتھنز کو بہت جلد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ سولا کے نائب لوکولوس نے جہاز اکٹھے کرنے شروع کئے لیکن اسے اپنا کام مکمل کرنے کو ایک سال لگ گیا۔ اسوقت مہرداد کو چاہئے تھا کہ جلد سے جلد یونان میں ایک زبردست فوج روانہ کردے لیکن اسکی بجائے اسنے اسے اپنے بیٹے نام نہاد اریارتھیس، اور سپہ سالار تاکسی لوس کے کمان میں بری راستے سے نہایت اطمینان کے ساتھ روانہ کیا۔ ۸۷ قم میں اسکا مقدونیہ پر قبضہ ہوگیا اسکے بعد ۸۶ قم کی ابتدا میں مہرداد کے دشمنوں کو روما کے عمومیوں نے زک دیکر سولا کو معزول کردیا، اور گو ماریوس زیادہ دن تک زندہ نہیں رہا لیکن اسکے بعد سولا کو روما کے جانب سے کھٹکا ہی لگا رہا۔ اسکی حکمتِ علمی اب یہ ہوگئی کہ روما سے جو حربہ اسپر ہونے والا ہے اس سے پہلے ہی یونانی معاملات طے کرائے، چنانچہ اسنے پرائیوس پر ازسرنو ہلہ بول دیا لیکن اس مرتبہ بھی وہ ناکام ہوا۔ اب اسنے ایتھنز پر حملہ کیا، اور یہاں اسے کامیابی حاصل ہوئی یعنی پرائیوس دروازے اور "مقدس" دروازے کے درمیانی فصیل پر جہاں کے سنتری کافی خبردار نہ تھے، قبضہ کرکے یکم مارچ ۸۶ قم کو رات کے وقت اسنے اپنے سپاہیوں کو شہر میں گھس جانے کا حکم دیدیا[۱] داخل

---

[۱] طویل دیواروں کی بربادی، راشناخس "مہرداد" ہم ۱۵، پرائیوس کی فصیل App. "مہرداد"

ہونے کے بعد رومنوں نے بہت سے اتھنز کی شہریوں کو تہ تیغ کرو یا لیکن سولا اس بات پر ہمیشہ فخر کرتا تھا کہ اسنے مکانات کو جلنے سے بچالیا۔ وہ تکچھپے مسلسل خانہ جنگی کی وجہ سے رومنوں کے اخلاق اس درجہ پست ہوگئے تھے کہ کسی شہر پر قبضہ کرنے کے وقت قتل عام ہو تو اسکے ساتھ آتش زدگی بھی لازمی سمجھی جاتی تھی اور اس سے کسی شہر کو نجات ملنا سپہ سالار کے عفو و کرم کا ثبوت سمجھا جاتا تھا! ارسطیون اور اسکے ساتھی آکرو پولس فرار ہوگئے۔ اسکے بعد پرائیوس پر بھی رومنوں کا قبضہ ہوگیا، گو مونی خیہ کا قلعہ برابر ارخے لاؤس ہی کے قبضے میں رہا۔ اسی دوران میں ۸۶ ق م کے موسم بہار میں اریا رآتیس کا تسلی میں انتقال ہوگیا اور بعد میں پتہ چلا کہ خود اسکے باپ ہی نے اسے زہر دلوادیا تھا۔ اب فوج کلیتہ تاکسی لوس کے کمان میں تھی اور اسنے ارخے لاؤس کو طلب کرلیا، چنانچہ موخرالذکر مونی خیہ سے دست بردار ہوکر تھرموپلی کے مقام پر تاکسی لوس سے جاملا۔ یہاں سے پونتوسی فوج وادی کیفی سوس ہوتی ہوئی الاتئیر و نیہ پہونچی اور اس شہر کے شمال میں سولا کے مقابلے میں آئی۔ رومن

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۳۰؛ راکتاش: "مہرداد" ۱۵۸۔ مقدس دروازے کے بابت وا خموت: بلدیۂ اتھنز" ۱، ۶۲۴ ۳، ۲۵۷، ۶۵، ۳، ۲۲۳؛ طش بوفر مجموعہ بو ھیمیٹر ۱۸۹۹ میں؛ لوئلنگ Loelling مجموعہ میونلر ۳، ۳۰۳ میں؛ ہیریسن و ویرال: "قدیم اتھنز کے عمارتیں و ثمینات" Harrison & Verall: the Mytholgy & monuments of ancient Athens صفحہ ۹ (جہاں مقام دیلون بتایا گیا ہے۔ کرتیوس: تاریخ بلدیات Curtius : Stadtgeschichte ۲۰۱ (جہاں اسے دیپلون کے جنوب میں بتایا گیا ہے)۔ اتھنز میں رومنوں کی نو آبادی؛ انکا سب سے ممتاز فرد پومپونیوس اٹیکوس تھا) مقابلہ کرو کرتیوس: تاریخ بلدیات" ۲۵۲؛ فارمیتیس، ومیوس اور روما (دیبی) کے پجاری اتھنز میں ما کرتیوس ۲۴۸۔ اریوبارزان دوم شاہ کاپادوسیہ کی ہمدردی اتھنز کے ساتھ؛ کرتیوس ۲۳۷؛ یہ بادشاہ اودیوم کی تجدید کرتا ہے۔

۵ نام نہاد اریا رآتیس کو زہر دیا جاتا ہے؛ پلوٹارک: "پومپی" ۳۷۔

فوج میں ساڑھے سولہ ہزار اور پونتوسی لشکر میں ساٹھ ہزار سپاہی تھے لیکن سولا نے دشمن کو پہلے تو مشرقی سمت میں بھگا دیا اور اسکے بعد انھیں کامل شکست دیکر انکے پڑاؤ میں جا گھسا۔ صرف دس ہزار آدمی قتل عام سے بچے اور ارخےلاؤس کے ساتھ خالکس فرار ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس لڑائی میں رومن سپاہیوں کی بہادری، رومن فوج کی حرکت پذیری اور نسبتہً بہتر سپہ سالاری کیوجہ سے انھیں اپنے دشمنوں کے مقدونوی نما جتھے پر غلبہ حاصل ہوا تھا۔ اسی زمانے میں اکرو پولس والوں نے بھی پیاس سے مجبور ہوکر ہتھیار ڈالدیئے تھے۔ ارسطیون کو تو فاتحانہ جلوس کے لئے محفوظ رکھا گیا۔ اسکے بعد رومنوں نے اعلان کیا کہ اتھینز حسب سابق خودمختار رہے گا اور جزیرۂ دیلوس انکی نذر کرکے اتھینز ہی آبادی کو پورا کرنے کی غرض سے اسکی اجازت دیدی کہ جو یونانی چاہے اتھینز جاکر وہاں بود و باش اختیار کرے۔ لیکن چونکہ مہرداد کو بحری قیادت حاصل تھی اسلئے خیرونیہ کے کامیابی کے باوجود رومنوں کا یوبیہ پر قبضہ نہیں ہوسکا اور ہر ایشیائے کوچک میں بھی بادشاہ کا ستارہ روبزوال تھا۔ ابتدا میں تو اس حصۂ دنیا میں یونانیوں کو کامیابی ہی کامیابی ہوتی رہی اور فتحمند بادشاہ نے انپر اپنی مہربانیوں اور عفو و کرم کی بوچھار کردی۔ لیکن اس مشرقی فرمانروا کے لئے مطلق العنانی لازمی تھی اور یہ مطلق العنانی یونانیوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی چنانچہ جب کبھی اسے کسی بغاوت کے خبر لگتی تھی تو اسکے بہیمی خصائل جوش میں آجاتے تھے۔ سب سے پہلی بھینٹ جو چڑھی وہ غالطی سرداروں کی تھی جنھیں مع اپنے بیوی بچوں کے قتل کروا دیا گیا۔ اسکے بعد چونکہ بہت سے خیوسیوں نے رومنوں کا ساتھ دیا تھا اسلئے پونتوس کے بیڑے نے اس جزیرے پر حملہ کیا اور یہاں کے باشندوں کو نخاس میں فروخت کردیا اور جزیرے کا نام بدل کر (بادشاہ کی ایک بیوی کے نام پر) برنیس رکھ دیا ہے[1] لیکن بادشاہ کو اسکی پاداش ایک دوسری نواح میں ملی۔ پونتوسی امیر البحر زینوبیوس نے افیسوس جاکر وہاں کے باشندوں کو یکجا ہونے کا

[1] خیوس کا نام بدل دیا جاتا ہے؛ کیوپ: "جنگ ہائے سوریہ" Rh. Mus رسالہ Kœpp : Syr. Kriege ۳۹، ۲۱۶

حکم دیا لیکن اس سے خوف زدہ ہو کر کہیں انکے ساتھ وہی برتاؤ نہ کیا جائے جو خیوس والوں کے ساتھ کیا گیا تھا، ایفی سوس والوں نے جمع ہونے سے انکار کر دیا، اور الٹا زینوفیس کو قتل کر دیا۔ اسکے بعد شہر والوں نے نہایت وسیع تدابیر اپنی حفاظت کی کیں، مثلاً غلاموں کو آزاد کر دیا، حقوق شہریت کی توسیع کی اور محاصل و دیگر مطالبات کی مقدار کم کر دی۔ ایفی سوس والوں نے ایک اعلان میں جو اسوقت تک موجود ہے یہ ظاہر کیا کہ شاہ پونتوس کا ساتھ محض مجبور ہو کر دینا پڑا ہے اور وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر رومنوں کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ اس سے کم سے کم یہ امر تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ جب ایشیا میں بادشاہ کا اقتدار برقرار تھا اسوقت بھی انھوں نے بغاوت کر کے اپنی جرءت وہمت کا ثبوت دیا، حقیقت یہ ہے کہ اسوقت بھی یونانی کچھ ایسے گئے گزرے نہیں تھے جیسا انکی بابت اکثر حکم لگایا جاتا ہے۔[۹]

جب سلطنت کے ممتاز ترین شہروں میں سے ایک نے علم بغاوت بلند کر دیا تو اسکے بعد دوسرے مقامات نے بھی اسی کے قدم بقدم چلنے کی ٹھان لی۔ انہیں سے بعض پر بادشاہ کا از سر نو قبضہ ہو گیا، اور دوسرے شہروں پر اپنا اثر قائم کرنے کے لئے اسلئے یہ اعلان کر دیا کہ ہماری سلطنت کے تمام شہر آزاد رہیں گے، تمام غیر ملکیوں کو شہریت کے حقوق حاصل ہو جائیں گے سب غلاموں کو آزادی ملجائیگی اور تمام قرضے منسوخ قرار دیئے جائینگے۔ اس اعلان کی وجہ سے سرمایہ دار طبقے پہلے سے بھی زیادہ اسکے مخالف بن گئے اور یونانی الاصل درباریوں نے اسکے خلاف ایک سازش کی۔ بادشاہ کو یہ خبر ملی تو وہ ایکدن ایک پلنگ کے نیچے گھس گیا اور سازشیوں کے مشوروں کا ایک ایک لفظ اپنے کانوں سے سن لیا جسپر اس نے سوا سو شخصوں کو جنھیں وہ اس سازش میں ملوث سمجھتا تھا، تہ تیغ کرا دیا۔

لیکن ادہر روما میں صورت تبدیل ہو جانے کی وجہ سے جو فرقہ برسر اقتدار ہوا اس سے

---

[۹] ایفی سوس والوں کا اعلان، "مجموعہ نوشتہ جات قانونی یونان" Recuil des inscriptions Jurid. grecques (پیرس ۱۸۹۱ء ۲ جلد)

اسے فائدہ ہی ہوا۔ ل۔ والے ریوس فلاکوس نے جو ماریوس کی جگہ کانسل مقرر ہوا تھا دو لیجیتوں کو ساتھ لیکر اڈریاٹک کو عبور کیا تاکہ سولا سے سپہ سالاری کا جائزہ لے کر مہرداد کے خلاف جنگ جاری رکھے۔ گو فلاکوس طماع اور نالائق تھا، لیکن اپنی چالاکی اور خاصکر اپنی ناعاقبت اندیشی میں اس سے بھی اسکا نائب فلاویوس فمبریا بڑھا ہوا تھا۔ فمبریا ہی وہ شخص تھا جس نے ماریوس کے جنازے پر بھا بجاری سکائی وولا کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور جسنے بعد میں یہ شکایت کی تھی کہ دیکھو سکائی وولا نے اپنے آپکو قتل نہیں ہونے دیا۔[۱۰] جب فلاکوس نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ سولا کے خلاف سرزمین یونان میں جنگ آزمائی کریں تو انھوں نے اس کا کہنا نہیں مانا اور راستے آخر کار انہیں شمال کی طرف چلکر مہرداد سے لڑنے کا حکم دیا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ رومنوں کے باہمی نفاق سے شاہ مہرداد کا پلڑا بھاری ہوگیا تھا۔ بادشاہ نے ارخے لاؤس کی مدد کے لئے دوری لاؤس کی قیادت میں اسی ہزار کی ایک فوج جرار کو روانہ کیا۔ اسکے سپہ سالاروں نے بیوتیہ ہی کو میدان جنگ کے لئے انتخاب کیا لیکن بیوتیہ میں انھوں نے یہ طے کیا کہ یہ مقام اورخومینوس ہوگا جہاں دس ہزار کے سوارے کو اپنے کارنامے دکھانے کا کافی موقعہ تھا۔ سولا نے اپنی فوج کو دشمن کے کمپو تک لاکرا سے مفلوج کرنے کی کوشش کی، لیکن ایشیائی لشکر نے رومن فوج کو نیچا دکھایا اور جب سولا نے دیکھا کہ اسکے سپاہی فرار ہو رہے ہیں تو اسے بذات خاص میدان میں کود پڑنا پڑا۔ الغرض جب پونٹوس کی فوج نے دوبارہ حملہ کیا تو اسے پسپا ہونا پڑا اور رات ہونے پر رومن خندقیں دشمن کے کمپو تک پہونچ گئیں۔ اب پونٹوس والوں کے سامنے یہ رومن خندقیں اور پیچھے کو پائس یل جھیل تھی۔ آخر کار ایشیائی یونانی مغلوب ہوئے اور رومنوں نے کمپو پر ہلہ بول دیا اور بے شمار آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ جو لوگ بچے انہیں سے دونوں سپہ سالار بھی تھے اور ارخے لاؤس کو تو دو روز تک دلدل میں چھپا رہنا پڑا ورنہ اسکا بھی خاتمہ ہو جاتا۔ (۸۶ ق م)[۱۱]

---

[۱۰] فمبریا در اسکائی وولا: تقریر سسرو متعلق روسکیوس (Cic. pro S. Roscio) ۱۲، ۳۳۔ عام طور پر اس واقعہ کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ یہ فمبریا کا ایک گستاخانہ مزاح ہے۔

[۱۱] جنگ اورخومینوس کی تاریخ: موم سن: "تاریخ روما" ۲، ۳، ۲۸۲؛ رائناش: "مہرداد" ۱۸۹؛ دونوں بہت ہی مجمل ذکر ہے۔ عام خیال ہے کہ یہ لڑائی ۸۵ ق م میں ہوئی ہوگی لیکن رائناش اسکا ہونا ۸۶ ق م میں بیان کرتا ہے۔ یہ مسئلہ مزید بحث کا محتاج ہے۔

اس جنگ سے یونان میں تو مہرداد کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا، اب اسے ایشیا کے حملے کی مدافعت کی تیاری کرنی تھی۔

اسے اس بات سے اطمینان تھا کہ اس کے سب سے خطرناک دشمن یعنی سولا کے پاس اس وقت تک بیڑا نہیں تھا جس کے باعث وہ یوبیہ تک پر قبضہ نہیں کر سکا تھا۔ سولا کے نسبت اسے فلاکوس سے کم خطرہ تھا۔ فلاکوس نے شمال کا رخ کیا اور جب اسکی فوج ایشیا میں آخر کار پہنچی تو کانسل اور اسکے نائب سے درمیان جھگڑا پیدا ہونا ناگزیر ہو گیا۔ والیریوس نے فلاویوس فمبریا کو اسکے عہدے سے علیحدہ کر دیا لیکن اسکے بدلے میں فلاویوس نے سپاہیوں میں غدر کرا دیا اور آخر کار نکومیدیہ کے مقام پر کانسل کو قتل کر دیا گیا (۸۵ قم) اسکے بعد سپاہیوں نے غداروں کے سردار کو اپنا سپہ سالار بنایا اور مجلس سینات نے اس تقرر کی توثیق کر دی۔ یہ اب بتھی نیہ میں ہو کر آگے بڑھا اور راستے میں جسے جی چاہا ملک عدم کو پہونچایا۔

صورت حال کچھ اس قسم کی تھی کہ سولا اور مہرداد دونوں نے آپس میں صلح کرنی چاہی، اصل میں خود فمبریا بھی صلح کرنا چاہتا تھا لیکن وہ کسی شمار و قطار میں نہیں تھا۔ درحقیقت سولا اور فمبریا دونوں خود اپنے مقاصد کے حصول کے لئے مہرداد کے مقابلے میں کھڑے ہوئے تھے لیکن ادہر مہرداد کی حالت بھی اچھی نہ تھی اسلئے کہ اگر دونوں میں سے کسی رومن سپہ سالار نے دوسرے کی فوج پر غلبہ حاصل کر لیا تو پھر اغلباً مہرداد کا خاتمہ ہی ہو جائے گا، اور اسنے سوچا کہ میرے لئے بس یہی بہتر ہے کہ اگر دونوں میں سے کوئی اسے مناسب شرائط پیش کرے تو انھیں منظور کر لے۔ اب دوسرے طرف دونوں سپہ سالار اپنی اپنی طرف سے اچھی شرطیں پیش کرنے کے لئے تیار تھے اسلئے کہ وہ جانتے تھے کہ جس کسی نے مہرداد سے صلح کر لی اسے دوسرے کو (مہرداد) کے مدد سے یا بدون اسکی مدد کے مغلوب کرنے اسطرح خود روما پر قبضہ کر لینے کا بہت اچھا موقعہ ملے گا لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ مہرداد کے ساتھ سولا کو (بہ نسبت فمبریا کے) صلح کرنے میں زیادہ آسانی ہوگی اسلئے کہ فمبریا صرف ایک لٹیروں کا سردار تھا جو قتل و غارت میں کامیابی حاصل کر کے صف اول میں نکل آیا تھا؛ لیکن سولا ایک تجربہ کار سپہ سالار

اور بد بر تھا۔ مہرداد کو معلوم تھا کہ سولا کے ساتھ صلحنامہ کرنے میں اسے یقیناً فائدہ ہوگا لیکن فمبریا کے ساتھ صلح کرنے میں ممکن ہے کہ کچھ فائدہ نہ ہو۔ ادہر سولا نے کوئی صلحنامہ مہرداد سے کیا تو بلاشبہ اسکے بعد فمبریا کا خاتمہ ہوجائے گا اور سولا اطمینان سے اٹلی واپس جاسکیگا۔ اِس صورت حال کو ارخے لاوس نے اچھی طرح سے سمجھ لیا اور سوچا کہ اگر میں دونوں رومنوں کے بیچ میں پڑجاؤں تو یہ مفید ہوگا، چنانچہ اسنے سولا سے ملاقات کرنے کی استدعا کی اور دونوں سپہ سالار دیلیوم پر (جو یوریپوس پر واقع ہے) ملے۔ آخر کار مفصلۂ ذیل صلحنامہ پر فریقین کے دستخط ہوئے :- مہرداد اپنی ان تمام فتوحات سے دست بردار ہوجائے گا جو اس نے ۸۹ سنہ ق م سے کی ہیں اور شاہ پونتوس کی حیثیت سے رومن قوم کا حلیف بنیگا وہ دو ہزار تالنت ادا کرے گا اور ملاح سمیت ۷۰ جنگی جہاز حوالہ کریگا اور سپاہیوں کی تنخواہوں کا بھی انتظام کریگا۔ نیز قرار پایا کہ فریقین اپنے اپنے قیدیوں کو رہا کردینگے، لطف یہ ہے کہ اس شق میں اکوئی لیوش کا نام اسطرح لیا گیا گویا کہ وہ اسوقت زندہ تھا! نیز ایشیائی یونانیوں کو، جو بادشاہ سے مل گئے تھے، عام معافی دیدی جائے گی۔ ارخے لاوس کو اسکا پورا یقین تھا کہ مہرداد اس صلحنامے کی توثیق کردیگا، چنانچہ اسنے اس سے پہلے ہی خالکس اور اپنا بیڑا سولا کے حوالہ کردیا۔ رومنوں نے اسے یوبیہ میں ایک جاگیر بطور انعام کے دی اور ساتھ ہی اسے "یار دولت رومیہ" کا خطاب عطا کیا۔ اسوقت تک تو ممکن ہے کہ وہ خفیہ طور پر رومنوں کا ساتھ دیرہا ہو، لیکن کچھ مدت کے بعد وہ علے الاعلان رومنوں کی طرف چلا گیا۔ باوجود اسکے مہرداد نے اسکے بعد بھی اسپر اعتبار کیا اور سولا کے ساتھ مزید گفت وشنود کا کام اسی کے سپرد رہنے دیا۔

اس دوران میں فمبریا بادشاہ پر زبردست دباؤ ڈال رہا تھا۔ فمبریا مہرداد اصغر کو ملے تو پولس پر (جو دریائے رُھیند اکوس پر واقع ہے) شکست دیکر ذرا جنوب کی طرف چلدیا اور اس خبر کو سنکر خود بادشاہ پرگامم چھوڑکر ساحل کی طرف کو فرار ہوگیا۔ جسوقت فمبریا اسکے لشکر کا محاصرہ بحری شہر پتانے پر کررہا تھا اسوقت لوکولوس کچھ جہاز لیکر آموجود ہوا اور فمبریا نے لوکولوس سے کہا کہ دونوں ملکر حملہ کریں

اور بادشاہ کو گرفتار کرنے کی کوشش کریں؛ اسکالوکولوس نے یہ جواب دیا کہ میں تم جیسے ٹھائی گیروں سے کسی قسم کے تعلقات نہیں رکھنا چاہتا اور یہ کہہ کر چلدیا۔ ظاہر ہے کہ اس کے معنے یہ تھے کہ دونوں کے درمیان جھگڑا ہو جاتا اور نمبریا لیقینا لوکولوس کے جہازوں کو گرفتار کرلیتا۔ الغرض بادشاہ بال بال بچ گیا اور ختی لنہ جاکر وہاں اپنے لشکر کا باقیماندہ حصہ جمع کیا۔ جب ارکنے لاوس آیا کہ سولا کے ساتھ جو شرائط صلح قرار پائی تھیں انکی بادشاہ سے توثیق کرائے تو مہرداد نے اس سے کہا کہ تم کسی طرح سے رومن سپہ سالار کی اور میری ملاقات کراؤ، چنانچہ دونوں ہیرو کے مابین دردانوس کے مقام پر (جوابی دوس کے جنوب میں واقع ہے) ملاقات ہوئی اور ذرا سے پس وپیش کے بعد مہرداد نے ارکنے لاوس کا دستخط شدہ عہد نامے کی توثیق کردی اور جہازوں کی معینہ تعداد کو حوالہ کرنے کے بعد گھر واپس چلا گیا۔

لیکن اس صلح نامہ کا مرتبہ ایک التوائے جنگ سے زیادہ نہ تھا اور روس مجلس سینات نے اسکی کبھی بھی توثیق نہیں کی؛ اس وقت، اسلئے نہیں کہ مجلس سینات سولا کے مخالف تھی اور بعد میں اسلئے نہیں کہ سولا نے کبھی سنجیدگی کے ساتھ اس عہد نامے پر زور نہیں دیا۔ اب سولا کیلئے یہ کام نسبتہ آسان تھا کہ ایشیا میں نمبریا کو زیر کردے۔ اس کام کے لئے کسی جنگی مہم کی مطلق ضرورت نہیں پڑتی اسلئے کہ نمبریا کے سپاہی جوق جوق اس سے آملے اور آخر کار موسم خزاں ۸۴ ق م میں نمبریا نے پرگامم میں اپنے ہاتھوں اپنی جان لے لی۔ اب بجز چند جزائر کے جو کچھ مدت تک ہتھیار اٹھائے رکھے اور بحری قزاقوں کے جنھیں سولا نے چھوا بھی نہیں۔ تمام ایشیائے کوچک نے فاتح کے سامنے اپنے ہتھیار ڈالدیئے۔ بحری قزاق تو پہلے سے بھی زیادہ جری ہو گئے، چنانچہ انھوں نے کلازومے نائے، ساموس اور ساموتھریس کو اپنے چھاپوں سے شدید نقصان پہونچایا۔ لیکن سولا نے ان واقعات پر مطلق توجہ نہیں کی۔ اسے فطرت نے ایک ایسی صفت ودیعت کی تھی جسکے زور سے وہ کسی خاص موقعہ پر سب سے اہم مسئلے کا تعین کرسکتا تھا اور اپنی تمام قوت اسی ایک چیز پر صرف کرکے باقیماندہ امور کو بالکل نظرانداز کردیتا تھا اسوقت طرف ایک ہی چیز اہم نظر آتی تھی، وہ یہ کہ فوج والوں کو روپیہ اور آرام

مل جائے تاکہ کچھ عرصے بعد وہ اپنے سپہ سالار سمیت اٹلی جائے اور وہاں کے عمومیوں کو شکست دے۔ اسکا خیال تھا کہ اگر یہ مطلب حاصل ہو جائے تو اس دوران میں بحری قزاقوں کو ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہئے۔ ایشیائے کوچک کے آرام وہ مسکنوں میں ہر دشمن شہری کو اپنی تنخواہ کا پانچ گنا یعنی سولہ درہم روزانہ شہریوں سے ملتا تھا اور نہ صرف یہ بلکہ اسکی خوراک بھی مفت تھی اور وہ چاہتا تو اپنے دوستوں کو بھی مفت مدعو کر سکتا تھا اسکے علاوہ سنتوریوں کو پچاس درہم روزانہ ملتے تھے۔ اگر لشکر چھ ماہ پڑا رہا تو اسے تقریباً ساڑھے باسٹھ کروڑ روپیہ ہوا۔ اسکے علاوہ ایشیا والوں کو ہرجہ و خرچہ جنگ کے طور پر روما (یعنی سولا) کو ایک مشت یہ رقم ادا کرنی پڑتی تھی۔ اسمیں یہ بات ضرور اچھی تھی کہ یہ روپیہ مالیاتی ٹھیکہ داروں کے وساطت سے نہیں جاتا تھا۔ الغرض مفصلہ ذیل شہروں کو روما کے وفاداری کے بدلے میں آزادی مل گئی:- الیوم خیوس مگنیشیہ بدریائے سپی لوس، استراتونیکیہ، تابائے بملک کاریہ، نیز رھوڈز کو کاؤنوس اور بعض چھوٹے جزیرے مل گئے۔

سنہ ۸۴ ق م کے موسم گرما میں سولا پرائیوس کی طرف چلدیا اور اپنے پیچھے دو لیجیون والی لیجن کو لی کی نیوسی موریناً (پروپریٹور) اور لوکولوس (کوئیسٹور) کے ماتحتی میں چھوڑ دیا۔ اس نے پہلے تو یوبیہ کے شہر ایدیپسوس میں غسل کے ذریعے اپنی گٹھیہ کا علاج کرایا اور اسکے بعد اتھنز سے بعض فنی شاہکار اور کتابیں لیتا ہوا سنہ ۸۳ ق م میں ۴۰ ہزار اہلیوں کے ساتھ پاترائے و دیراخیوم ہوتا ہوا اٹلی گیا۔ روما پہونچکر اسنے عمومیوں کی حکومت کا خاتمہ کرایا اور روما کو ایک جدید دستور دیا جو تجربے سے نہایت قلیل الحیات ثابت ہوا۔

باب بست و ہفتم

مہرداد و تیگران ولوکولوس و پومپی کے خلاف

مہرداد کی موت

سلطنت سلیوکیان کا خاتمہ

سنہ ۸۳ ق م تا سنہ ۶۳ ق م

مہرداد کو ابھی خود اپنی سلطنت میں بہت کچھ کرنا تھا۔[1] اُسنے اپنے ہم نام بیٹے کو جو اُس سے پہلے کولخس میں نائب شاہ تھا، واپس بھیجا لیکن تھوڑی ہی مدت

---

[1] مہرداد کی سلطنت اور اسکا طرز حکومت۔ اس خاکے میں جتنے واقعات مندرج ہیں وہ سب کے سب رائناش: "مہرداد یوپاتور" Reinach : Mith. Eup. صفحہ ۲۱۳-۳۰۰ سے لئے گئے ہیں، لیکن میں نے اسکا مقابلہ سلطنت مصر اور سکندر سے جو کیا ہے وہ میرا اپنا خیال ہے۔

اس بادشاہ کی سلطنت بحری سلطنت تھی اور اسمیں بحر اقشیں کے سواحل شامل تھے اور یہ وہ سمندر تھا جسے شاہی جہازوں نے تقریباً چالیس سال تک برابر اپنے قابو میں رکھا تھا، صرف مغربی

باب ۲۷

کے بعد اسے بلاکر قید میں ڈالدیا جہاں اس کا خاتمہ ہوگیا۔ ملوکیت بوسفورس نے علم بغاوت بلند کردیا تھا، اور عین اسوقت جب بادشاہ اوہر کی طرف جانیکی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ایسی سمت تھی جہاں دوسری مملکتیں موجود تھیں مثلاً بتھی نیہ، ہرقلیہ اور بیزنطہ، لیکن ان سلطنتوں کا مقابلہ مہرداد کی سلطنت سے نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلطنت کے تین حصے یعنی پونتوس، کولخس اور بوسفوروس تھے اور انمیں خرابی یہ تھی کہ انکے مابین صرف سمندر کے راستے سے تعلقات پیدا ہوسکتے تھے اسلئے کہ ان تینوں کے درمیان زنجیرہ پیریادرس کے ڈھلوان دامن اور اس سے بھی زیادہ ناقابل عبور کوہ قاف حائل تھے، جہاں مہرداد کے قبضے میں صرف چند ہی منفرد قلعے مثلاً طرابزون و دیوسکوریاس ہی تھے۔

اس زمانے میں کریمیہ کی آبادی آجکل سے کہیں زیادہ گنجان تھی، اسلئے کہ جنگلات کو کاٹنے کی وجہ سے ملک کے ایک بڑے حصے کو ویرانہ کردیا ہے، اور اسمیں زیادہ تر کاشتکار اور ملاح رہتے تھے۔ یونانی شہروں میں پانتی کاپیوم (حالیہ کرچ) کا محیط ۲۰ استاویا (تقریباً ۲-۱/۲ میل) کا تھا؛ فاناگوریہ میوتی قبائل کے سامان تجارت کا مرکز تھا اور تاناکس میں ہوکر شمالی اور مشرقی تجارت کا راستہ گذرتا تھا۔

کولخس سلطنت کا ایک صوبہ تھا۔ اسمیں اول تو کولخسی آبادی تھی، جنمیں سے بہت سے لوگ ایسے مکانوں میں رہتے تھے جنکی بنیاد سیدھی لکڑیوں پر تھی، دوسرے اسمیں دریائے فاسس کی وادی میں بعض ہرباد کار تھے جو اپنے آپکو مصری بتاتے تھے، تیسری جنوب میں بعض دوسرے اصل باشندے اور شمال میں بعض یونانی آباد کار تھے جو زیادہ تر دیوسکوریاس میں مقیم تھے اور جو اسی بیریہ والبانیہ کے ذریعہ سے بحیرۂ اسود کے ساتھ تجارت کرتے تھے۔ اس ملک میں ستر بولیاں بولی جاتی تھیں اور صرف دیوسکوریاس میں تین سو ترجمانوں کی ضرورت پڑتی تھی۔

خاص ملک پونتوس کے تین منطقے سمجھنے چاہئیں یعنی پہلا منطقہ تو ساحل کا، دوسرا اندرون ملک کے دریاؤں کا، جو پہلے تو ساحل کے متوازی بہتے ہیں اور اسکے بعد شمال کا رخ کرلیتے ہیں، اور تیسرے اندرون ملک کے کوہی زنجیرے (دیکھو اوپر، باب ۱۲)۔ اس ملک کا سب سے زرخیز علاقہ وہ میدان تھا جسمیں ایرس اور لیکوس جاکر مل جاتے ہیں اور جنمیں کومانہ، اماسیہ اور کبیرہ کے شہر واقع ہیں۔ اس ملک میں شکار اور ماہی گیری (خاص کر ٹنی مچھلی کا شکار) اہم پیشے تھے۔ خالی بیس قبیلے جنکے افراد فولاد کا کام کرتے تھے،

تیاری کر رہا تھا، روما کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ اسوقت ارخے لاؤس روما تھا، اور اسکی صلاح پر ۳ ق م میں ملی کی نیوس سوریتا نے پونتوس پر حملہ کر دیا، اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کان کنی میں مشہور تھے۔ گو ملک کے بندرگاہ جیسے کیزرکوس، کلازومے نائی اور کنیدوس، اور خصوصاً اسنوف کی دوہری بندرگاہ اچھی تھیں لیکن ساحل سے اندرون ملک کے راستے اتنے اطمینان بخش نہیں تھے اور نہ دریا جہاز رانی کے قابل تھے۔ تاہم اماسیہ اور کومانا تجارت کے اہم مرکز شمار کئے جاتے تھے اور قدیم ایرانی شاہراہ ابتک کومانا ہو کر جاتی تھی اور یہیں سے ارمنستان کی سڑک نکلتی تھی۔ جو اشیاء ارمنستان و عراق عربی سے کومانا جاتی تھیں اور بت خانے کے چاروں طرف رہنے والے کاریگروں کے ہاتھوں مکمل ہوتی تھیں وہ یہاں سے مغرب کی طرف امی سوس و اسنوف ہوتی ہوئی ایتھنز، ڈیلوس و رھوڈز چلی جاتی تھیں۔

تہذیب و تمدن کے اعتبار سے بھی پونتوس خاص کے باشندوں میں انتہا درجہ کا تنوع پایا جاتا تھا۔ یہاں ایسے قبیلے تھے جو اسوقت تک درختوں میں رہتے تھے (ہپتا کومیتائے)؛ ایسے بھی جنمیں ابتک یہ طریقہ چلا آتا تھا کہ بچہ پیدا ہونے پر باپ کو کئی روز تک پڑا رہنا پڑتا تھا (تباریٖنی) اور بعض قبیلوں میں زیادہ تر شکار اور گلہ بانی رائج تھی۔ کاپادوسیہ میں جاگیرداروں کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنے سرفوں کو فروخت کریں۔ میں اس سے پہلے ابواب ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ میں کاپادوسیہ و پونتوس کے تمدن کا ذکر کر چکا ہوں؛ یہاں میں اسبات کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ پونتوس و کاپادوسیہ کی سب سے بڑی دیبی یعنی ما کی دریائے سارس والے کومانا اور دریائے امی رس والے کومانا دونوں میں پوجا کیجاتی تھی، اور پونتوس والے کومانا کے مہاپجاری کو سلطنت کا سب سے وقیع عہدہ دار سمجھا جاتا تھا۔ کومانا زمانہ حال کے مقام توکت کے قریب واقع تھا (جس کا نام یودوسیہ سے ماخوذ ہے) اور یہاں متعدد سٹرکیں آکر ملتی تھیں۔ جو ایرانی پونتوس میں آباد تھے وہ اپنی عبادت بعض مقدس مقامات میں کرتے تھے جہاں مجوسی خانقاہیں واقع تھیں اور انمیں سب سے ممتاز حرم دریائے ایرس کے قریب شہر زیلا میں تھا۔

یونانی عنصر ساحل پر روز بروز اہم تر ہوتا جاتا تھا۔ یہاں اماسترس ایک نفیس شہر تھا۔ اور دو بندرگاہوں والا اسنوف بہت ممتاز مانا جاتا تھا۔ امی سوس کے ایتھنز کے ساتھ نہایت قریب کے تعلقات تھے بلکہ کچھ عرصے تک تو اسے پرائیوس بھی کہتے تھے (دیکھو ہیڈ، "تاریخ مسکوکیات" ۴۲۴، سکون پر اتھو کی تصویر)؛ اسکے قریب ہی یوپاتوریہ نامی بستی تھی جسکے چاروں طرف قلعہ بند فصیل تھی۔ طرابزون کا

چونکہ صلح نامہ دردانوس کی مجلس سینات نے توثیق نہیں کی تھی اس لئے سوریا کو یہ کہنے کا پورا موقع تھا کہ اسکے اطلاع میں روما اور مہرداد کے مابین

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ ذکر بہت کم سننے میں آتا ہے۔ مہرداد قابل یونانیوں کی بہت کچھ قدر کرتا تھا اور اسکے ساتھیوں میں دوری لاؤس اور گایوس بھی تھے۔ دیوفانتوس، جسنے بوسفوروس فتح کیا، اسنوف کا رہنے والا تھا۔ ساتھ ہی مہرداد نے اندرون ملک کو بھی یونانی قالب میں ڈھال دیا۔ اسنے دریائے لیکوس اور دریائے ایرس کے سنگم پر شہر یوپاتوریہ آباد کیا۔ اماسیہ ایک یونانی شہر بن گیا؛ مقابلہ کرو استرابو ۱۲، ۳، ۳۹؛ رائناش ۲۴۹۔ اماسیہ کے جغرافیہ داں استرابو کے اجداد میں سے یونانی (دوری لاؤس)، ایرانی اور بفلاگونی سب نظر آتے ہیں۔ مہرداد کے عہد حکومت میں اندرونی شہروں میں تانبے کے سکے ڈھالے جاتے ہیں اور انپر یونانی کتبے اور شبیہیں بنائی جاتی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس بارے میں مہرداد کا طرزِ عمل وہی تھا جو اس سے پہلے سکندر اور خاندان سلیوکوس کا رہ چکا تھا۔

پونتوس کو ایک قدرتی، قومی سلطنت نہیں کہا جا سکتا اور اسکا نام ہی جو ایپائروس کی طرح کسی مقام سے مشکل سے وابستہ ہے، اس امر کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن مہرداد نے اسے ایک وسیع بحری سلطنت بنا کر اس نام کو ایک مناسب معنے پہنائے اور اپنی سلطنت کو بطالسہ کے سلطنت سے مشابہ کر دیا، اور جسطرح بطلیموسی سلطنت میں بحر روم کے ساحل کا جنوب و مغرب شامل تھا اسی طرح پونتوس میں شمال و مشرقی علاقے شامل ہوگئے۔ دونوں سلطنتوں کے دو توابع ایسے تھے جنسے جنکے ساتھ صرف جہازوں میں بیٹھ کر رسل و رسائل ممکن تھا، ایک کا سرینہ و قبرص اور دوسرے کا کولخس و بوسفوروس؛ اور ادھر بفلاگونیہ کے ساحل میں تفیقی ساحل کی مماثلت پائی جاتی ہے۔ یہ مشابہت بعض دوسری چیزوں میں بھی نظر آتی ہے سارا اپس اسنوف سے اسکندریہ آیا۔

نظم ونسق۔ مجالس مملکت میں تمام نہاد اعزہ و اقارب شامل تھے (رائناش ۲۵۳، حاشیہ) وزرا: ہم ایک وزیر جنگ، ایک وزیر عدل اور ایک معتمد مملکت کا نام سنتے ہیں۔ مہرداد مختلف مذاہب سے اتنا بالاتر تھا کہ اسنے دوری لاؤس کو کوماناکا مہاپجاری بنا دیا۔ صوبے:۔ دو طرح کے تھے، یعنی ایک تو استراتیگیائے اور دوسرے ایپارخیائے؛ تاہم بعض شہر ایسے بھی تھے جنمیں شاہی حرس رہتا تھا لیکن جو دوسرے معاملات میں خودمختار رہتے (رائناش ۲۵۶) میترودوروس کچھ مدت کے لئے میر مجلس عدالت عالیہ تھا۔ مالیات کا انتظام اتنا ہی اچھا تھا جتنا حکومت بطالسہ میں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ مسلسل جنگوں کے

اسوقت تک جنگ جاری ہے۔ بلاشبہ بادشاہ نے مورینا کو ہالیس پر ۸۲ سنہ ق م میں شکست دی اور رومنوں کو کاپادوسیہ سے نکال باہر کیا لیکن اسکی سیاسی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ باوجود سنہ ۶۶ ق م جیسے قریب زمانے میں مہرداد کے خزانے میں تقریباً دس کروڑ روپیہ تھا اور یہ پچھتر قلعوں میں منقسم تھا۔

مہرداد کے سکے سونے اور چاندی دونوں کے تھے؛ تانبے کے سکے بنانے کا اختیار اپنے شہروں کو دیدیا تھا اور امی سوس خاص طور پر نہایت افراط سے سکے بناتا تھا جنپر بادشاہ کا نشان بنا ہوتا تھا (بارہ شہر، ر انناش، ۲۶۰) پانتی کاپیوم، فاناگوریہ اور خرسونیز کو آزاد سمجھا جاتا تھا؛ چنانچہ ان شہروں کو سونا اور چاندی سکوک کرنے کا بھی اختیار تھا کتستیس کے زمانے سے (جسکے ایک نادر نمونے کے لئے دیکھو ر انناش: "تین مملکتیں" Reinach : Trois royaumes ۱۶۲ تصویر x.2

شاہان پونتوس نے سونے کی ٹکسال کو موقوف کر دیا تھا؛ ہم اس سے اچھی طرح سے واقف ہیں کہ سلیوکیوں نے سونا چاندی سکوک کرایا، اور مہرداد یوپاتور نے بھی ۸۸ سنہ ق م کے بعد جب وہ اپنے آپکو ایشیا کا مالک سمجھنے لگا، اسی اصول پر عمل کیا۔ یہ بات بھی تک حل طلب ہے کہ آیا ۸۳ سنہ ق م کے بعد اسنے سونے کے سکے بنانا موقوف کر دیئے تھے؛ دیکھو ر انناش ۲۶۱ اور "تین مملکتیں" ۱۹۸۔ سکے سونے کے سکے، جو پونتوس اور پرگامم میں مسکوک ہوئے، اٹیکائی معیار کے ہیں؛ انکا وزن دو درہم تھا اور انکی قیمت بیس نقرئی درہموں کے مساوی تھی۔ سب سے عام نقرئی سکہ اٹیکائی معیار کی چودرہمی تھی۔ مہرداد نے فوجی پڑاؤں میں بھی سکے ڈھلوائے؛ مثلاً ۸۸ سنہ ق م میں ارتے لاؤس کے ذریعے سے یونان میں؛ ۸۷ سنہ ق م میں اریارتھیس کے ذریعے سے مقدونیہ میں؛ ۸۲ سنہ ق م میں خود اپنے آپ پاریوم میں (ر انناش ۲۶۲)۔ اسکی چودرہمی پر خود اسکی شبیہ بنی ہوئی تھی جسے ۸۸ سنہ ق م کے بعد سکندر اعظم کی شبیہ کے مماثل کر دیا گیا اور اسے یونانی سکہ سازی کا آخری شاہکار سمجھنا چاہئے۔ اس سکے کے الٹی طرف پیگاسوس اور (پرسیوس - ایرانی) چاند تارا بنے تھے جو شاہی نشان سمجھے جاتے تھے اور جو (اسی ترتیب سے) بالآخر سلطنت عثمانیہ کے نشانات بن گئے۔ ۹۶ سنہ ق م کے بعد پیگاسوس کے چاروں طرف پتوں کا ایک گھیر نظر آتا ہے؛ اسکی مماثلت کستوفوری سے ہے (دیکھو اوپر، باب ۲۱، حاشیہ ۴۔ اندرون ایشیا کے فتح کے بعد پیگاسوس کی جگہ بارہ سنگا نظر آتا ہے، جب ارتمیس کا خاص جانور سمجھا جاتا تھا۔ ۹۶ سنہ ق م کے بعد سے سکوں پر ۲۹۷ سنہ ق م والا سنہ

بقا کا مسئلہ اب مشتبہ ہو چکا تھا اور مورینا کے جانشین گائی نیوس کے زمانے میں بھی بجنسہ یہی صورتِ حال جاری رہی۔ سولا کے حیات میں مہرداد کو برابر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ درج ہے؛ دوسرے سنین کے لئے دیکھو اوپر، باب ۲۶۔ ان سکوں میں مقدونوی مہینوں کا اتباع کیا گیا ہے۔

پونتوس کے ابتدائی حکمرانوں کے فوج میں دیسیوں کے علاوہ یونانی اور غالطی اجیر سپاہی بھی ہوتے تھے۔ مہرداد یوپاتور نے شمالی قبیلوں یعنی اسکیتیوں، سارماتیوں، کلٹوں اور تھریسیوں کو بھرتی کیا؛ علاوہ ازیں اسکی فوج میں بہت سے اطالوی بھی تھے اور آخر کار انکا ایک پورا رسالہ بنا دیا گیا۔ اسکے بہترین مہندس تھسالوی نکوندیس اور کالی ماخوس ساکن امی سوس تھے۔ اسنے ایک بڑا بیڑا ترتیب دیا جسکے لئے اسنے اشیاء استعمال تو اپنے ملک ہی سے مہیا کیں اور رہبر یا تو فنیقیہ سے بلائے ورنہ بحری قزاقوں میں سے منتخب کر لئے۔ ۷۳ قم میں اسکے پاس چار سو سہ طبقہ یا پنج طبقہ جہاز تھے اور اسکے علاوہ بہت سی دوسری کشتیاں بھی تھیں۔ اپنی حکومت کے دوران میں مہرداد نے ایشیائی فوجی نظم کے بجائے مقدونوی نظم کو رائج کیا اور اپنی حکومت کے آخری زمانے میں وہ رومن نظم کو اپنے ملک میں رائج کرنا چاہتا تھا جس سے اسکی تیز فہمی کا پتہ چلتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سولا، لوکولوس اور پومپی جیسے عظیم الشان سپہ سالار اسے شاذ سکے اور وقت آیا تو خود اسی نے اپنا خاتمہ کر لیا۔

میں اس سے پہلے ہی مہرداد کے غیر معمولی فطری قابلیت کا ذکر کر چکا ہوں وہ عظیم الشان تن و توش کا انسان تھا اور مستعدی اسمیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، چنانچہ ایک مرتبہ اس نے چوبیس گھنٹوں میں گھوڑے کی پیٹھ پر ڈیڑھ سو میل کا سفر کیا۔ اپنی زندگی کے آخری سال میں (جب اسکی عمر ۶۹ سال کی تھی) وہ پورے ہتھیاروں سمیت کود کر زین پر سوار ہو سکتا تھا۔ وہ اپنے پیشروؤں کے برخلاف ایک خوبرو انسان تھا (امہوف: "یونانی شبیہیں mhoof: Griech. Portraet. اور رائناش: "تین ملکتیں"، تصویر ۱۰)۔ وہ چالاک، مستعد، خطاب، اور تیزی سے بھرا ہوا تھا، اور اگر اپنے کامیابی کی بال برابر بھی امید ہوتی تو بھی ناامید نہ ہوتا۔ دوسرے ممالک کے بعض ممتاز علما اسکے دربار کو بھاگ گئے، جیسے دیودوروس ساکن اور امیتیوم، جو اکادمی کا رکن اور مدبر تھا، ہیترودوروس ساکن امیکپاسس، میتردوماتوس جسے مہرداد نے "ابوالملک" کا خطاب

باب ۲۷

صلحنامہ وروانئوس کی توثیق کی امید لگی رہی، لیکن جب سشیہ قم میں اس آمر یعنی سولا کا انتقال ہوگیا تو مہرداد نے یہ اندازہ کرلیا کہ اسکے بعد کسی قسم کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دیا تھا (شاہی خطاب، رائناش، ۲۸۲) اور جو میر عدل مقرر ہوا؛ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اس سے ناخوش ہوگیا اور وہ اپنی علیحدگی کے تھوڑے ہی عرصے بعد مرگیا۔ مہرداد نے طب اور سمیات کا خاص طور پر مطالعہ کیا تھا اور اس موضوع پر اپنے زمانے کے بہترین اطباء سے رسل و رسائل رکھتا تھا، جیسے زکاریاس ساکن بابل اور اسکلے پیادیس ساکن پرویاس سے بعض علاج بھی دریافت کئے جنھیں مجموعی طور پر "مہردادیات" کہتے تھے اور جو اسکے بعد بھی برابر رائج رہے۔ اس کا طبیب خاص، پاپیاس ساکن امی سوس عدالت مرافعہ کا رکن بھی تھا؛ واضح ہو کہ بطالسہ اور شاہان پرگامم اطبا کو حکومتی امور کے انجام دہی پر بھی مقرر کیا کرتے تھے۔ مہرداد فنون لطیفہ کا بھی سرپرست تھا۔ (رائناش ۲۸۶)۔ وہ خوبصورت اسباب خانہ داری کا شائق تھا؛ اس کا تخت شاہی اور اسکے سرکاری پلنگ سونے کے بنے ہوئے تھے؛ اور جب اسکے تالا لگے ہوئے توشہ خانے کی فہرست بنانے کی ضرورت پیش آئی تو ہمیں ایک مہینہ لگ گیا؛ اس توشہ خانے میں منجملہ دوسری چیزوں کے سنگ سلیمانی کے ... ۲۰۰ طباق تھے جو سونے میں جڑے ہوئے تھے۔ مہرداد نے ڈیلوس، نیمیہ اور الیفی کو چڑھاوے بھیجے اور الیفی سوس کے ارتمیس اور بوسفوروس کے دیمیتر کی تعظیم و تکریم کی۔ لیکن جو وقعت اسکے دل میں اہورا مزدا کی تھی وہ کسی دیوتا کی نہ تھی۔ اماشیہ قم میں اسنے ایک قلہ کوہ پر اسکے نام پر بہت بڑا چڑھاوا چڑھایا جسکے شعلے ڈیڑھ سو میل سے نظر آتے تھے۔ اسکے محلات شاہی اسنوف، امی سوس، فارناکیہ اور یوپاتوریہ میں اور ایک گرمائی محل جھیل ستی خانی پر تھا، اور اسکے خاندان کے خالی مقبرے اسوقت تک اماسیہ میں نظر آتے ہیں۔

مہرداد کے حالی موالیوں میں غلام، آزاد کردہ غلام، مسخرے، طبیب، ارکان حرس شاہی سب ہی ہوتے تھے، اور بہت سے شریف یونانی اور رومن اور جلاوطن بادشاہ اسکے دربار میں موجود تھے۔ زندگی خوشیوں اور مسرتوں سے لبریز تھی؛ اور شکار، ناٹک، ورزش، دعوتیں اور انہیں موسیقی، بہترین پینے والے کھانے والے اور کہنے والے کو انعام، یہ سب چیزیں دربار مہرداد میں عام تھیں۔ کھانے پر بیٹھنے سے پہلے وہ ہمیشہ تریاق کھا لیا کرتا تھا اور کبھی اپنے پرتلے سے تلوار کو الگ نہیں کرتا تھا۔ اسکا خاندان بہت وسیع تھا اور وقتاً فوقتاً وہ اپنی بیویوں اور بچوں کا صفایا کیا کرتا تھا۔ اسکی بیویوں میں سے ہم صرف انکے ناموں سے

باب ۲۷ سیناقی توثیق نہیں ہوگی، چنانچہ اب اسنے از سرنو جنگ کی تیاریاں شروع کردیں۔ اگر باوجود اسکے بھی جنگ کا آغاز پانچ برس تک نہیں ہوا، تو اسکی وجہ یہ تھی کہ اول تو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - واقف ہیں جو یونانی نژاد تھیں اسلئے کہ انہی میں کیر کٹر ظاہر ہوتا ہے۔ ان یونانی بیویوں کے نام شعمہ (از استراتونیکیہ)، برنیس (از خیوس)، استراتونیس (از پونتوس) ہیپ سکراتیہ (جو گویا امیزنوں کے قالب میں ڈھلی ہوئی تھی) ہیں۔ اسکے ان بیٹوں میں سے جو اسکی جائز اولاد تھے یعنی شکوہ عورتوں کے بطن سے تھے، ہم اپنے بیان میں مہرداد اور اریارا تھیس کا ذکر کر چکے ہیں، جنھیں غالباً بادشاہ نے خود مروا ڈالا؛ انکے علاوہ ماخارس اور فارناکیس کا بھی ذکر آچکا ہے جنہیں سے اول الذکر نے خودکشی کرلی اور دوسرے نے باپ ہی کا خاتمہ کردیا۔ اسکے ایک ناجائز بیٹے مہرداد والئے پرگامم نے یولیوس قیصر کے زمانے میں کافی امتیاز پیدا کیا۔ ۲۶ھ قم میں ہم مہرداد کے چار باقی ماندہ اولاد سے دوچار ہوتے ہیں؛ ان سب کے فارسی نام ہیں اور لڑکیوں کے یونانی نام، جنہیں سے کلیوپاترا نے تیگران سے نکاح کیا؛ کہتے ہیں کہ اتھے نائس کی نسبت حکمران کاپادوسیہ کے ساتھ اور مہردادہ و دنیسہ کی نسبتیں شاہان مصر و قبرص کے ساتھ ہوگئی تھیں، لیکن ان آخری دو کا کام اپنے باپ کے ساتھ تمام ہوگیا۔ مہرداد کی بیٹیوں میں سے یوپاترہ اور ہمابارس پومپی کے فاتحانہ جلوس میں شریک تھیں۔

سکندر اعظم اور مہرداد دونوں میں دو چیزیں دلچسپ نظر آتی ہیں، ایک تو خود ان دونوں کی شخصیتیں اور دوسرے ان دونوں کے حوصلے۔ شخصی حیثیت سے مہرداد میں سکندر کے بہت کم خصائص نظر آتے ہیں، گو سکوں کی شبیہوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی شکل ایک دوسرے کی سی تھی (نیز دیکھو اوپر، باب ۲۶ حاشیہ ۶) مہرداد میں بربری عنصر بہت کچھ ممتاز ہے؛ اعتدال اس کے پاس سے ہوکر نہیں بھٹکا؛ اسکی خواہش بس قانون کے مترادف ہے اور جو کوئی اس سے سرتابی کرتا ہے وہی ختم کردیا جاتا ہے [لیکن مقابلہ کرو سکندر کا دعوئی الوہیت اور اسکے نتائج۔ مترجم اردو]۔ اگر کوئی شہر جسے خود اسنے قائم کیا ہے، بغاوت کر بیٹھتا ہے تو وہ اسے برباد کردیتا ہے اور خود اسکا کوئی بیٹا بغاوت کرتا ہے تو وہ جان سے مار ڈالا جاتا ہے۔ تاہم اسمیں تشکر و امتنان کے خصائص ضرور پائے جاتے ہیں اور کبھی کبھی وہ دوسروں پر اعتبار بھی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ سکندر میں عظمت اسلئے تھی کہ وہ کوئی برا کام کرنے کے بعد پچھتاتا تھا، لیکن مہرداد میں اس صفت کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔ اب حوصلوں کو لیجئے۔ یہاں ان دونوں کے خصائص میں بہت کچھ مماثلت پائی جاتی ہے، خصوصاً اس بات میں کہ دونوں کے حوصلوں کی

خارجا اسکی کوئی ضرورت نہیں تھی اور دوسرے اس زمانے میں روما کو تین دوسرے
دشمنوں کو زیر کرنا تھا یعنی تھریسی قوم ، ہسپانیہ میں سرتوریوس اور بحری قزاق ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ کوئی حد نہیں تھی ، اور جسطرح سکندر مشرق اقصےٰ کو مغلوب کرنا چاہتا تھا
اسی طرح مہرداد مغرب اقصےٰ کے اندرونی حصوں میں جانا چاہتا تھا ۔ اور پھر ان مہمات کے نتائج میں زمین
و آسمان کا فرق ہے ۔ سکندر میں انسانیت کا جذبہ موجود تھا ، چنانچہ اسکے سپاہیوں نے پہلے تو اسکے
احکام سے سرتابی کی لیکن اسکے بعد وہ برابر اس سے وابستہ رہے ؛ مہرداد ایک ظالم یونانی تھا چنانچہ
اسکی قوم اس سے غداری کرتی ہے اور جب وہ غیر معلوم ممالک میں مہم سر کرنا چاہتا ہے تو اسکا خاتمہ کر دیتی
ہے ۔ اسمیں شبہ نہیں کہ سکندر کی طرح مہرداد ایک قومی بادشاہ نہیں تھا ، اور (بالخصوص اسکی حکومت کے
اختتام پر) اسکی فوج محض اجیر سپاہیوں پر مشتمل تھی ۔ سکندر کی طرح مہرداد مشرق و مغرب کو ایک
کر دینا چاہتا تھا ، صرف فرق یہ تھا کہ وہ ایران سے نکلا اور سکندر یونان سے ۔ لیکن اس فرق کے باوجو
مہرداد کو یونانی قومیت کے محافظ کی حیثیت سے سکندر پر فوقیت ضرور حاصل تھی لیکن اس کی سب سے
بڑی بدقسمتی یہ بھی کہ اسکا مدمقابل روما تھا ۔ اس تنازع میں روما اصول آزادی کا قائم مقام تھا ، اور یہ
قاعدہ ہے کہ متمدن اقوام میں ذاتی حکومت کے مؤیدوں کو ہمیشہ نیچا دیکھنا پڑتا ہے ۔ نپولین صرف
اسوقت تک کامیاب رہا جبتک وہ آزادی کا مؤید بنا رہا ، اور کرامویل کا بالکل ٹھیک موقعہ پر خاتمہ ہو گیا ۔
مہرداد نے ایشیا میں یونانی تمدن کو فروغ دیا اور اس حیثیت سے یونانی تاریخ یونان میں اسکا
ایک خاص رتبہ ہے ۔ اگر وہ کامیاب ہوتا تو ممکن ہے کہ زمانہ آیندہ کی "سلطنت بزنطہ" کی کئی صدی قبل
پیش بندی کر دیتا ۔ یہ بات یقینی ہے کہ ایسے شہنشاہوں میں جیسے لیو سوم (جو کوماگینے کے شہر آنزوربہ میں پیدا
ہوا تھا) اور نیکوفوروس (جو پسیدیہ کے شہر سلیوکیہ کا باشندہ تھا) مہرداد سے کہیں کم یونانی تمدن کے
اثرات تھے ، اور شہنشاہان بزنطہ کے سلطنت بھی ملوکیت پونتوس کی طرح بحر اسود کے چاروں طرف واقع تھی ۔
ایک لحاظ سے مہرداد نے سکندر کے کام کی تکمیل کی ؛ وہ یہ کہ اسنے عین ان ہی مقامات پر حکومت
کی جو سکندر کے سلطنت سے باہر رہ گئے تھے ۔ یونانی سکندر نے سلطنت ایران کے بیشتر حصے کو فتح کر کے
اسے یونانی قالب میں ڈھالنا چاہا ؛ ایرانی مہرداد نے سلطنت ایران کے اس حصے پر قابو پا لیا جسے
سکندر نے چھوا نہیں تھا اور اسکے شمال اقصےٰ میں جو یونانی آباد تھے انھیں اپنی سلطنت میں ملا لیا اور انہیں
بربریوں کے دباؤ سے آزاد کر دیا ؛ اسنے اپنی سلطنت کے چاروں کونوں کو یونانی بنا دیا ۔ لیکن وہ روما کا

باب ۲۷

غیر مطمئن لوگوں اور ہر طرح کے تارکان وطن کے وجود کے باعث بحری قزاقوں کے تعداد میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا تھا۔ اب ان قزاقوں کے قبضے میں سلاح خانے، بحری قلعے، اور پہاڑی گڑھیاں آگئی تھیں اور یہ آزادانہ رسل و رسائل کے لئے بڑی بھاری سدّ راہ بنے ہوئے تھے۔ آخر کار روما انکی سرکوبی کے لئے مجبوراً تیار ہو گیا۔ مورینا نے سلطنت کبیریہ کا (جو ان قزاقوں سے ملی ہوئی تھی) خاتمہ کر دیا، اور ۵۷ قم میں پپ۔ سرویلیوس واتیہ نے، جو کلیکیہ کا پروپریتور تھا، لیکیہ، پمفیلیہ اور ازوریہ میں بہت سی ریاستوں کا خاتمہ کر دیا جس سے اسے "ازوریکوس" کا خطاب حاصل ہو گیا۔ ان واقعات کے باوجود بھی وہ سمندر پر پہلی ہی سی طرح طاقتور بنے ہوئے اور انکی قوت میں یہ واقعہ بھی ممد و معاون ہوا کہ سوریہ کی آزاد مملکت اب باقی نہیں رہی تھی، اور یہ ملک باضابطہ ارمنستان کے بادشاہ کا تابع بن گیا تھا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ شام کا ازلی دشمن مصر تھا، لیکن ادھر تو سلیو کی ایک دوسرے سے دست و گریباں رہتے تھے، اور ادھر مصر کی حالت روز بروز زبوں ہوتی جا رہی تھی ۸۱ قم میں بطلیموس لاتھیروس کے انتقال کے بعد اسکا بھتیجا اسکندر دوم تخت پر بیٹھا، لیکن اسکندر زیادہ دن تک زندہ نہیں رہا، اور آخر کار اسے عوام الناس نے قتل کر دیا۔ گو اسکے بعد ایک وصیت نامہ برآمد ہوا جسکی رو سے اسنے اپنی تمام

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مقابلہ نہیں کر سکا، جو خود یونانی قالب میں ڈھل گیا تھا اور شخصی حکومت کی یونانی تہذیب کو جمہوری حکومت کے یونانی تمدن کے سامنے نیچا دیکھنا پڑا۔ قالب رائناش بالکل صحیح کہتا ہے کہ مہرداد کے خصائص سے کسی روسی فرمانروائی یاد تازہ ہوتی ہے، اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں تو یہ بات خاص طور پر قابل لحاظ معلوم ہوتی ہے کہ سلطنت روسیہ کا موس ولادیمیر اول ۹۸۹ء یا ۹۹۰ء میں کریمیہ والے خرسونیز ہی میں عیسائی ہوا۔ رائناش (مہرداد ص xiii) کہتا ہے کہ ولادیمیر کے بپتسمے کے دن "گویا کہ مقدس رودس کی روح نے جنم لیا؛ اسی روز گویا صدیوں اور نسلوں کے قعر کو پر کر کے مہرداد کی روح نے پیٹر اعظم کے روح کے ساتھ معانقہ کر لیا وہ پیٹر جس کے خصائص میں مہرداد کی بہت سی صفتیں پائی جاتی ہیں"۔

سلطنت کی روما کے نام وصیت کی تھی، تاہم لاتھی روس (۳) کے دو نام نہاد ناجائز بیٹے
یعنی بطلیموس اولیتیس اور ایک دوسرا بطلیموس مصر و قبرص پر قابض ہو گئے۔
چونکہ اس قسم کے لوگوں کو غیر ملکی مہمات سر کرنے کی اہلیت نہیں ہوتی اسلئے اسوقت
یہ فرض کرنا قرین انصاف تھا کہ اگر سلیوکی سلطنت کا خاتمہ ہونے کو ہے تو انکی جگہ
پارتھی لے لیں گے۔ پارتھی رفتہ رفتہ ہیکاتومپی لوس سے ہمدان تک ہمدان سے
تخت کسریٰ تک بڑھ آئے تھے، اور ان سے مہرداد اعظم بھی مرعوب ہو گیا تھا اسوقت
مہرداد فرمانروائے پونتوس کا پھریرا تمام ملک ایشیائے کوچک پر اڑتا تھا اور اسکا
پائے تخت پرگامم بنا ہوا تھا۔ لیکن مہرداد اعظم کے انتقال پر بساط بالکل پلٹ گئی۔
ہم انیسویں باب میں دیکھ چکے ہیں کہ اس سے پہلے ہی اسکیتھیوں نے یونانی باختری
سلطنت کو زیر کر لیا، اور اسکے بعد انھوں نے آگے بڑھ کر پارتھیا فتح کیا لیکن عجب بات
ہے کہ اس ملک کے تخت پر انھوں نے اسی برس کے ایک شخص سیناتروکیس کو بٹھا دیا۔
اسکیتھیہ کے اثرات کی وجہ سے پارتھیا کی قوت کم از کم فی الوقت کم ہو گئی اور تیگران
شاہ ارمنستان کو، جو خودبین اور ناقابل اعتبار ہونے کے ساتھ ہی ساتھ بہادر اور
جری بھی تھا، یہ موقعہ مل گیا کہ اپنے کارناموں سے دنیا کی نظر کو خیرہ کر دے اور
ساحل سوریہ تک برابر اپنی سلطنت کے حدود پھیلا دیے۔ شمالی عراق عربی، میگڈونیہ
اور افرروئے پارتھیوں سے لینے کے بعد وہ آگے بڑھ کر میدیہ میں گھس گیا۔ اسنے
ہمدان کا محل جلا کر خاکستر کر دیا اور اپنا اثر اتنا بڑھایا کہ البانیہ، ایبیریہ، اتروپاٹینے اور
میدیہ عظمیٰ، گوروئے نے اور ادیابینے کے بادشاہوں کو اپنا مطیع و منقاد بنا لیا۔
بعدازاں سنہ ۸۳ ق م میں اسنے علاوہ سلوکیہ بہ ساحل بحر و انطاکیہ کے باقی تمام بالائی
سوریہ کو زیر کر لیا اور یہاں کے لئے ایسے سکے ڈھلوائے جن پر اسکی شبیہ بنی ہوئی تھی پھر
تقریباً سنہ ۷۴ ق م میں اسنے بطلیمائس سمیت فنیقیہ کے بیشتر حصے پر قبضہ کر لیا۔ اسنے
کاپادوسیہ کو مغلوب کیا اور شہر مزاکا اور ارمنی سرحد کے گیارہ دوسرے شہروں کے
باشندوں کو لیکر اسنے اپنے پائے تخت تیگرانوکرتہ آباد کیا۔ یہاں تک رومیوں نے
انکی ترقی میں کوئی اعتراض نہیں کیا۔ انکی بیوی کلیوپاترہ نے یونانی تمدن کو فروغ پہونچایا
اسکے ارمنی دربار میں ایک مصنف میترودوروس ساکن اسکیپسس رہتا تھا اور تیگرانوکرتہ میں

ویونی سوسی اداکار یونانی ناٹک کے کھیل کرتے تھے۔ خود بادشاہ کا بیٹا ارتاواسدیس اوّل نے یونانی زبان میں کتابیں لکھیں۔

ظاہر ہے کہ تیگران کے فتوحات اسکے خسر مہرداد کے کمال مسرت کا باعث ہوئیں، خاص کر اسلئے کہ مہرداد کے دماغ میں اسوقت بہت سے خیالات بھرے ہوئے تھے۔ اسنے اپنی دو بیٹیوں کی شادی کے لئے دونوں بطلیموسوں سے پیام سلام کرنے شروع کردیے تھے۔ علاوہ ازیں بحری قزاقوں سے اسکے تعلقات بہت اچھے تھے، اور جب اسنے دیکھا کہ صوبہ ایشیا کے باشندے پھر محاصلی ٹھیکہ داروں کے پھندے میں پھنس گئے ہیں تو اسنے انکے ساتھ بھی نامہ وپیام شروع کیا، اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ سرتوریوس کے ساتھ اسپین میں ایک معاہدہ کرلیا، جو روما کے لئے یقیناً مضر تھا۔ اسطرح چونکہ اطالویوں نے اب روما کے ساتھ صلح کرلی تھی اسلئے اسنے ماریوس کے فریق کے ساتھ اچھے تعلقات پیدا کرلئے۔ سرتوریوس نے مہرداد کو بتھی نیہ، کاپادوسیہ، پفلاگونیہ اور غالطیہ کا الحاق کرنے دیا اور ساتھ ہی اسکے پاس مارکوس ماریوس جیسا قابل سپہ سالار بھیجدیا۔ اسکے معاوضے میں بادشاہ نے سرتوریوس کو تین ہزار تالنت اور چالیس جہاز بھیجدئیے۔ ان سب باتوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ مہرداد جنگ کی تیاریاں کررہا ہے۔

رومنوں کو صورت حالات کا پوری طور سے علم تھا، لیکن حسب معمول وہ جنگ کی ابتدا کرنی نہیں چاہتے تھے، گو سنہ ق م میں بتھی نیہ کے واقعات کی وجہ سے جنگ آخر کار چھڑ ہی گئی۔

سنہ ۷۴ ق م کے اختتام پر یہاں کے نامعقول بادشاہ نکومدیس فلوپاتور کا انتقال ہوگیا۔ اپنے دادا کی طرح وہ بھی اپنے آپکو رومن قوم کا آزاد کردہ غلام کہتا تھا، اور جب وہ مرا تو اسنے اپنی تمام سلطنت انکے نام وصیت کردی۔ چونکہ اسکا ایک لڑکا موجود تھا اس لیئے رومنوں کو اسکا وارث بننے سے انکار کردینا چاہئے تھا، لیکن محاصلی ٹھیکہ دار اپنی ترکیبوں کے لئے ایک نیا میدان چاہتے تھے، چنانچہ نکومدیس کے لڑکے کو فی العفور ناجائز قرار دیدیا گیا لیکن مہرداد ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا کہ رومن بوسفوردس اور ہلیس پونٹ دونوں پر قابض ہوجائیں اور جب رومنوں کو اسکا یہ ارادہ معلوم ہوا تو انھوں نے جنگ کی تیاریاں کرنی

شروع کر دیں۔ جنگ کے اغراض کیلئے کلیکیہ لوکولوس کے سپرد کر دیا گیا اور علاوہ
دو لیجنوں کے جو پہلے ہی سے وہاں موجود تھیں اسے وہ دو والے ایابی لیجنیں
بھی دیدی گئیں جو فمبریا کے آخری ایام میں اسکے پاس رہی تھیں۔ دوسرے کانسل
مارکوس اوریلیوس کوتا کو بتھی نیہ روانہ کیا گیا۔ جنگ کی ابتدا مہرداد نے ہی
کی اور پہلے ہی وار میں خالکیدون کے مقام پر کوتا کو شکست دیکر کیزیکوس
کا محاصرہ کر لیا۔ مہرداد جزیرہ نمائے ارکونے سوس میں تھا، چنانچہ موقع پاکر
لوکولوس اپنے ساتھی کی مدد کے لئے آپہونچا اور بادشاہ کو جزیرہ نمائیں
بند کر دیا۔ آخر کار مہرداد کو دشمن کی صفیں چیر کر نکلنا پڑا اور بہت کچھ نقصان
اٹھاکر لڑتا لڑتا واپس اپنی سلطنت میں پہونچ گیا۔
اب صورت حالات اسکے مخالف ہوگئی تھی مارکوس ماریوس لیمنوس
کے قریب جزیرۂ نیاسے میں قتل ہوگیا، اور ۷۲ق م میں سرتوریوس کی موت
کے بعد مہرداد کے پاس دیار مغربی میں کوئی مؤید باقی نہیں رہا۔ خود اپنے ملک میں
بھی اسے جنگ میں زکیں اٹھانی پڑیں اور جب اسکے سوارے کا ایک حصہ لڑائی
میں کام آگیا تو آخر کار اسنے ارمنستان صغیر کی طرف ہٹ جانے کا تہیہ کر لیا
لیکن کوچ کرنے سے پہلے شاہی مصاحبوں نے خزانے کو ایک محفوظ مقام
پر جمع کرنے سے فوج والوں نے دھوکے اور فریب پر محمول کیا اور غدر کرایا
جس کی وجہ سے بادشاہ کو دو ہزار سوار اور خزانہ ساتھ لے کر فرار ہونا پڑا۔ واضح
ہو کہ یہ واقعہ اگاتھوکلیس کے حالات کی یاد تازہ کرتا ہے (دیکھو باب ۷) اور
ویسے بھی اسپر اور مہرداد کے مظالم اور مستعدی دونوں میں ایک بڑی مماثلت
پائی جاتی ہے۔ اب اس خاندان کا آبائی وطن یعنی پونتوس بھی ہاتھ سے جاتا رہا،
بادشاہ کی خواہش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح اس ملک پر از سر نو قابض ہوجائے
لیکن فی الوقت اسنے دنیا پر ظاہر کرنا چاہا کہ ملک بدر ہونے پر بھی مشرقی بادشاہ
کو اپنی عزت اور خود داری کا کسقدر احساس ہوتا ہے، چنانچہ اس نے اپنے
زنان خانے کے افراد کو فاتحوں کے قبضے میں جانے کے بجائے فارناکیہ کو
احکام بھیجے کہ انمیں سے ایک ایک کو قتل کر دیا جائے منجملہ دوسروں کے اسکی بہنیں

باب ۲۷

روشنک واستاتیرہ اور اسکی بیویاں برنیس ومنیمہ بھی (موسم گرما ۷۱ سنہ ق م میں) ملک عدم پہونچادی گئیں؛ اور صرف چند ہی ایسی بیویاں رہ گئیں جو اسکے ساتھ میں تیگران کے پاس پہنچیں پانچ لاکھ کی عظیم الشان فوج باقی تھی؛ چنانچہ اب مہرداد اپنے داماد کے پاس بھاگ گیا۔ لیکن ابتداءً شاہ ارمنستان نے بے پروائی کا اظہار کیا اور دور دور کے ایک قلعہ میں اسے اتر جانے کا حکم دیدیا۔ مہرداد تو اس قلعہ میں بیٹھا تھا، اور اسکی سلطنت کے بلدیات یکے بعد دیگرے لوکولوس کے قبضے میں جا رہے تھے، گو امامیسہ اور سوس اور اسنوف کے طویل مدافعت سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اپنی یونانی رعایا میں غیر مقبول نہیں تھا۔ گو رومنوں نے اپنے مقبوضہ شہروں کے بعض حصص کو جلا دیا فی الجملہ انہوں نے انکے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور باشندوں کے ساتھ نسبتہً اچھا سلوک کر کے محاصلی ٹھیکہ داروں کو ناراض کر دیا۔ لوکولوس نے اپنے نسبتی بھائی اپیوس کلاودیوس کے ذریعے سے تیگران کے پاس پیام بھیجا کہ مہرداد کو فوراً حوالہ کر دو لیکن تیگران نے اسے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے برعکس مہرداد کے بیٹے مخارس نے، جو کیمیری بوسفوروس کا صوبہ دار تھا، ایک ہزار تالنت کا ایک گھیر لوکولوس کے پاس تحفۃً بھیجا، جسپر اسے رومن قوم کے دوستی کا مستحق قرار دیا گیا۔ اسکے بعد موسم بہار ۶۹ سنہ ق م میں جب تیگران نے سنا کہ لوکولوس دریائے فرات کو عبور کر کے ارمنستان پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو اسنے مہرداد کے ساتھ مفاہمت کر لی۔ اسپر لوکولوس تیگرانوکرتہ کی طرف بڑھا اور جب تیگران مہرداد کو چھوڑ کر اسکی مدافعت کرنے کے لئے آیا تو اسے دریائے دجلہ کے کنارے شکست دیدی۔ کہتے ہیں کہ لوکولوس نے سولہ ہزار کی فوج سے ڈھائی لاکھ کے لشکر پر حملہ کیا اور جنگ میں اسکے صرف پانچ اور دشمن کے ایک لاکھ کام آئے۔ آخرکار تیگرانوکرتہ یونانی اور کلیکیہ والے حریفوں نے رومنوں کے حوالہ کر دیا۔ علاوہ بے شمار مال غنیمت کے رومنوں کے ہاتھ آٹھ ہزار تالنت تو صرف مسکوک روپیہ آیا اور ہر رومن سپاہی کو آٹھ آٹھ سو درہم ملے۔ اسکے بعد کوماگینے پر بھی رومن قبضہ ہو گیا اور انطاکوس ۱۳ جو انطاکوس ۱۰ اور کلیوپاترہ سلینہ کا بیٹا تھا شام کے تخت پر بیٹھا، گو وہ بھی بہت جلد قتل ہو گیا۔

۶۹ سنہ ق م میں تگران اور مہرداد نے اپنے اپنے لشکروں کو از سر نو
منظم کیا۔ اب لوکولوس نے سیفیون پر حملہ کرنا چاہتا تھا، لیکن اسکی فوج نے اس کا
اتباع کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اسپر وہ ارمنستان کے قلب کی طرف بڑھا اور
دریائے ارسانیاس پر اپنے دونوں دشمنوں کو شکست دی، لیکن جب اسنے وادیٔ
ارا کسیس کے شہر ارتکساتا جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو اسکے سپاہیوں نے آگے بڑھنے
سے انکار کر دیا۔ اب وہ عراق عربی واپس آیا اور راستے میں نصیبین لے لیا۔ مگر والیریائی
لیجن بیس برس تک برابر (۸۶ سنہ ق م) فوجی خدمت انجام دے رہی تھی، اور
اب لوکولوس کے چھوٹے نسبتی بھائی پ۔ کلودیوس کے بھڑکانے سے اسنے آگے
بڑھنے سے قطعی انکار کر دیا جسکی وجہ سے آخر کار مہرداد نے اپنی آبائی سلطنت
کو از سر نو فتح کر لیا۔ ادھر روما میں عوام الناس کا جام صبر لبریز ہو رہا تھا۔ لوکولوس کو
کامیابی پر کامیابی ہو رہی تھی تاہم دشمن ویسا کا ویسا ہی تھا۔ الغرض اسکی جگہ مارکوس
اکیلیوس گلابریو مقرر کیا گیا۔ اب لوکولوس نے مجلس سینات کا حکم ماننے سے
انکار کر دیا اور برابر اپنے عہدے پر قائم رہا لیکن چونکہ سپاہیوں نے خود اسکا حکم ماننے سے انکار
کر دیا اس لئے اس چال سے کسی کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ الغرض وہ تو ایشیا کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا اور
سپاہی کسی قسم کا ہمسر کرنا نہیں چاہتے تھے چنانچہ آخر کار وہ تروکمیوں کے ملک میں چلا گیا اور ادھر
مہرداد نے پونتوس اور تیگران نے کاپادوسیہ پر قبضہ کر لیا۔ آخر کار جب روما سے دس مامور لوکولوس
کے مفتوحہ علاقہ کو منظم کرنے کی غرض سے روما سے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ علاقہ بھی غائب ہے اور
فوج بھی، اسلئے کہ فوج کا ایک حصہ تو گلابریو کے پاس اور دوسرا واپس روما
چلا گیا تھا۔

اب بظاہر مہرداد کے اقبال کا ستارہ پھر اوج پر تھا اسلئے کہ بادشاہ نے
اپنے ملک پر از سر نو قبضہ کر لیا تھا، اور گلابریو خاموش پڑا ہوا تھا لیکن جلد ہی ایک
عظیم الشان تبدیلی ہوئی۔ اول تو تیگران نے پھر اسکا ساتھ چھوڑ دیا، پھر ۶۷ سنہ ق م
میں اسکے دوست اور حلیف یعنی بحری قزاقوں کا خاتمہ ہو گیا۔ انہیں اسقدر ہمت
ہو گئی تھی کہ وہ اناج کے ان جہازوں کو بھی پکڑنے لگے جو روما جاتے ہوتے تھے،
اور ظاہر ہے کہ روما اسکا روادار نہیں ہو سکتا تھا۔ اب عموم روما کی آنکھ کے تارے

گنے یوس پومپیا کو قانون گابی نیہ کے ذریعے سے بحر و بر دونوں پر تین سال کیلئے وسیع اختیارات دیئے گئے اور صرف تین مہینے کی قلیل مدت میں اسنے ایکہزار تین سو جہاز گرفتار کرکے اور تیس ہزار بحری قزاقوں کو قتل کرکے اس قصے کا ہی خاتمہ کر دیا، اور انہیں سے بہت سوں کو ایسے اضلاع میں (مثلاً اکائیہ والے دیے اور اور کلیکیہ والے سولی میں جسکا نام اب پومپیو پولس رکھا گیا آباد کیا گیا جنکی آبادی گنجان نہیں تھی۔ مہرداد کے لئے اس سے بھی نقصان رساں بات یہ تھی کہ جنوری ۶۶ سنہ ق م میں قانون مانی لیہ نے پومپی کو، جو اسوقت تک کلیکیہ میں تھا، صوبہ جات بتھی نیہ کلیکیہ اس حکم کے ساتھ حوالہ کئے کہ وہ مہرداد و تیگران کیساتھ جنگ جاری رکھے۔ مہرداد نے اب پارتھیوں سے مدد کا طلبگار رہا، لیکن انکے بادشاہ فراتیس نے یہ مناسب سمجھا کہ اپنے داماد یعنی مہرداد کے باقی بیٹے نوجوان تیگران کا ساتھ دے اور فوراً ارمنستان پر حملہ کر دیا۔ لوکولوس تو اب روما میں اپنے فاتحانہ جلوس کا (جو آخر کار تین سال بعد نکالا گیا) منتظر تھا، پومپی نے ساٹھ ہزار سے زیادہ پیدل اور تین ہزار سواروں کا ایک لشکر تیار کیا جسمیں والیریوس والے سپاہی نہایت خوشی سے بھرتی ہوئے جہاں یہ مشہور تھا کہ لوکولوس بدقسمت ہے اور دوسروں کو بھی بدقسمت بنا دیتا ہے وہاں پومپی نہایت خوش قسمت مشہور تھا۔ ہمارے نزدیک وہ اٹلی میں ان لوگوں کی پہلی مثال تھا جو اپنے آپکو بچا کر اپنے دوستوں کو مبتلا کر دیتے ہیں۔ مہرداد پومپی کی فوج سے نصف لشکر ہی جمع کر سکا اور جب اسنے اس سپہ سالار کے ساتھ گفت و شنود جاری کی تو اسکا یہ خطرناک اثر پڑا کہ اسکی فوج میں جو اطالوی مغرور تھے وہ اسکے مخالف ہو گئے۔ اسنے نہایت سخت سزائیں دیکر بدامنی کو دور کیا لیکن اس سے اسکے سپاہیوں میں اور بھی بے چینی پیدا ہو گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اسمیں سپہ سالارانہ خصائص موجود تھے لیکن وہ پہلے ہی سے بدقسمت تھا۔ آخر کار ایک روز رات کے وقت پومپی اسپر جا پڑا اور اسکی فوج کو کامل طور سے شکست دیدی۔ جسکے بعد وہ اپنی بیوی ہیپسکراتیہ کے ساتھ ارمنی سرحد کے پہاڑی قلعہ سنوریہ کو بھاگ گیا۔ یہاں پہونچ کر اسے معلوم ہوا کہ تیگران نے اسکے سر کا انعام ایک سو تالنت مقرر کر دیا ہے اسمیں شبہ نہیں کہ تیگران اصغر پومپی سے جا ملا تھا لیکن شاہ ارمنستان نے اسکا

جو الزام مہرداد پر رکھا تو یہ انکی بڑی بھاری بے وقوفی تھی۔ الغرض مہرداد نے
بہت جلد اپنی تدبیروں کو پلٹ دیا، اور اب وہ مٹھی بھر فوج لیکر ضلع ارض روم
کو عبور کرتا ہوا وادی اکاپسس ہوتا ہوا ساحل پہونچا اور وہاں سے کوخس کے شہر
دیوسکوریاس کا رُخ کیا جہاں اسنے البانیوں اور ایبیریوں کو (جو وادی کور
میں رہتے تھے) اپنا طرفدار بنا لیا۔ یہ دونوں قبیلے کسی زمانے میں ارمنستان
کے تابع تھے لیکن اس سلطنت کے کمزور ہونے پر آزاد ہوگئے تھے۔ تگران اصغر کو
کہ پومپی ارتحاتا گیا اور وہاں بوڑھے بادشاہ نے وفاشعاری کا اعلان کر کے
ساٹھ ہزار تالنٹ پومپی کے حوالہ کئے جسکے معاوضے میں اسے رومن قوم کے دوستوں
کے حلقے میں شامل کر لیا گیا لیکن اس واقعے کے بعد تگران اصغر اور پومپی میں جھگڑے
پیدا ہوگئے اور رومن سپہ سالار نے بڈھے بادشاہ کے ساتھ بدسلوکی کرنی شروع کی۔
اسپر البانیوں نے وادی کور میں پومپی پر وار کیا لیکن خود ہی شکست کھائی اور اسکے
بعد رومنوں نے ایبیریوں کو بھی نیچا دکھایا۔ ان سب واقعات سے مہرداد کے
دل پر یہ اثر پڑا کہ اب اسے دیوسکوریاس کا تخلیہ کر دینا پڑے گا؛ چنانچہ وہ ساحل
ہوتا ہوا ایک تنگ راستے سے کیمیری بوسفوروس گیا، اور جب مخارز نے یہ دیکھا کہ اسکا
باپ اسپر کسی قسم کا رحم روا نہ رکھے گا تو اسنے خودکشی کر لی۔ اسکے بعد پانتی کاپیوم
نے ہتھیار ڈالدیئے۔ الغرض جب ۶۵ سنہ ق م میں پومپی نے سنا کہ مہرداد نے
پھر ایک سلطنت پیدا کر لی ہے تو اسنے جنوب کا رُخ کیا، ارمنستان کبیر میں
بادشاہ کے پہاڑی قلعے فتح کئے اور اسی سن میں موسم بہار ۶۴ سنہ ق م
میں مفتوحہ علاقوں کا انتظام کر دیا۔ انہیں سے بعض تو شخصی حکمرانوں کے سپرد کئے گئے
مثلاً فرناکیہ وطرابزون غالطی دیوتاروس کو اور کوماناً نوجوان ارخے لاؤس کو؛
باقی ماندہ علاقہ قدیم و جدید بلدیات کے سپرد کر دیا گیا مفصلۂ ذیل کو علاقے مل گئے؛
دریائے ہالیس کے مغرب میں پومپیوپولس جو دریائے ایمناس پر نیا شہر تھا؛ پھر
ہالیس وایرس کے مابین نیاپولس جسکا قدیم نام فازیمون تھا؛ اسکے بعد امایسہ
زیلا و میگاپولوس (قدیم سباستیہ حالیہ سیواس) بالائی ہالیس پر؛ دریائے لیکوس
کے ظرف میں دیوسپولس (کبیرہ جسکا بعد میں قیصریہ جدید نام پڑا) اور ماگنوپولس

(یوپاتوریۂ جسے مہرداد ہی نے آباد کیا تھا اور اسی نے برباد کیا) ؛ ساحل پر اسنوب وامانسٹریس ۔ یہاں پھر قدیم یونانی اصول بلدیہ کا دوبارہ ایک بڑے پیمانے پر انطباق کیا جارہا تھا ۔

اب مہرداد نے پومپی سے صلح کی گفت وشنود شروع کی لیکن پومپی نے اسے یہ کہہ کر مسترد کردیا کہ بادشاہ کو اپنے آپکو رومنوں کے حوالہ کردینا چاہیئے ۔

اسکے بعد رومن سپہ سالار سوریہ کی طرف چلا اور چلتے وقت اسنے کہا کہ میں اب مہرداد کو خود اپنے آپ سے زیادہ مہیب دشمن، یعنی قحط، کے رحم پر چھوڑے دیتا ہوں ۔ پومپی کا یہ قول عجیب وغریب تھا، قحط، اور وہ بھی کیمیری بوسفورس میں! لیکن حقیقت یہ ہے کہ بہت جلد مہرداد نے خود اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مارلی ۔

سنہ ۶۴ ق م کے اختتام سے پہلے اسنے ۳۶ ہزار آدمیوں کی ایک نئی فوج اور ایک نیا بیڑا جمع کرلیا تھا ۔ اب وہ یہ چاہتا تھا کہ اسکیتھیہ وپانونیہ ہوکر ہنی بعل کی طرح اٹلی پر آن پڑے اور اسکا خیال تھا کہ راستے میں سارماتی، باسترنی اور غالوی اس سے ملجائیں گے ۔ ہم کاتی لین کے سنہ ۶۳ ق م والی سازش سے یہ اندازہ کرسکتے ہیں کہ اس زمانے میں اٹلی میں بدامنی پھیلی ہوئی تھی، چنانچہ یہ بات امکان سے بعید نہ تھی کہ اگر اسکے سپاہی وفادار رہیں تو اسے کامیابی حاصل ہوجائے ۔ لیکن یہ شرط پوری نہ ہوسکی، اور اسکے ایک منظور نظر یعنی کاستور ساکن رشوفرنے فاناگوریہ میں بغاوت کردی ۔ تھیودوسیہ، نیم فایوم اور خرسونیز باغیوں میں شامل ہوگئے، اور آخرکار بادشاہ کا بیٹا فرناکیس نے جسے حال ہی میں اسکے باپ نے اپنے اصول کے خلاف ایک سازش کرنے کے بعد معاف کردیا تھا، پانتی کاپیوم میں جہاں بادشاہ مقیم تھا اپنے سپاہیوں سے دوبارہ بغاوت کرادی ۔ جونہی مہرداد سڑک پر بغاوت فروکرنے کے لئے جارہا تھا، باغی اسپر ٹوٹ پڑے اور وہ نہایت مشکل سے اپنی جان بچاکر شاہی محل پہونچ سکا ۔ وہاں پہونچکر اس نے اور اسکے بیٹیوں یعنی مہرداوہ اور نیسہ نے زہر پی لیا لیکن اس کا اثر صرف عورتوں پر ہوا ۔ جب مہرداد نے دیکھا کہ میں بچا جاتا ہوں تو اسنے اپنے غالوی محافظ بتوئت کو حکم دیا کہ میرے بدن میں تلوار بھونک دو ۔ دوسرے لمحے باغی گھس آئے اور بادشاہ کی لاش پر

اپنا تمام غیظ و غضب نکال لیا (سنہ ۶۳ ق م)۔
پومپی کو مہرداد کی موت کی خبر شام میں ملی۔ اس خبر سے روما اور رومن فوج دونوں میں گویا گھی کے چراغ جل گئے اور مارکوس ٹولیوس سسرو کے تحریک پر روما میں دس روز کی عید منائی گئی۔ جب پومپی امی سوس واپس آیا تو وہاں اسے فرناکیس کی ایک سفارت ملی جسکے ساتھ بوڑھے بادشاہ کی لاش بھی تھی، جسے اسنے اسنوف کے شاہی قبرستان میں دفن کرا دیا۔ فارناکیس کو ملوکیت بوسفوروس ملی، اور مہرداد کے دوسرے اولاد اور عہدہ دار فاتحانہ جلوس میں شرکت کے لیئے روما روانہ کردیئے گئے۔

اب ہم سنہ ۶۴ کی طرف دوبارہ لوٹ کر شام میں پومپی کے فتوحات کا بیان کرتے ہیں۔ اس حصہ دنیا میں بادشاہوں اور شہروں کے باہمی قصے قضیئے بالکل لا متناہی تھے۔ ایسیہ کے حکمراں کے ہاتھوں انطاکوس کے مارے جانیکے بعد پومپی نے خاندان سلیوکیان کو معزول کر کے سوریہ کو ایک رومن صوبہ بنا دیا اور یہودیوں کی بجینی کی وجہ سے پومپی کو یروشلم بھی فتح کر کے اسنے یہودی ملوکیت کو یہودی قوم کے حدود تک محدود کر دیا۔

سنہ ۶۳ ق م کے بعد ایشیا میں جو ممالک رومن اقتدار کے ماتحت ہو گئے تھے انکی حسب ذیل تنظیم کر دیگئی: صوبے یعنی وہ قطعات جنپر روما کی حکومت چلتی تھی یا جنپر انکی نگرانی تھی ایشیا، بتھی نیہ پونتوس، کلیکیہ اور سوریہ تھے، ملوکیتیں: کاپادوسیہ؛ اسکے شمال میں غالطی دیوتاروس کا ملک جسمیں حصص غالطیہ و فرناکیہ و طرابزون شامل تھے؛ جنوب میں کوماگینے، جسپر ایک دوغلا خاندان حکمران تھا، جسکے آباؤ اجداد باپ کی طرف سے قدیم ایرانی نسلیوں کے اور ماں کی طرف سے سلیوکیوں کے جانشین تھے۔ میں یہاں چھوٹی چھوٹی ملوکیتوں کا ذکر صرف یہی کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ انمیں سے بعض مذہبی تھیں، اور ان حالات کی طرف باب ۲۹ میں پھر رجوع کرونگا۔ تمدن کے لئے بلدیات کی اہمیت بہت زیادہ تھی، اور لوکولوس و پومپی دونوں ہر طرح سے انکا دل بڑھاتے تھے چنانچہ پومپی نے ایشیا میں ۳۹ جدید شہر آباد کئے[1]

[1] ازمنہ وسطی میں ارمنستان پھر خلیج اسوس تک آگیا: سلطنت ارمنستان صغیر" پومپی کی تنظیم سوریہ؛

باب ۲۷

ایشیا اب ایک طرح کی "متقدس سلطنت روما" بن گئی تھی جس میں دنیوی اور مذہبی دونوں طرح کے حکمراں اور آزاد شہر پائے جاتے تھے، اور یہ کیفیت ملک کے لئے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - مارکوارٹ: روسی ادارت سیاسی Koenigreich Kleinarmenien,
Die Organization durch Pompejus, Marquardt, Roemische Staatsverf
۴، ۱۳۹ :
Th. Mommsen: Die Dynastie von "خاندان کوماگینے" - موم سن: کوماگینے
Kommagene رسالہ Athen Mittheil, ۱، ۲۷/۲۹؛ موم سن: "تاریخ روما" ۵، ۴۵۴؛ ہومان
و پخشٹائن: "سفر نامہ ایشیائے کوچک و سوریہ شمالی": Humann & Puchstein Reisen in
Kleinasien & Nordsyrien برلن ۱۸۹۱ء - اس کتاب میں نمرود داغ کے عمارت کی تصویر اور
بیان دیا ہوا ہے لیکن اس سے پہلے ہی حمدی بک نے اسے شایع کر دیا تھا - رائناش: "خاندان کوماگینے"
Reinach: La Dynastic des Commagenes "جریدۂ مطالعات یونان"
Revdes. Etedes grecpues ۱۸۹۰ء جلد ۳، ۳۶۲ -

اس خاندان کا ابو الآباد چوتھی صدی کا ایک باختری نژاد اورونت تھا، جو ایرانی صوبہ دار تھا۔
اس خاندان کے آخری بادشاہوں کے سلسلہ کو، جسے بابلوں نے غیر مکمل چھوڑ دیا تھا ("شاہان سوریہ":
ccviii Babelon: Rois de Syrie وغیرہ) اسے اب رائناش نے مکمل کر دیا ہے لیکن
اسمیں ابھی یقین کا پہلو نہیں پیدا ہوا) - یوورو وس ۲۱، ۱۹ (الف) میں کوماگینے کے جس صوبہ دار بطلیمایوس
کا تذکرہ ہے اسکا تعلق اسی خاندان سے تھا۔ اسکا بیٹا ساموساتا کا آباد کرنے والا ساموسیس تھا جسکے سکے
ابتک موجود ہیں (بابلوں: (ccviii) - اسکے بیٹے مہرداد کالی نی کوس نے انطاکوس ہشتم گریپوس
کی بیٹی لاؤدیس کے ساتھ شادی کی جسکے بیٹے انطاکوس اوّل نے ملک پر ۶۹ سنہ ق م سے پہلے سے
کم سے کم ۳۸ سنہ ق م تک حکومت کی، اور یہی وہ بادشاہ ہے جسنے نمرود داغ کی شاندار عمارت بنائی۔
کوماگینے کے باقیماندہ فرمانرواؤں کا بیان بابلوں: "شاہان سوریہ" میں دیا ہوا ہے اور انھوں نے آخرکار
کلیکیہ اور لیکاؤنیہ کے حصوں پر حکومت کی - ۷۲ سنہ ق م میں ویسپازیان نے اس سلطنت کا خاتمہ کر دیا اور
آخری فرمانروا کا بیٹا ایتھنز چلا گیا جہاں وہ آرخن ایپونیوس بن گیا۔ ایتھنز کے میوزخانے کی ویران عمارت
(جسکے کتبے ابھی تک موجود ہیں) اسی کا مقبرہ ہے۔ واضح ہو کہ اسکے جد امجد اورونت کو بھی ایتھنز ہی کی شہریت

بہت ہی مفید تھی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ ایشیائیوں کو بڑی بڑی رقمیں محاصل میں دینی پڑتی تھیں۔ پومپی نے رومن خزانے میں ۲۰ کروڑ سسٹرشیس (یعنی تقریباً ۳۶ کروڑ روپیہ) کا اضافہ کیا؛ اسکی فوج کو ۱۶ ہزار تالنت (یعنی تقریباً ۵ کروڑ روپیہ) ملا؛ اور جو فاتحانہ جلوس پومپی کا ۲۸ و ۲۹ ستمبر ۶۱ قم کو نکلا وہ نہایت تابناک تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ حاصل تھی (مجموعہ نوشتجات ایٹکا .C. I. A ۲، ۱، ۱۰۸) دراناشش یہاں نہایت دلکش انداز سے کہتا ہے: "قدیم ایرانی خاندان اپنے باخبر ہونے حوصلوں اور تلون کے تغیرات سے کبھی سواحل بحیرۂ ایجین اگرما اور کبھی قلعہ جات کوہ طاروس جاپڑتا اور آخرکار وہ پالاکس اپنے کے مقدس چٹان کی ایک چوٹی پر آکر ٹھہر گیا۔ یہاں یہ بادشاہ آرام کر رہا ہے اور اسکی یاد ان سب فرمانرواؤں سے کہیں زیادہ ہے جنھیں خود اسکے تختہ ہائے شاہی پر انکی موت نے آگھیرا تھا، اسلئے کہ اسوقت تک جبتک خوبصورتی کے سلک کا اتباع ہوتا رہے گا اور اسکے پیرو زیارت کے لئے یونان جاتے رہیں گے اسوقت تک اکروپولس کی روشنی سے باخبری اور وزنت کا روضہ برابر منور ہوتا رہے گا"۔ اس فلوپاپس سے اس کشش کا نہایت عمدہ ثبوت ملتا ہے جو مشرقیوں کو یونان کھینچ لاتی تھی۔ واضح ہو کہ فلوپاپس ایک رومن کانسل اور "برادران اروال" میں سے تھا (جنکے سپرد دیا دیا کے پوجا کا کام تفویض تھا)

سنہ ۳۰ قم سے سنہ ۳۱ قم تک پوروپی یونان کے حالات کے لئے میں ہرٹزبرگ ۱، ۴۸۶ وغیرہ کا حوالہ دونگا اور یہاں صرف چند امور بیان کرنے پر اکتفا کرونگا۔ رہزن پری پولاس کے مار دھاڑ کے بعد دینیہ میں: پلوٹارک: Cim: ۱، ۲۔ مقدونیہ کے پراپرتیور کالپرنیوس پیزو (سنہ ۵۷ قم) کو سسرو اپنی تقریر پیزو میں ویریز ثانی بتاتا ہے جسنے دولابیلا کے ماتحتی میں سنہ ۸۰ قم میں ایشیا کا اور اسکے بعد پروپرتیور کی حیثیت سے سسلی کا ستیاناس کیا۔

رومن رھوڈز میں بلاغت سیکھتے ہیں۔ اریوبارزان اول وسوم ایتھنز کی تزئین کرتے ہیں (ہرٹزبرگ ۱، ۴۳۶) پومپی ایتھنز کو ۵۰ تالنت شہر کے تزئین کے لئے دیتا ہے۔ پومپونیوس ایٹکوس ایتھنز کو فائدہ پہونچاتا ہے اور سسرو کی طرح ایلیوسس کے رازوں میں شریک کرلیا جاتا ہے۔ سسرو ایتھنز میں چھ مہینے رہتا ہے اور ہوریس و ورجل بھی ایتھنز آتے ہیں۔ ایتھنز میں اریوپاگوس کے اقتدار میں وسعت خاص طور پر قابل لحاظ ہے اور اب کو توالی، عدالت، تعلیمات اور مذہب پر اسکا اثر ہے (ہرٹزبرگ ۱، ۴۴۴) یا معلوم ہوتا ہے کہ استحفاظ کی خاطر روما نے اس مجلس کے اقتدار میں اضافہ کیا ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایتھنز روز بروز تمدن کا مرکز اور مدینۃ الحکمت بنتا جاتا ہے۔

باب بست و ہشتم

پومپی، قیصر، کراسوس

فارسالوس

قیصر مصر میں

فلپی

انتونی و کلیوپاترہ

مصر کی سیاسی حیثیت

سنہ ۶۳ ق م تا سنہ ۳۰ ق م

ہمارے قصے کا مابقی بیان کرنے میں زیادہ وقت درکار

نہیں ہوگا[1]۔ پومپی نے تو ایشیائی معاملات کو اپنے خیال اور خوشی کے مطابق طے کر دیا تھا، لیکن اس بندوبست کو قانونی جامہ پہنانے کے لئے اسکی ضرورت تھی کہ اسکی توثیق مجلس سینات میں کر دیجائے، اور یہ مجلس اس توثیق سے برابر گریز کرتی رہی، چنانچہ اس فاتح نے عمومی رہبر قیصر اور دولتمند کراسوس سے اتحاد عمل کر کے اپنے مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس طرز کار کی وجہ سے پومپی نے اپنے خطرناک ترین مد مقابل قیصر کو (جو اس سے کہیں زیادہ مستعد اور کہیں زیادہ چالاک تھا) آگے بڑھنے میں مدد دی۔ قیصر نے آہستہ آہستہ تمام غالیہ فتح کر لیا، اور اسی ملک میں، جو روما سے کچھ ایسا دور نہیں تھا، ایک نفیس لشکر کھڑا کر دیا جو محض اسکی ذات سے وابستہ تھا۔ اسی دوران میں کراسوس کو مشرق میں سرحد سوریہ پر پارتھیول کے مقابلے میں کامیابیاں ہوئیں، لیکن ایدیسہ کے جنوب میں کارھائے کے مقام اپنے انکے ہاتھوں شکست کھائی اور اسکے بعد جب وہ ایک جھگڑے کے طے کرنے کے لئے (جو بلاشبہ پارتھیول نے خاص طور پر پیدا کیا تھا) پارتھی سپہ سالار سورینا سے گفتگو کر رہا تھا تو اسے وہیں ملک عدم پہونچا دیا گیا (۵۳ ق م)۔ جب کتے سی فون میں شاہ پارتھیا کے سامنے یوری پدیس کے ناٹک باکھائے کا کھیل ہو رہا تھا تو اگاوے کے بجائے پن تھیوس کے کراسوس کا سر لئے ہم یونانی حاضرین کے سامنے نمودار ہوا اور اسکے کھتے ہی فتح و نصرت کے اس خونی ثبوت کو دیکھ کر واہ واہ اور مرحبا کے شور سے تماشہ گاہ گونج اٹھا۔ ۵۱ ق م میں فاتح خود سوریہ میں تو داخل ہوئے لیکن کایوس کاسیوس نے نہایت دانشمندانہ طرز پر دشمن کی مدافعت کی۔ اب پومپی اور قیصر تنہا ایک دوسرے کے روبرو تھے۔ پومپی از سر نو اس فریق یعنی اعیانیوں سے جا ملا تھا جنکے ساتھ اسنے اپنی زندگی کے

---

[1] خانہ جنگی سے جس عہد کی ابتدا ہوتی ہے اس کے لئے علاوہ مستند تاریخ ہائے روما کے مفصلۂ ذیل کتابوں کا مطالعہ سودمند ہوگا:- یوداۓخ: "قیصر مشرق میں" Judeich: Caesar in Orient لائپزگ، ۱۸۸۵ء؛ خصوصاً گارٹ ہاؤزن: "آگستوس اور اسکا عہد" Gardthausen: Augustus und seine Zeit ا، ۱ و ۲، لائپزگ ۱۸۹۱ء۔

ابتدائی ایام بسر کئے تھے، اور قیصر کا مقصد بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ عمومی سردار کی جگہ تمام مملکت کا سردار بن جائے۔ الغرض دونوں شخصوں کے درمیان ۴۹ ق م میں تنازع برپا ہوگیا۔ قیصر نے روما پر قبضہ کرلیا، پومپی کے پیروں کو ہسپانیہ میں بمقام الرڈہ شکست دی اور خود کو آمر مطلق بنوالیا؛ اسکے بعد وہ مشرق کی طرف چلا اور ۴۸ ق م میں فارسالوس کے مقام پر خود پومپی کو شکست دیدی۔ اسطرح سلطنت روما کے اس عظیم الشان بحرانی کیفیت کو فرو کرنے کے لیے مشرق کی یونانی دنیا کو ایک خاص اہمیت حاصل ہوجاتی ہے۔ اسی میں سب سے اہم مناظر پیدا ہوتے ہیں، اور اسی میں پہلے قیصر کے مخالفوں، پھر ثلاثیہ کے مخالفوں اور آخر میں قیصر کے متبنّی کے مخالفوں کو میدان عمل ملجاتا ہے۔ لیکن مغرب ہی نے آخر پلڑے جھکائے۔ اور اگر یونانی اصولاً قیصر اور اوکتاویانوس کے خلاف تھے تاہم انکے حریفوں یعنی پومپی، قاتلان قیصر اور انتونی کی سفیہانہ کارروائیوں کیوجہ سے انکی معاندانہ روش کو بدلدیا۔

دہانہ پے نیوس سے پومپی اعنی پوکس متی لنہ، اتالیہ (بلک پم فیلیہ)، اور قبرص ہوتا ہوا مصر پہونچا۔ مصر میں بطلیموس اولے تیس کے ۲۱ سالہ بیٹی کلیوپاترہ ہفتم اور ۱۳ سالہ بیٹا بطلیموس چہاردہم جن کا پومپی کسی زمانہ میں اتالیق رہا تھا حکمران تھے۔ اولے تیس آخری بطالسہ کی طرح ایک ظالم اور بے اصول شخص تھا جسنے رومنوں کیساتھ اور جسکے ساتھ رومنوں نے بے پرواہی کا برتاؤ کیا تو ان بھائی بہن کی آپسمیں نسبت ہوگئی تھی لیکن دونوں میں جھگڑا ہوجانے کی وجہ سے بطلیموس کے ساتھیوں نے کلیوپاترہ کو ملک سے نکال دیا تھا اور شام کی سرحد پر اس سے برسر پیکار ہوگئے تھے۔ پومپی کا خیال تھا کہ جب وہ مصر پہونچے گا تو اسکے شاگرد اسے خوش آمدید کہیں گے لیکن جب اسکی کشتی پیلو زیوم کے قریب کوہ کاسیوم کے بندرگاہ میں لنگر انداز ہوئی اور اس نے بطلیموس کے پاس پیام بھیجا تو مصر کے وزرا پوتھی نوس و اپیلاس نے نوعمر بادشاہ کو صلاح دی کہ تمام مشکلات سے نکلنے کی بہترین تدبیر یہ ہوگی کہ پومپی کا کام تمام کردیا جائے، چنانچہ پومپی سے کنارے پر جانے کیلئے ایک کشتی میں بیٹھنے کے لئے کہا گیا اور اسکے بیٹے سیکستوس اور اسکی بیوی کے سامنے (جو جہاز پر ہی رہ گئے تھے) اسے قتل کردیا گیا۔ اُدھر

قیصر ہیلیس پونٹ و رہوڈز ہوتا ہوا اسکندریہ پہونچا، اور جب اسے پومپی کا سر دکھایا گیا تو (کیٹے سی فون کے واقعہ کے بالکل برعکس) اسپر اسکا بیحد اثر پڑا۔ مصریوں کو امید تھی کہ وہ ملک سے فوراً چلا جائے گا، لیکن دو چیزوں نے اسے مصر چھوڑنے سے باز رکھا، ایک تو روپیہ جمع کرنے کی خواہش اور دوسرے کلیوپاترہ کا دلفریب حسن، اور چونکہ اسکے پاس بہت کم فوج تھی اسلئے مصری وزرا نے بھی اسکے قیام کو مناسب ہی سمجھا تاکہ وہ آسانی سے اسکا کام بھی تمام کر دیں۔ انھوں نے اسکندریہ کے باشندوں اور رومن حرس سے (جو ۵۵ق م سے وہاں مقیم تھا) بغاوت کرادی، اور بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ ثلاثیہ کے تیسرے رکن کا خاتمہ بھی مشرق ہی میں ہو جائے گا۔ ایک مرتبہ تو اسے ایک ڈوبتے ہوئے جہاز میں سے کنارے تک تیرنا پڑا، اور اسے شہر کے ایک چھوٹے حصے پر قابو رکھنے اور سمندر سے اسکے رسل و رسائل جاری رکھنے میں بڑی مشکل پڑی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ جس بغاوت کا اسے سامنا کرنا پڑا تھا اسے رومن سپاہیوں کی مستعدی سے بڑی مدد ملی تھی۔ بہر حال، اسکی اسی وقت گلو خلاصی ہوئی جب مہرداد اعظم کا بیٹا مہرداد ایک فوج لیکر مصر پہونچا اور پیلوزیوم پر قبضہ کرکے دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر ہو کر آگے بڑھا۔ اب قیصر نے اپنے لشکر کو جہازوں پر سوار ہونے کا حکم دیا، وہ فاروس کا دور کرکے اسکندریہ کے مغرب میں اترا اور ماریوتی جھیل کا چکر لگا کر مہرداد سے مل گیا۔ آخر کار متحدہ افواج نے مصریوں کو شکست دیدی اور لڑائی میں خود شاہ بطلیموس ڈوب کر مر گیا۔ اب قیصر نے تمام اسکندریہ پر قبضہ کرکے مصر کو زیر کرلیا حکومتِ مصر کلیوپاترہ اور اسکے دوسرے بھائی بطلیموس کے سپرد کرنے کے بعد اسنے شام کا رخ کیا، جہاں اسنے انطاکیہ، بطلیمائس، گبالہ، لاؤدیکیہ بہ ساحل بحر اور روسوس کو انکی وفاداری کا انعام دیا اور رومن حرس و محاصل سے یہودیوں کو جو آزادی حاصل تھی اسکی توثیق کی۔ اسکے بعد اسنے ایشیائے کوچک جاکر مہرداد اعظم کے بیٹے اور قاتل فارناکیس کو زیلا کے مقام پر شکست دی (واضح ہو کہ یہی وہ لڑائی تھی جسکے بعد اسنے مجلس سینات کو وہ مشہور تین لفظ "میں آیا، میں نے دیکھا، میں نے مغلوب کیا"، لکھ کر بھیجے تھے) فارناکیس کو خود اسکے ہی صوبہ دار اسانڈر نے

باب ۲

بوسفورس میں جان سے مارڈالا۔ اب قیصر نے ایشیائے کوچک کی تنظیم میں چند تبدیلیاں کیں؛ اور قبرص کو، جسے رومن حمایت میں آزادی حاصل تھی؛ دوبطالسہ کے حوالہ کرنے سے دیار شرقی میں انتونی کے غیر رومیانہ طرز عمل کی گویا ابتدا کردی۔

یہاں ہم خانہ جنگی اور قیصر کے کامیابیوں کا ذکر نہیں کر سکتے اور تھاپسوس ومندا کا بھی اس موجودہ تاریخ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہاں ہم ان تدابیر پر بھی بحث نہیں کرینگے جو سلطنت روما کے تنظیم کے لئے اسکے دماغ میں تھیں اور جنمیں سے بعض کو وہ پورا کرسکا اور بعض کو نہیں۔ اگر ان تدبیروں سے وہ سلطنت کا شخصی حکمران بن جاتا، جیسا بعض کا ایک حد تک صحیح خیال ہے؛ تو ہمیں شبہ نہیں کہ اس دستور کو اتنا استقلال نصیب نہ ہوتا جیسا اسکے بھتیجے کے سیاسی نظم سے روما کو میسر ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ عدیدیت کو (جو بالکل ناکارہ ہوگئی تھی) زیر کرنے کی تو بیحد ضرورت تھی؛ لیکن ساتھ ہی بے میل سطلق العنانی اسکی جگہ کو پُر نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کم از کم ہمیں تو لشکر کی گنجایش نہیں کہ قیصر کی مجلس سینات کو (جو اسوقت تک صاحب اقتدار رہ چکی تھی) محض مجلس شوریٰ بنا کر ذلیل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اس دوراندیشانہ تدبر کا مادہ نہیں تھا جو بعض مصنف اسکے ساتھ منسوب کرتے ہیں؛ اور اگر ہم اس واقعے کو ان خیالات کے ساتھ ملائیں جو اس زمانے میں عام تھے؛ تو پھر ہم اس کے قتل کی ماہیت اور اہمیت کو اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں۔ عین اسوقت جب یہ خود سرا ایک دوسرے سکندر کے مانند سلطنت پارتھیا کو فتح کرنے کی فکر میں تھا، اسکے دشمنوں نے یونانی انداز سے اسکا خاتمہ کردیا[۱]۔

---

[۵] کاسیوم کا محل وقوع: بیڈیکر؛ "مصر" Bæd.: Aegypten ۱، ۴۵۲۔

گباله؛ ہیڈ، ۶۵۹؛ بیڈیکر: "فلسطین" ۲۸۶۔

قیصر بطلیموسی شہزادوں کے حوالہ قبرص کردیتا ہے؛ دیون کاسیوس ۴۲، ۳۵۔ مجھے اس کا علم نہیں کہ آیا موم سن اس واقعہ کو اپنی کسی کتاب میں بیان کیا ہو۔

قیصر۔ موم سن نے قیصر کی ایک نہایت تابناک تصویر کھینچی ہے اور اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ قیصر کا مقصد اعلیٰ یہ تھا کہ اپنے قعر مذلت میں گرے ہوئے ملک اور اس سے بھی زیادہ ذلیل ہمسایہ

وہ جنگیں جو قیصر کے قتل کے بعد برپا ہوئیں اور برابر آخری بندوبست سلطنت تک جاری رہیں وہ زیادہ تر مشرقی ممالک اور ونیا کے یونان میں لڑی گئیں۔ قیصر کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ یعنی یونانی قوم کے سیاسی، فوجی، ذہنی اور اخلاقی نشاۃ ثانیہ کو فروغ پہونچائے" (تاریخ روما ۴۳۰، ۴۳۱)۔ پھر صفحہ ۴۲۲ پر وہ کہتا ہے کہ "جس بے خطا قابلیت کے ساتھ اسنے رومن مملکت کو ایک نئے قالب میں ڈھالا اسی سے اس نے یونانی قوم کے احیاء کا ذمہ لیا اور سکندر اعظم نے جس کام کی ابتدا کی تھی اُسے از سر نو شروع کر دیا"۔ اگر یہ سب درست ہے تو پھر قیصر کی شخصیت تاریخ یونان میں بھی ایک نمایاں شخصیت بن جائے گی لیکن میرے پاس اسکا کوئی ثبوت موجود نہیں کہ یہ اسکے اعلیٰ دارفع مقاصد تھے اور اسکے کارناموں کے ایسے درخشاں نتیجے نکلے اور جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ موم سن کی کتاب کے گیارھویں باب کا وہ حصہ جسمیں قیصر کا کردار بنایا گیا ہے، اب جرمانی مدارس کے کتب نصاب میں داخل ہو گیا ہے تو پھر میں پہلے سے بھی زیادہ اپنے خیال کا اعادہ کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک موم سن نے اپنی رائے کا ثبوت نہیں دیا اور اسکی ضرورت ہے کہ ہم اس عدم ثبوت کا پوری طور پر اندازہ کرلیں۔ موم سن نے قیصر پر جو حکم لگایا ہے اس سے بعض دیگر مورخین نے بھی اختلاف کیا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ اگر موم سن کے صغرےٰ کبرےٰ (یعنی قیصر کے انفرادی کارناموں) کو پیش کیا جائے اور پھر یہ ثابت کر دیا جائے کہ ان سے وہ نتیجے نہیں نکل سکتے جو موم سن نے نکالے ہیں، تو پھر ہم اس قصے کو اپنے اصلی رنگ میں دیکھ سکیں گے اور اس زمانے کے رومنوں اور یونانیوں کے متعلق ایک صحیح تر رائے قائم کر سکیں گے اور اس رائے پر زور دے سکیں گے کہ قیصر نے جس سیاسی دستور کا نفاذ کرنا چاہا اسکے وہ مستحق نہیں تھے۔ موم سن کے بیان میں پہلا نمبر بلدیہ کی تو الی کے تنظیم کا ہے۔ یہاں بلاشبہ قیصر کی اصلاح سود مند ثابت ہوئی۔ اسکے بعد موم سن اس خراب معاشی حالت کو تفصیل سے بیان کرتا ہے جس سے قیصر اٹلی آنے پر دوچار ہوا (صفحہ ۴۹۱)۔ وہ کہتا ہے کہ "اس مرض کی بنیاد ناقابل علاج تھی اور جو کچھ ادویہ اسکے لئے استعمال کیجاتی تھیں انکا منبع و ماخذ خود عوام ہو سکتے تھے یا مرور ایام کے اثرات۔ واقعہ یہ ہے کہ ہوشیار سے ہوشیار طبیب کی طرح سے عقلمند حکومت بھی خون فاسد کو خون صالح میں تبدیل نہیں کر سکتی یا اس سے زیادہ نہیں کر سکتی کہ ان نقائص کا انسداد کرے جو فطرت کے شفا بخش قوتوں کو روکتے ہیں"۔ اسمیں شبہ نہیں کہ قیصر نے اپنے اصلاحات کو عمل کا جامہ پہنایا اور ان تمام حدود کے ساتھ جو موم سن نے شمار کئے ہیں اسے بہت کچھ کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ روما اور اٹلی کے بعد صوبوں کی باری آئی۔ یہاں موم سن کہتا ہے کہ قیصر سے

باب ۲۰

قاتلوں کا، اور پھر انتونی کا دارومدار مشرق پر، اور سلیکس توس پومپی کا دارومدار
یونانی سسلی پر ہے۔ قیصر کا ارادہ تھا کہ بروتوس کو مقدونیہ کا اور کاسیوس کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ پہلے روما میں عام خیال پھیلا ہوا تھا کہ صوبے رومن قوم کی گویا
جاگیریں ہیں، لیکن قیصر نے اس خیال کا ازالہ کر دیا" (ص ۵۰۴)۔ یہ رائے موم سن کی اس رائے
سے مختلف ہے جسکا اسنے دوسری جگہ اظہار کیا ہے۔ ہم باب ۱۹، حاشیہ ۵، میں دیکھ چکے ہیں کہ
نہ صرف اپنی "تاریخ روما" میں بلکہ رومن قانون عامّہ پر اسنے جو کتاب لکھی ہے اسمیں بھی یہی رائے
ظاہر کی ہے کہ "جاگیر" کا نظریہ کایوس گراکھوس سے گایوس تک تسلیم کیا جاتا تھا۔ اب میں اسے
مطلق باور نہیں کرتا (باب ۱۹ حاشیہ ۵) کہ اس نظریہ کے ابتدا کایوس گراکھوس سے ہوئی تھی،
یا یہ کہ قیصر نے اس خیال کا ازالہ کر دیا تھا، لیکن ظاہر ہے کہ موم سن خود یہ نہیں کہہ سکتا تھا، ورنہ پھر
یہ نظریہ گایوس کے زمانے میں دوبارہ کیسے نکل سکتا تھا۔ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ قیصر کے ارادوں
کے برعکس امپراطوریہ کے عہد میں یہ خیال از سر نو رائج ہو گیا، لیکن اسکا کیا ثبوت ہے کہ قیصر نے
اس خیال کا ازالہ کر دیا تھا۔ اپنے قول کے ثبوت میں موم سن صرف یہ واقعہ پیش کرتا ہے کہ
قیصر نے اطالویوں کو صوبوں میں بھیجا کر آباد کر دیا تھا، اور سوال یہ ہے کہ اس سے صوبوں کے حالات
میں بہتری پیدا ہوئی یا اس سے انکی مرفہ الحالی میں کمی ہوئی۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ موم سن
قرطاجنہ کی آبادکاری کو خاص طور پر اپنے خیال کے ثبوت میں پیش کرتا ہے (۵۱۱، ۵۱۲)
اور کہتا ہے، (ص ۵۱۱) کہ یہاں قیصر کایوس گراکھوس کے اصول پر کاربند ہوا لیکن ہم دیکھتے
ہیں کہ خود موم سن ("تاریخ روما" ۲، ۱۱۱ (۱۲۰، ق م) کے قول کے مطابق جب کایوس گراکھوس
نے افریقہ میں رومن نوآبادی کی بنیاد ڈالی تو اسنے یہ نیا نظریہ پیش کیا کہ ماتحت علاقوں کی اراضی
مملکت کی "خانگی ملک" ہے۔ یہی تو پرانی "جاگیر" کا نظریہ ہے اور اسمیں وہی طلب زر ہی تو مضمر ہے
جب قیصر اسی کا اعادہ کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اسنے یہ سب سلطنتی پہلو کو لئے ہوئے کیا لیکن ہمارے
نزدیک یہ قرین قیاس نہیں۔ صرف یہی بات اوپر کے واقعات سے عیاں ہے کہ قیصر نے صوبوں کے
ساتھ بعینہٖ وہی سلوک کیا جو کایوس گراکھوس نے کیا تھا اور اس نے کسی نسبتہً کم لطف و کرم کے
خیال کا ازالہ نہیں کیا۔ موم سن اسکے بعد سلطنت روما کے عام قانونی اصلاحات پر بحث کرتا ہے
اور دکھاتا ہے کہ قیصر نے اس شعبہ میں بھی کچھ نہ کچھ اصلاحات کئے لیکن یہاں بھی جو کچھ ہوا اسکے

سوریہ کا صوبہ وار مقرر کیا جائے، اور اب اس کے انتقال کے بعد یہ دونوں ایتھنز گئے، جہاں ہارمودیوس وارسطوگی تون کے مجسموں کے قریب ان کے بت نصب

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اعتبار سے قیصر کی ذرا مبالغہ آمیز مدح سرائی کی گئی ہے اسلئے کہ موم سن "ایک جدید ضابطے کے خاکے" کو قیصر کی طرف منسوب کر کے اور اسے مختلف امور کو طے کرنے کے لئے ضروری قرار دیکر اسکی ذرا مبالغہ آمیز مدح سرائی کرتا ہے۔ لیکن اوّل تو قیصر کا ارادہ کبھی پورا نہیں ہوا، اور "ضروری" اصطلاحات کبھی ظہور پذیر نہیں ہوئے اور دوسرے اسکا قابل تعریف پہلو صرف موم سن کا خیال ہی خیال ہے اسلئے کہ وہ خود کہتا ہے کہ "چونکہ قیصر کا یہی ارادہ ہوگا اسلئے ضرور اسکا یہ ارادہ تھا"۔ بدقسمتی سے لوگ اپنے ارادے کو عمل میں لانے سے مجبوراً باز رہتے ہیں لیکن ہم کسی شخص کی طرف صرف وہی امور تو منسوب کر سکتے ہیں جو یا تو پورے ہو گئے ہوں یا از کم از کم جنکا ارادہ ظاہر کیا گیا ہو اور محض یہ کہہ کر کہ "فلاں بات ضرور فلاں شخص کا ارادہ ہوگا" اس شخص کے ساتھ واقعتاً اس ارادے کو منسوب کرنا تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر میں موم سن کہتا ہے کہ سکہ سازی میں جن اصلاحات کی "ابتدا کی جا چکی تھی"۔ قیصر نے انھیں جاری رکھا، اور جنتری میں بھی اصلاح کی۔ ان سب باتوں کو مدنظر رکھ کر موم سن اپنی اس رائے کا اظہار کرتا ہے کہ قیصر نے ایک "ایسا ایوان تعمیر کیا جس میں کسی قسم کی خامی نظر نہیں آتی" اور جسکا ہر ایک پتھر قیصر کے غیر فانی بنانے کے لئے بالکل کافی ہے"۔ لیکن ہماری دانست میں دوسروں کے خیالات پر عمل کر کے (جیسے سکوں کے اصلاح کا مسئلہ تھا) کوئی شخص غیر فانی نہیں بن سکتا اور "ہر پتھر" ہمارے نزدیک اس انعام کے لئے "کافی" نہیں تھا۔ الغرض چونکہ قیصر نے صوبوں کے ساتھ تقریباً ویسا ہی سلوک کیا جیسا اسکے پیشرو کرتے آئے تھے، اور چونکہ اس کے طرز کار کی ماہیت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، اور چونکہ اٹلی میں اسنے صرف باد مخالف کو روک دینے پر اکتفا کیا، اس لئے ہمارے نزدیک اسکا کام صرف کوتوالی، بلدئی، تسکیکی اور تقویمی اصلاحات تک محدود تھا۔ ہم خود کہتے ہیں کہ یہ سب نہایت کارآمد اصلاحات تھیں، لیکن محض انسے وہ اس قصیدہ خوانی کا مستحق نہیں بنتا جسکی اسپر بارش کیجاتی ہے۔ اب میں ایک اہم معاملے کی طرف ناظرین کرام کی توجہ مبذول کرونگا جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ یہ سب تعریف و توصیف قطعاً نامناسب ہے۔ سوال یہ ہے کہ قیصر سلطنت روما کے لئے کس قسم کا دستور بنانا چاہتا تھا؟ موم سن کہتا ہے (صفحہ ۴۲/۴۵۱) کہ وہ قدیم بادشاہوں کی طرح واحد حاکم اعلیٰ بننا چاہتا تھا، جسکے یہ معنے ہوئے کہ اسکی آرزو آمر مطلق بننے کی تھی۔ بلاشبہ وہ قانون سازی کے اختیارات میں عموم کو بھی شریک کار

باب ۲۸

کئے گئے؛ وہاں سے انھوں نے مشرق کی راہ لی جہاں دولابیلا کو شام میں شکست دیکر لاؤدیکیہ اور طارسوس کو ویران کیا۔ اسکے بعد کاسیوس ایشیائے کوچک میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ بنانے کا خواہشمند تھا لیکن خود موم سن کہتا ہے کہ یہ عمومی اقتدار ایک ایسے سائے کے مماثل تھا جس کی اصل نہ ہو" اور ایسا رسمی مقتدر اعلیٰ" تھا جس کے ساتھ ہر قسم کی حکومت" آسانی کے ساتھ مفاہمت کر سکتی ہو"۔ قیصر کی مرضی یہ تھی کہ مجلس سینات کی نوعیت محض صلاح کار کی رہجائے لیکن یہ خاکسارانہ حصہ بھی کسی مادی بنیاد پر قائم نہیں تھا، چنانچہ" بعض مرتبہ مجلس سینات میں ایسی تجویزیں بھی منظور ہو جاتی تھیں جنکا کسی موجودہ سیناتی کو خیال تک نہیں ہوتا تھا۔ (موم سن) اس دستور کا گویا ماحصل یہ تھا کہ روما پر مطلق العنانی کے صاف اور صریح اصول پر حکومت کیجائے اور سیاسی مجالس سے مضحکانہ انداز سے مدد لی جائے کیا یہی وہ حکمت عملی تھی جسکے ذریعہ سے ان لوگوں کو نیا جنم دیا جانے والا تھا جو اخلاقی اعتبار سے قیصر سے کسی نہج کمتر نہیں تھے؟ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ کوئی خاص شخص ان لوگوں کے ساتھ جنپر وہ اپنے لطف و کرم کی بوچھار کرے انھیں اپنے سے کمتر درجہ کا سمجھنے میں حق بجانب ہے، اور کیا ایسی اصلاحات خوددار انسانوں کی واقعی اخلاقی اصلاح کے لئے کافی ہو سکتی ہیں؟ خود موم سن کی یہ رائے ہے (۲، ۱۰۹) اگر کسی ملک کیلئے مطلق العنانی ایک بڑی بھاری مصیبت کے مترادف ہے"، لیکن موم سن یہ بھی کہتا ہے کہ یہ مصیبت اتنی بڑی نہیں جتنی کہ عدیدیت کی مطلق العنان حکومت" جس سے ہم یہ استنتاج کر سکتے ہیں کہ اسکے نزدیک قیصر کا وجود مملکت کے لئے ایک" بڑی مصیبت تھا" لیکن اس مصیبت کا درجہ ذرا کم تھا۔ مطلق العنانی عدیدیت میں حکام میں سے ایک حاکم دوسروں پر قابو حاصل کر سکتا ہے (جیسا تھسیلیہ میں ہوا)، لیکن اگر حاکم ایک ہی ہو، اور وہ ہی اپنی عقل کھو بیٹھے تو پھر مشکلات سے نکلنا نہایت ہی دشوار ہو جائے گا۔ اس قسم کا دستور بنانا ویسا ہی ہوگا جیسا ملک الشیاطین کا چھوٹے چھوٹے عفریتوں کو نکال باہر کرنا، اور یہ کارروائی نہایت سودمند ہو، لیکن اس سے ملک الشیاطین کی نیکی کا ثبوت ہرگز نہیں ملتا۔ موم سن کہتا ہے کہ قیصر کے محبوب بننے کے خواہش سے اسکے قول اور فعل دونوں میں اعلیٰ درجہ کا استقلال پایا جاتا ہے، اور اسی سے ہم اسکے ذہنی زاویۂ نگاہ کا پتا چلا سکتے ہیں۔ میری یہ رائے ہرگز نہیں ہے کہ قیصر کی یہ خواہش کو اسکے دوسرے افعال کا لازمی نتیجہ کہا جا سکتا ہے، بلکہ میرے نزدیک اس قسم کے ارادے سے اسکی (اور اس کے پیشرو سکندر کی) سخت بے ربطی ظاہر ہوتی ہے (دیکھو جلد ۳، باب ۲۵، حاشیہ ۳۸)، لیکن اگر (موم سن کے قول کے

میں بڑھا گیا اور رھوڈز کو تاراج کیا۔ بروٹوس بھی ایشیا گیا لیکن وہاں لکیہ کے
بہادر باشندوں کو زیر کرنے میں اتنا وقت لگا دیا کہ انکی وجہ سے اس صوبے والے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - سابق) اس قسم کے دعوے سے قیصر کے استقلال کا اظہار ہوتا ہے
تو یہ استقلال خلل دماغ پر مبنی تھا۔ اس قسم کا استقلال آخری شہنشاہوں کے ساتھ بھی منسوب کیا جاتا
ہے، اور اگر قیصر کو بھی وہی مرض تھا تو پھر ہمارے نزدیک لانگے کا نظریہ جو اسنے "قدیمیات روما"
Lange: Rœm-Alt ۳۰۲/۵ میں پیش کیا ہے یعنی یہ کہ آخری زمانے میں قیصر کا دماغ
خراب ہو گیا تھا، بالکل درست ہوگا۔ اگر اس طرح کے شخص کے ساتھ رومنوں اور یونانیوں کے
"سیاسی، فوجی، ذہنی اور اخلاقی احیاء" کے مقصد اعلیٰ کو منسوب کیا جاتا ہے تو اول تو قیصر کے انفرادی
کارناموں سے اس مقصد کا ثبوت ہی نہیں ملتا، اور دوسرے کم سے کم اسکے دعوئے الوہیت کا تو
اس سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ یونان و روما کے معبودوں کی طرف علی العموم احیاء صفات
انسانی کا کام منسوب نہیں کیا جاتا تھا، اور خود سکندر بھی محض اسلئے معبود نہیں بنا کہ اسے اس طرح
کسی خاص انسان کے بہتر بنانے کی خواہش تھی۔ صرف ایک بات قیصر کے بابت صاف ظاہر ہے،
وہ یہ کہ وہ اپنے آپکو رومنوں اور انکی سلطنت کا بلاشرکت غیرے مالک بنانا چاہتا تھا، اور
چونکہ موجودہ عدیدیت کے قطعی ضرر رسانی کی وجہ سے یہ تبدیلی سلطنت کے لئے بالواسطہ سودمند
ہوتی اسلئے اسنے ایک طرح پر سلطنت کے فوجی اور سیاسی احیاء کی طرف قدم اٹھایا، لیکن
ہمیں اسکا مطلق علم نہیں کہ اس احیاء کا (خود قیصر کے ذہن میں) لوگوں کے ذہنی اور اخلاقی
کیفیات پر کسطرح مفید اثر پڑسکتا تھا۔ یہاں ہم ایک دوسری بات بھی کہیں گے۔ اقوام کے ذہنی
اور اخلاقی بہتری بڑے بڑے مقننوں (مثلاً سولون) کا مطمع نظر رہی ہے لیکن قیصر اور سولون
کے مابین بڑا بھاری بُعد تھا اسلئے کہ اسمیں ایک چیز کی کمی تھی یعنی ایک سولون بننے کیلئے جس
اخلاقی خوبی کی ضرورت ہے وہ اسمیں کافی مقدار میں موجود نہ تھی۔ ہمارے اس قول کے ثبوت
میں کسی دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس مسئلے پر موم سن صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتا ہے
کہ اسنے کلیوپاترہ کے ساتھ جو ناجائز تعلق پیدا کیا وہ محض سیاسی حکمت عملی پر مبنی تھا! اگر یہ واقعہ
بھی ہے تو پھر اسنے اسے روما کیوں بلایا۔ ہمارے نزدیک اس تعلق کی بنیاد اسقدر سیاسی
حکمت عملی نہ تھی جتنی عیش و عشرت۔ اسنے اسکے چھوٹے بھائیوں کو ایک مختصر سی ریاست کا کھلونا

اس مخالف اور اس سے بدظن ہو گئے۔ الغرض قیصر کے قتل کیے بعد کا جوش مشرق میں برابر گھٹ رہا تھا، اسکا سیاسی واقعات پر بہت کم اثر پڑا اور آخرکار

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — دے دیا تھا، تو کیا اس سے قبرصیوں کے اخلاق کی درستی مقصود تھی؟ موم سن کہتا ہے کہ قیصر طبعاً ملنسار اور خشک مزاج تھا اور ہم اس سے اس بارے میں متفق ہیں؛ لیکن ان صفات کا شخص کبھی کسی قوم کو ذہنی اور اخلاقی اعتبار سے کسی قوم کو منقلب کرنے کا اہل نہیں ہوتا اور اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ اگر انقلاب ممکن بھی ہے تو اس کے ذریعے سے وہ عمل میں نہیں آ سکتا، بلکہ اسکے لئے جن صفات کی ضرورت ہے وہ جوش اور مطلبیت ہیں۔ موم سن قیصر کا مقابلہ فارقلیس و کرامویل سے کرتا ہے، لیکن ان دونوں میں کسی طرح خشک مزاجی نہیں تھی۔ ہمارے نزدیک موم سن نے قیصر کی جو تصویر کھینچی ہے اسکے نفسیاتی اعتبار سے غلط ہونے کی یہی ایک دلیل کافی ہے۔ الغرض اس سے ہمارے اس حاشیہ کا مقصد پورا ہو جاتا ہے کہ قیصر کا نہ تو یہ مدعا تھا کہ یونانیوں کا احیا کرے نہ واقعتاً انکا احیا ہوا۔ اب اگر ہم منفی سے مثبت کی طرف پھریں تو دو چیزیں ایسی ہیں جن پر ہمیں غور کرنا پڑے گا، ایک تو اسکی شخصیت اور دوسرے اسکے کارنامے۔ ذاتی طور پر اسمیں جذب و کشش کا مادہ ہے۔ وہ خوش مزاج ہے اور اسمیں انسانی جذبات بھی ہیں، وہ عمل میں آزاد ہے اور جو کرتا ہے فوراً کرتا ہے، وہ تنظیم کا ماہر ہے اور میدان جنگ میں اسکی عظمت میں کلام نہیں بحیثیت ایک فرد کے وہ سکندر کے برابر ہے اور ان دونوں میں جو فرق ہے وہ یہی کہ قیصر کے اخلاق سکندر سے زیادہ پست ہیں اور اسمیں مطلبیت کا نام نہیں۔ جب وہ اپنی شخصی نظریوں کو عمل میں لانا چاہتا تھا تو اسوقت وہ فطرت انسانی کا مطالعہ چھوڑ چکا تھا، یا کم از کم یہ کہئے کہ اسے بنی نوع انسان کے خصائص کے مطالعے کی پروا نہیں رہی تھی؛ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو پھر وہ خود اپنے ظاہری دوستوں کے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔ اس کا تدبر ایک حد تک مفید اور کامیاب تھا اور ایک حد تک ناکام؛ سلطنت کا سکون اور اصلاحات کی ابتدا یہ دونوں کام مفید تھے؛ ناکامی اس کی اس کوشش کو ہوئی کہ ایک ایسی مطلق العنان حکومت قائم کرے جسمیں (موم سن کے قول کے مطابق ص ۴۸۷ ج ۵) وہ آقا بنے اور اسکے ہم جلیس اسکے مددگار (جنھیں "ساتھیوں" کا رتبہ تک حاصل نہیں ہوتا) گویا اسکے غلام ہوں جو اسکی جاگیر میں کام کرتے رہیں۔ ہمیں یہاں اسکی ضرورت نہیں کہ رومن شہریوں کے لئے اس نظم میں جو جگہ باقی رہتی اسپر غور کریں۔ یہ تدمغ ہی اسکے خاتمے کا باعث ہوا۔ اگسٹس اس سے بالکل مختلف تھا۔ اسمیں دور اندیشی پائی جاتی تھی، اور خود اسمیں اور دوسروں میں جن جن باتوں کی کمی تھی اُنسے وہ واقف تھا اور

جیت اسی کی رہی جسکے ہاتھ میں تلوار تھی چنانچہ ان مسائل کو فلپی کے میدان میں قرار ملا، جہاں جمہوری رہبروں کی حماقت اور انکے مخالفوں کی شجاعت دونوں نے مل کر معاملات سیاسی کو ہموار کر دیا (۴۲ سنہ ق م)۔ کاسیوس کے اپنے آپ کو بلا وجہ ہلاک کر دینے کے بعد اب اعیانی گروہ کا واحد رہبر سیکس تو س پومپی تھا جسنے اب سسلی میں ایک طرح کی قزاقانہ ملوکیت قائم کر لی۔ کچھ مدت تک سیکس توس کی قسمت نے اسکا ساتھ دیا اور اسکی قوت برابر ترقی کرتی رہی، تا آنکہ اسنے سامان رسد روما جانے سے بالکل روک دیا اور اسطرح رومنوں کی ذہنیت پر براہ راست اثر ڈالا چنانچہ ۳۶ سنہ ق م میں اوکتا ویانوس اور انتونی دونوں کو اسکی خود مختاری کو تسلیم کرنا پڑا۔ لیکن ۳۶ سنہ ق م میں اگریپا نے سسلی کے شہر نولوخوس کے قریب اُسے ایک بحری لڑائی میں شکست دیدی جس سے اسکی آزادی کا خاتمہ ہوگیا۔ اور وہ آخر ایشیا بھاگ گیا جہاں اسکا انتقال ہوگیا۔ سسلی ہی میں ثلاثیہ کا تیسرا فرد لیپی دوس اپنی حماقت سے اپنا اقتدار کھو بیٹھا اور اب اوکتا ویانوس کا دیار مغربی میں کوئی بھی مد مقابل نہیں رہا۔

مشرق میں سیاسی صورت حال یہ مدت دراز تک مارک انتونی قابو یافتہ تھا۔ یہ شخص نہایت بہادر اور نہایت تجربہ کار تھا لیکن ساتھ ہی اتنا ہی کھلنڈرا تھا جتنا پولیور کی تیس بلکہ بے اصولے پن میں تو اس سے بھی آگے بڑھا ہوا تھا، چنانچہ پلوٹارک

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ یہ جانتا تھا کہ اس کمی سے کیسے کام لیا جائے۔ وہ اس اصول سے خوب اچھی طرح سے واقف تھا کہ ایک ایسی قوم میں خالص شخصی حکومت زیادہ دن تک نہیں چل سکتی جہاں رعایا کا تمدن حاکم کے تمدنی کیفیت کے مساوی ہے چنانچہ وہ مجلس سینات کو جو عدیدیت کی پرانی قائم مقام ہے اپنے ساتھ حکومت کے کام میں سہیم و شریک کرتا ہے اور اس "دوعملی" کی ابتدا کرتا ہے جو اسوقت سلطنت روما کے حالات کے عین مطابق ہے۔ قیصر نے کبھی کسی مخالف کو جان سے نہیں مارا بلکہ ہمیشہ اعیانیت کی جگہ مطلق العنان حکومت کو قائم کرنے کی کوشش کی چنانچہ اعیان ہی نے اسکا کام تمام کر دیا۔ اسکے برعکس اگستوس نے اپنے ہزاروں مخالفوں کا خون کیا۔ لیکن ساتھ ہی اعیانیوں کو حکومت سلطنت میں اپنا سہیم و شریک بنا لیا اور اس چالاکی اور ظلم کے امتزاج کی وجہ سے وہ ایک بڑی عمر پا کر آرام سے فطری طور پر مرا اور اسکے بعد اسکا کام باقی رہا۔
قیصر اور یہودی قوم، موم سن د ۔ ۵ ۔ ۱۰

ان دونوں کا ایک دوسرے سے موازنہ بھی کرتا ہے۔ اسنے اپنا اقتدار قائم رکھنے کے زرین مواقع کو ہاتھ سے نکل جانے دیا اور ایک بدنام اور ادھیڑ عورت کے ہاتھوں اپنے آپکو احمق بننے دیا جتنا شائد کبھی اتنے ذہنی اثر اور استعداد کے شخص نے نہ بننے دیا ہوگا۔ کلیوپاترہ نے سنہ ۴۱ ق م میں اُسے طارسوس میں پکڑ لیا، پھر سنہ ۴۰ ق م میں جب انٹنیس اور اوکتاوین میں مفاہمت ہوگئی اسوقت چند روز کے لئے اُسے چھوڑ کر از سر نو سنہ ۳۷ ق م میں عین اس وقت اُسے واپس بلا لیا جب وہ پارتھیوں کے خلاف چلنے ہی والا تھا، اور اسوقت تک برابر اس کھلونے سے کھیلتی رہی جبتک اُسنے اسے توڑ نہ دیا۔ سنہ ۴۰ ق م میں نہ صرف سوریہ بلکہ لاؤدیکیہ تک ایشیائے کوچک بھی پارتھیوں کے قبضے میں چلا گیا تھا، لیکن اسکے بعد انتفیں وین تی دیوس باسوس کے ہاتھوں شکست ملی تھی اور وہ واپس ہٹ جانا پڑا تھا۔ اب انتونی چاہتا تھا کہ انہیں پوری طور پر زیر کردے لیکن اسنے نہایت بدسلیقگی کے ساتھ اس کام کو انجام دینا شروع کیا۔ وہ پہلے تو شمال کی طرف سے ارمنستان ہوکر اتروپاتینے آیا اور فراسپا یعنی موجودہ تخت سلیمان، جو جھیل ارمیہ کے مشرق میں ہے، کے محاصرہ میں بہت دیر لگائی اور جب مغرب سے اسکے رسل و رسائل منقطع کردیئے گئے تو بڑے بھاری نقصانات اٹھا کر اسی مصیبت کے راستے سے واپس شام کی طرف ہٹ گیا۔ اسنے بالکل جھوٹے اعلانات روانہ کئے جنکی بنا پر اور اوکتاویان کی تحریک پر اسے مجلس سینات نے معمولی اعزاز کا مستحق قرار دیا۔ اگر اوکتاویہ کیساتھ مفاہمت کرنے کے بعد انتونی کو اوکتاویان کی مدد ملجاتی تو شائد وہ جنگ جاری رکھتا، لیکن اسنے سنہ ۳۵ ق م میں اوکتاویہ سے قطعی کنارہ کشی اختیار کرلی اور اسکندریہ میں محض فاتحانہ جلوس نکالنے پر اکتفا کیا۔ یہ فاتحانہ جلوس اس خوشی میں نکالا گیا کہ اسنے اپنے مفروضہ غیر وفادار حلیف ارتاوسدیس والیٔ ارمنستان کو گرفتار کرلیا تھا، اور اسکے بعد جو واقعہ سب سے عجیب و غریب ہوا وہ یہ تھا کہ "ملکہ شاہان" کے خطاب سے کلیوپاترہ کا اعلان کیا گیا اور اسکا قیصر سے جو بچہ قیصاریون تھا اسے اسکا ہم جلیس یا متولی بنایا گیا۔ اسکا انتونی سے جو لڑکا اسکندر نامی تھا اسے ارمنستان ملا اور دوسرے مصری شہزادوں کو اسی طرح سے مختلف ممالک ملے۔ آخر میں انتونی نے قطعی طور پر

اوکتاریہ کو طلاق دیدی۔

ان ذلیل واقعات کی خبر سنکر رومنوں کے دل برداشتگی کی حد نہ رہی۔ لیکن انتونی نے انھیں یہ امید دلاکر کہ اوکتاویان کا خاتمہ ہونے والا ہے اور عنقریب سلطنت جمہوریہ کا احیاء کردیا جائیگا۔ انھیں دوبارہ اپنی طرف کرلیا۔ ان دونوں کے مابین جنگ میں کسی قسم کا شبہ نہیں رہا تھا۔ اور اوکتاویان نے ازراہ چالاکی کلیوپاترہ کے ساتھ جنگ کی ابتدا کرکے گویا پانسہ پھینک دیا۔ اسکے کہنے سے انتونی اپنے تمام عہدوں سے علیحدہ کردیا گیا۔ اسنے اپنا قیمتی وقت ساموس اور ایتھنز میں کلیوپاترہ کے ساتھ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے میں صرف کردیا۔ کلیوپاترہ کے غداری سے جنگ اکتیوم (۲ ستمبر ۳۱ سنہ ق م) کی فیصلہ کن شکست اور نیز انتونی کا ذلیل طرز عمل یہ سب ایسے تاریخی واقعات ہیں جنکے اعادے کی اس جگہ ضرورت نہیں۔ گو اب ان دونوں میں متنی نہیں تھی تاہم یہ اکھٹے رہ گئے۔ انتونی تو اپنے مقدر کا انتظار کرنے کے لئے اور کلیوپاترہ مزید غداری کے تیاری کرنے کے واسطے۔ آخر اسنے پیلوزیوم اوکتاویان کے حوالہ کردیا اور یہ خیال کرکے کہ انتونی کا بہترین انجام خودکشی ہی مناسب ہے اسنے خود اپنی وفات کی خبر پھیلا دی تاکہ انتونی اپنے ہی ہاتھ سے اپنا خاتمہ کرلے۔ یہی ہوا یعنی انتونی نے خودکشی کرلی۔ اور اب کلیوپاترہ نے چاہا کہ جیسے اسنے انتونی کو لبھالیا تھا ویسے ہی اب اوکتاویان کو لبھالے گی لیکن اوھیڑ عمر کی مصرانی کا جادو سرد مہر نوجوان سپہ سالار پر نہیں چلا۔ چنانچہ اسنے خود اپنے ہاتھوں اپنی جان لے لی۔ جو ہمارے دانست میں واحد قابل تعریف کام تھا جو اس سے کبھی سرزد ہوا ہوگا۔

---

[۱] کلیوپاترہ۔ گارڈنر ہاؤزن ۱، ۴/۵، ۳/۴، ۴/۴ مع حواشی۔ دندرہ کی تصویر سے جسے گارڈنر ہاؤزن نے شایع کیا ہے (۲، ۱۰۱، ۲۲۷) اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی ہے کہ وہ خوبصورت نہیں تھی، لیکن سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویر اصل سے ذرا اچھی ہوئی ہے گو صفات اصلی ہی نمایاں ہیں۔ اسکی لمبی مصری ناک اسکی رشتہ دار کلیوپاترہ تھیا سے بالکل مختلف ہے (دیکھو اوپر باب ۲۶) اسلئے کہ اسکی ناک اوپر کی طرف کو اٹھی ہوئی ہے بعض سکوں پر (امہوف "سکوں کی شبیہیں" Imhoof; Portraetk. ۱۵/۸) وہ اپنے

باب ۲۸ ب

مصر اب ایک رومن صوبہ بن گیا لیکن اس سے اس قانونی رتبہ میں بہت ہی کم کمی واقع ہوئی۔ اور اس قسم کی کمی کی ضرورت بھی نہ تھی اس لئے کہ اس ملک میں اشام کی طرح مختلف اقوام یا ملتیں آباد نہیں تھیں اور چونکہ پہلے ہی سے مصریوں کو کسی قسم کے حقوق حاصل نہیں تھے اسلئے ظاہر ہے کہ انھیں کسی حق سے دست بردار ہونا ہی نہیں پڑا۔ یہ ملک پہلے بھی ایک بڑی زمینداری کے مماثل تھا اور آئندہ بھی اسکی یہی حیثیت رہی؛ فرق صرف اتنا تھا کہ زمیندار اب اسکندریہ میں نہیں رہتا تھا بلکہ اسکا مستقر روما تھا، اور دوسرا فرق یہ تھا کہ اسکا انتظام بطالسہ کے انتظام سے بہتر ہو گیا۔ یہ زمیندار ہمیشہ خود امپراطور تھا اور عامل ہمیشہ ایک رومن مبارز ہوتا تھا۔ سینا تیوں کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ عاشق انتونی کے تقریباً ہم شکل نظر آتی ہے۔ ملکہ کے خطاب کا اسوقت تک اتنا اثر ہے کہ ابھی سے مرعوب ہو کر ایمو آر (۳٬۱ھ ۶) اسے ایک ایسی عورت بتاتا ہے جسمیں بہت سے ملوکانہ خصائص نمایاں تھے۔ لیکن یہ عیاں ہے کہ کم از کم وہ ان خصائص کو ملک پر حکومت کرنے میں کام میں نہیں لائی۔ پھر یہ بھی نہیں بتایا جاتا کہ آخر یہ خصائص تھے کونسے۔ اسکی اخلاقی برائیاں اسقدر زبان زد خاص و عام ہیں کہ انکا اعادہ اس مقام پر بے سود ہوگا۔ علاوہ ازیں وہ ظالم و سفاک بھی تھی مثلاً اسنے خود اپنے چھوٹے بھائیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ بے وفا بھی تھی (جیسے انتونی کے ساتھ) اور انتہائی عیاری کی وجہ سے اس سے سفیہانہ افعال بھی سرزد ہو جاتے تھے، جیسے اکتیوم کے مقام پر اس کا فرار ہو جانے سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسکی زندگی نہایت ناشائستگی سے بھری ہوئی تھی اور اس معاملے میں اسنے اپنے سن ۲۲۰ قم کے بعد کے پیشروؤں کی سنت ہی ادا کی لیکن اسکی موت کا واقعہ اسکے تمام عادتوں سے مختلف طور پر پیش آیا۔ وہ صرف ایک ضمن میں دوسروں سے بڑھی ہوئی تھی یعنی بہر و پیہ پن میں لیکن یہاں بھی اگستوس اسکا استاد تھا۔ فیرو اپنی کتاب "سلطنت" (۷۶ھ) میں اکتیوم کے مقام پر کلیو پاترہ کے طرز عمل پر بعض نہایت لطیف نفسیاتی آراء کا اظہار کرتا ہے۔ وہ یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہے (صفحہ ۴۲ھ) کہ بد کلیو پاترہ (جسے صفحہ ۵۵ھ پر وہ خوبصورت بلا کے نام سے مخاطب کرتا ہے) اپنے اجداد کلیو پاتراؤں اور ارسینوؤں سے ایسی زیادہ بدتر نہیں تھی۔ اس سے میری اس رائے کی توثیق ہو جاتی ہے کہ سن ۲۸۰ ق م سے برابر بطلیموسی عورتیں اول درجہ کی بدکار تھیں۔

مصر ایک رومن صوبہ بن جاتا ہے کہ۔ گاوٹ ہاورل ص ۴۲۶ ھ۔ میں نے اس بات میں جو تفصیل دی ہے وہ سب اس کتاب میں ملے گی۔ اس نے جغرافیہ کا بھی غائر مطالعہ کیا ہے اور

باب ۲۸

کو کبھی مصر میں قدم رکھنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ اس تبدیلی کے بعد ملک کی مرفہ الحالی میں اضافہ ہوا؛ اپنے اجداد کی طرح کلیوپاترہ کے زمانے میں ملک میں اتنی بدنظمی پھیلی تھی کہ یہاں خود اپنے خرچ کیلئے بھی کافی اناج پیدا نہیں ہوتا تھا اور اسکے وزرا اسنے دریائے نیل کے سیلاب کو منظم کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی تھی۔ ذہنی اعتبار سے بھی مصر کی حالت میں زیادہ تبدیلی نہیں ہوئی۔ میوزخانہ برابر قائم تھا، گو چونکہ اب تعلیم وتدریس کے مواقع بہ نسبت اسکندریہ کے روما میں زیادہ تھے اس لئے اب یہ علوم وفنون کا مرکز نہیں رہا۔ اسکے برعکس اسکندریہ میں روز بروز ایک فطری ادب نے ترقی کی، اور رومن عہد میں ایک مشرکانہ یہودیانہ اور عیسویانہ فلسفے کو فروغ پہونچا۔

اس معرکے کے کچھ ہی بعد اوکٹاویان نے سلطنت روما کو وہ دستور دیا جو مدت دراز تک برابر قائم رہا۔ اس نے قیصر کے سیاسی جدت طرازیوں کے ساتھ خذ ما صفا ودع ما کدر کے اصول پر عمل کیا، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اسنے سینات کو حکومت کے کام میں بہت وافر حصہ دیدیا لیکن ظاہر ہے کہ حکومت میں سب سے زیادہ حصہ اسکی ذات ہی کا تھا۔

اب ہم اپنی کہانی کے خاتمے پر پہونچ گئے ہیں، اور ہمارا کام صرف یہ باقی رہگیا ہے کہ جسوقت یونانی قوم بالآخر کلیۃً رومن اقتدار کے سامنے سرنگوں ہوگئی ہے اسوقت کے اسکی سیاسی حالت کو بیان کریں اور اسکی ذہنی کیفیات پر سرسری طور پر نگاہ ڈالیں۔

یادداشت متعلق باب ۲۸

اسمیں تو شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ دنیائے یونان اپنی اسوقت کی حالت پر قائم

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ متعدد نقشے بھی دیئے ہیں جیسے اشوتی کے مہم کے لئے جبیل ارمیہ کا نقشہ ۲ ۱۵، ۱۵؛ خلیج امبراسیہ کا منظر ا، ۳۶۹ اور جنگ اکتیوم کا نقشہ۔

باب ۲۔

نہیں رہ سکتی تھی۔ اگر اسے کچھ تھوڑی بہت مدت کے لئے باقی رہنا تھا تو پھر اس تنظیم کے علاوہ جو آگسٹوس نے قائم کی سلطنت روما کی کوئی دوسری تنظیم ناممکن العمل تھی اور فی الجملہ یہ حکم لگایا جاسکتا ہے کہ خود سلطنت کے لئے بھی بہترین تنظیم یہی تھی۔ ہم اپنے اس نتیجے کو مفصلۂ ذیل امور پر مبنی کرتے ہیں۔ (۱) یونانی شہروں کے لئے یہ ناممکن تھا کہ خواہ اپنے آپ یا مقدونوی حکمرانوں سے مل کر کسی طرح کا عام دستور سیاسی نافذ کریں، چنانچہ اگر انھیں خرابی سے بچنا ہی تھا تو اسکا علاج باہر سے یعنی روما ہی کی طرف سے ممکن تھا۔ (۲) قیصر نے جو دستور تجویز کیا تھا اس نے اس مرض کا علاج ناممکن تھا، اسلئے کہ خود روما کے لئے وہ ناقابل قبول تھا۔ موم سن کہتا ہے (صفحہ ۵۹ ہے) کہ قیصر روما کو سلطنت کے بہت سے بلدیات میں اولین رتبہ دینا چاہتا تھا یعنی اسے اسی سطح پر لے آنا چاہتا تھا جیسے ٹیپلز، اتھینز اور انطاکیہ تھے؛ اسکی خواہش یہ تھی کہ وہ عیانیوں کو کالسٹلوں وغیرہ کے عہدے دیکر محض روما کی حکومت اسکے سپرد کردے اور ہر انفرادی عضویہ جیسے بلدیات، اقوام اور لیگوں پر اپنے "مددگار" غلاموں یا آزاد شدہ لوگوں کے ذریعہ سے قابو حاصل کرے۔ اسمیں اسنے سکندر کی نقل اتاری تھی، لیکن اسمیں کامیابی قطعی ناممکن تھی، اسلئے کہ عوام الناس نے، جو حقیقی آزادی ہوئے حکومت تھے، سکندر کے لئے تو مشکلات ہی پیدا کیں اور قیصر کے ساتھ تعامل کرنے سے قطعاً انکار کر دیا۔ سکندر مقدونیوں کا مقبول عام بادشاہ تھا، تاہم اسکے راستے میں مقدونوی اور صرف مقدونوی ہی حائل ہوئے؛ اور قیصر تو روما میں غاصب سمجھا جاتا تھا۔ قبائل کورنیلیہ، کلاؤڈیہ ولیویہ کے افراد کسی طرح سے اتنے ذلیل نہیں بن سکتے تھے کہ محض بلدیۂ روما کے عہدہ دار رہ جائیں اور ان کا کام صرف یہی باقی رہے کہ بدرروں کی دیکھ بھال کریں، سڑکوں کو صاف رکھیں۔ اور بت خانوں کے دروازوں پر قلعی کرادیا کریں۔ (۳) اسکے برعکس آگسٹوس نے جس دستور کا نفاذ کیا وہ اپنا کام مدت دراز تک انجام دیتا رہا۔ آگسٹوس کی تدابیر سے مفصلۂ ذیل نتائج مستنبط ہوتے ہیں (الف) اسنے سلطنت کے توحد کو قائم رکھا اور فوج اور عمّال کی نگرانی خود اپنے ذات سے وابستہ کرکے امن عامہ میں ممد و معاون ہوا۔ (ب) اسنے روما کو سلطنت کا ممتاز ترین شہر بنئے دیا اور اسکے بڑے بڑے گھرانوں کو سلطنت کے

انتظام میں سہیم و شریک بناکر انکے سپرد صرف رہ آہی میں نہیں کیا بلکہ صوبوں میں بھی بہت سے
عزت و اقتدار کے کام انکے سپرد کر دیئے (مجلس سینات)۔ اسپر بھی وہ قانع نہ رہتے
لیکن احکام سزائے موت نے انکی آنکھیں کھول دیں۔ اسے صرف یہی نہیں کیا کہ قیصر
کے اصول کا اتباع کرکے یونانی بلدیات کو سواراج عطا کرے یا انکے بڑے بڑے
شہریوں کو شہنشاہ کے ماتحتی میں سلطنت کے خدمت کرنے کی اجازت دے، بلکہ
اسنے ایک واقعی ذی اثر مجلس سینات کی رکنیت اسکے لئے کھول دی اور اسطرح
انھیں بھی انتظام سلطنت میں اپنا شریک بنالیا۔ ان تمام طریقوں سے اسنے
(نمبر ۱) تمام سلطنت کو (نمبر ۲) سلطنت کے مرکزی شہر کو اور نمبر (۳) ماتحت قوموں
کو حتی الامکان مطمئن کر دیا۔ (۴) اس واقعے سے کہ اس دستور کے نفاذ کے بعد
یونانی شہری زندگی کو مزید ترقی ہوئی، یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ دستور تاریخ یونان ہی کے اصول
کے مطابق تھا، بلکہ ہمارا تو یہ خیال ہے اسے گویا تاریخ یونان قدیم کا ایک نہایت مناسب
منتہائے کمال کہنا چاہئے۔

باب بست و نہم

ابتدائی قیصریۂ روما میں یونانیوں کی سیاسی کیفیت

عام طور پر مورخوں کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ آگستوس اور اسکے جانشینوں کے عہد میں یونانیوں کی سیاسی کیفیت کا ذکر بیان کرتے ہوئے بہ نسبت حقیقت حال کے اظہار کے وہ قانونی حیثیت کا زیادہ لحاظ کرنے لگتے ہیں۔ اس موضوع پر بحث کرنے میں ہم رومن سلطنت کے تنظیم بیان کرینگے اور خاص طور پر ان صوبوں کی کیفیت بیان کرینگے جنمیں یونانیوں کی آبادی تھی۔

تقریباً ہر شخص اسبات سے واقف ہے کہ سنہ ۲۷ ق م کے بعد سلطنت روما کے صوبوں میں سے وہ صوبے جن کو امپراطور اور اسکی فوج کے حمایت کی خاص طور پر ضرورت تھی وہ تو براہ راست اسکے ماتحت ہو گئے اور باقی پر مجلس سینات کا اقتدار قائم رہا۔ سنہ ۲۷ ق م میں جن سرحدی علاقوں کا سلطنت میں الحاق ہوا وہ سب کے سب امیری صوبے بن گئے، اور قدیم صوبوں میں سے شام اور مصر کی بھی یہی حیثیت ہو گئی۔ سیناتی صوبہ داروں کا رتبہ بڑا اونچا تھا، لیکن امیری صوبہ داروں کا اقتدار

زیادہ وسیع تھا اور انھیں اول الذکر سے زیادہ فوجی اختیارات حاصل تھے۔
سب سے قدیم صوبہ جسمیں یونانیوں کی بڑی تعداد آباد تھی، جزیرہ سسلی تھا، اور اسکے بعد مقدونیہ کا نمبر آتا تھا۔ قیصر کے عہد میں سالیہ کے علاقے کا زیادہ تر حصہ غالیہ ناربونیہ میں شامل ہوگیا۔ سنہ ۲۷ ق م میں اکائیہ اور عیسوی سنہ کے ابتدائی سالوں میں الیریہ رومن صوبے بن گئے۔ ایشیائے کوچک میں ملوکیت پرگامم کا الحاق کرکے اسکا نام ایشیا (دیکھو سنہ ۱۳۳ ق م) رکھا گیا، اسکے بعد سنہ ۱۰۳ ق م میں کلیکیہ ملا (دیکھو اوپر باب ۲۵)، سنہ ۷۴ ق م میں نکومیدیس کے وصیت سے بتھی نیہ مل گیا اور سنہ ۶۳ ق م میں ملوکیت پونتوس کے مغربی حصے کا بھی الحاق ہوگیا۔ صوبہ غلاطیہ سنہ ۲۵ ق م میں منظم ہوا، اسمیں پسیدیہ اور ایزانوری تک مشرقی افروجیہ شامل تھے اور بعد میں پفلاگونیہ و پونتوس کے شہروں کا بھی اسی میں الحاق کرلیا گیا۔ سنہ ۱۷ء میں کاپادوسیہ کے خاندان کا خاتمہ ہوگیا اور اسے پونتوس کے ساتھ ملا دیا گیا۔ سنہ ۴۳ء یعنی کلاودیوس کے عہد تک لیکیہ رومن نہیں بنا اور اسی سنہ میں پمفیلیہ بھی سلطنت روما میں ملالیا گیا۔ صوبہ ایشیا میں جزائر ایجین بھی شامل تھے، اور کلاودیوس نے رھوڈز کو بھی اسی میں ملا دیا۔ ہم پڑھ چکے ہیں کہ سنہ ۶۴ ق م میں شام پر رومیوں کا قبضہ ہوگیا؛ اسمیں یہودیہ بھی شامل تھا لیکن سنہ ۷۰ء میں اسکا ایک جداگانہ صوبہ بنا دیا گیا۔ اس بیان سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صوبوں کی حیثیت میں برابر تبدیلیاں ہوتی رہیں، بلکہ سچ پوچھئے تو انکے علاوہ بھی رد و بدل ہوتے رہے جنکا ذکر یہاں نہیں کیا جاسکتا۔ صوبوں کے رقبے کم کئے جاتے تھے، بڑھائے جاتے تھے، نئے صوبے بنائے جاتے تھے، دوسروں سے ملائے جاتے تھے، غرض ہر طرح سے انکے رقبوں اور حیثیتوں میں رد و بدل ہوتا رہتا تھا، اور چونکہ انکی کیفیت ایسے اضلاع کی تھی جنپر روما کی نگرانی ہی نگرانی تھی اس لئے اس قسم کی تبدیلیاں کرتے رہنا ایسا دشوار نہ تھا جتنا اس صورت میں ہوتا اگر یہ سب واقعتاً روما کے براہ راست زیر انتظام ہوتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں صوبہ داری خدام سلطنت کا کوئی باضابطہ عملہ نہ تھا بلکہ صوبہ دار اسکے مددگاروں کی حیثیت سے عہدہ دار برابر آتے جاتے رہتے تھے اور روما صوبوں کے مختلف حصوں کو زیادہ سے زیادہ آزادی دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا تھا۔ میں اس موضوع پر اسکے بعد پھر قلم اٹھاؤنگا

اور یہاں ان ممالک کے کیفیات کا ایک خاکہ کھینچوں گا جنہیں رومن زندگی کو فروغ دینے کا اختیار رہا تھا۔

جب ۴۹ ق م میں قیصر نے مسالیہ کو مغلوب کیا تو اسکے علاقے کے ایک حصے کا تو رومن سلطنت میں الحاق کر لیا گیا لیکن اسکی آزادی برابر قائم رہی، اور اسنے کچھ مدت تک اپنے یونانی تمدن کو برابر محفوظ رکھا۔ اٹلی میں شہر نیپلز میں یونانی تمدن اس سے بھی زیادہ زوردار تھا۔ بلاشبہ اس شہر میں ایک رومن نوآبادی قائم ہوگئی، لیکن اس میں یونانی زبان اور مختلف عہدوں کے یونانی نام برابر رہے، مثلاً یہاں ٹریبیون کو ڈیمارخ کہتے تھے۔ رومیوں نے سسلی کو لاطینی قالب میں ڈھالنا چاہا۔ کہتے ہیں کہ قیصر یہاں کے باشندوں کو لاطینی شہریت اور انتونی مکمل رومن شہریت دینا چاہتا تھا، لیکن انکے ارادے پورے نہیں ہو سکے۔ اگستس نے جزیرے کے مختلف شہروں میں رومن نوآبادیاں بسائیں۔ تاہم ان سب باتوں کے باوجود سسلی میں یونانی تمدن نے اپنا گھر بنا لیا، اور جب بزنطی سلطنت نے اسپر قبضہ کیا تو اس سے اسکو پہلے سے بھی زیادہ قوت پہونچی۔

خاص یونان میں دو شہر یعنی اسپارٹا اور ایتھنز برابر آزاد رہے، اور ایتھنز کو تو اسکی بھی اجازت دی گئی کہ اپنے خراج گزار علاقوں یعنی جزائر انبری، روس، لیمنوس، امبروس، و دیلوس کو برابر اپنے ماتحت رکھے۔ انکے علاوہ دوسری یونانی ملتیں بھی برابر خودمختار رہیں اور انھیں انکو اپنے قوانین نافذ کرنے کا اختیار رہا۔ صرف ان میں اور ایتھنز و اسپارٹا میں صرف یہ فرق تھا کہ ان میں گورنروں کے منشا کے مطابق دستوری تبدیلیاں ذرا جلد جلد ہوتی رہتی تھیں۔ مشرقی یونانی اضلاع میں سے بہت سے اضلاع

۱؎ مسالیہ؛ ہوم سن ۱۳۱۰؛ ۶۶۹۔ لیوشکے Loeschcke: نے اپنے مضمون "فنی عناصر دریائے رہائن کے کنارے" 'Elemente in der kunst des Rheinlandes' جو برلن کے "ہفتہ وار جریدہ لسانیات" Berl. phil. woch نمبر ۳ ۱۸۹۳ء میں طبع ہوا ہے یہ ثابت کیا ہے کہ مسالیہ کے ذریعہ سے یونانی تمدن کو ممالک رہائن پر فروغ ہوا۔

کی طرح مغربی یونان میں مختلف علاقوں (مثلاً اکائیائیوں کو باہم متحد ہو جانے کی اجازت
تھی۔ آگستوس نے تو امفکتیونی لیگ کو بھی از سر نو منظم کیا اور آکتیوم کے مقابل میں نکوپولس
کا شہر آباد کر کے اسے مستحکم کر دیا۔ آخر میں تھسلی وا ایپائروس بھی صوبہ اکائیہ میں ملا دیئے گئے[1]
مقدونیہ میں رومنوں نے تھسالونیکہ، امفی پولس اور دیراخیوم کی خود مختاری تسلیم
کر لی، گو انہیں سے پہلا شہر رومن پروپریتور کے مستقر ہونے کی وجہ سے خاص طور پر
روما کے زیر نگرانی تھا۔
تھریس میں رومنوں نے ایدیریا، آئے نوس، بیزنطہ اور ساموتھریس کو خود مختار مان لیا۔
خرسونیز پر اگریپا کا قبضہ ہو گیا اور آخر وہ امپیری جاگیر بن گیا۔ اندرون ملک میں بھی
بہت سے مقامات (مثلاً فلیپوپولس میں) بعض مرفہ الحال یونانی ملتیں نظر آئی ہیں۔
میزیہ کے ساحل پر قدیم زمانے سے یونانی شہر چلے آتے تھے، اور اب انکے
عقب میں رومنوں نے یونانی زبان بولنے والی اقوام کی نوآبادیاں قائم کیں یہاں کے
صوبے داروں کو بحر اسود کے شمالی ساحل والے شہروں کی بھی نگرانی کرنی پڑتی تھی۔
ان شہروں کی ایک خاص حیثیت تھی اسلئے کہ اندرونی اعتبار سے تو وہ خود مختار تھے،
لیکن انہیں سارماتی حکمرانوں کو خراج ادا کرنا پڑتا تھا[2]
ایشیائی صوبوں کے اندرونی معاملات میں بہت بڑا تنوع پایا جاتا ہے۔ علی العموم
رومنوں نے قدیم ادارات میں مداخلت نہیں کی اور اسطرح شہروں کی اندرونی خود مختاری

---

[1] اتھینز، موم سن (Staatsr.)، ۳، ۶۶۸۔ تی بیریوس کے زمانے میں بھی اتھینز ایک "حلیف" ہی
رہا۔ اتھینز کے مقبوضات، موم سن: "تاریخ روما" ۵، ۲۵۴۔ آگستوس کے عہد میں اتھینز کی ترقی، کرتیوس ۲۵۴/۲۶۱
مرمری دروازہ اور میدان، ۲۵۵/۲۵۷؛ اگریپیوم اور اگریپا کا مینار، ۲۵۷؛ شاہ ہیرود، ۲۶۰۔ اتحادات،
موم سن: "تاریخ روما"، ۵، ۲۴۳۔
امفکتیونیس، موم سن: "تاریخ روما"، ۵، ۲۳۳، ۱، ۲ تا ۲۷۳۔ ایک عہدہ دار "ہیلاداریس" اور ایک
"پان ہیلینیس" کا یونان میں ذکر سننے میں آتا ہے۔ یونان میں گداگری، ایضاً ۵، ۲۵؛ حکومتی مامور
Correctores ابتدا ہی میں یونان پہنچ جاتے ہیں؛ ۲۵۶۔

[2] مقدونیہ، موم سن، ۵، ۲۷۴/۲۷۶؛ تھریس، مارکوارٹ، ۴، ۱۵۶؛ موم سن ۵، ۲۷۷/۲۷۹؛ فلیپوپولس[3]

باب ۲۹

کو برابر قائم رکھا، اور پومپی نے شہری ملتوں کو پہلے سے بھی زیادہ اہمیت دیکر یونانی عنصر کو تقویت پہونچائی۔ صوبہ ایشیا میں شاہان برگامم ہی نے محاصل کی ادائگی میں اسی طرح وحدت پیدا کردی تھی جیسے سسلی میں ہیرون اور اہل قرطاجنہ نے، اور رومیوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ اسطرح حکومت پر براہِ راست قابو حاصل کریں بلکہ کایوس گراکھوس کے ضرر رساں قوانین کے ذریعے میں اسمیں نقائص بھی پیدا کردیئے چنانچہ گو آخر کار محاصل ٹھیکہ دینے کا طریقہ منسوخ کردیا گیا لیکن اس سے یونانی ملتوں کے خود مختاری میں جو کمی ہوئی تھی وہ ہوگئی۔ صوبۂ ایشیا میں عدالتی اضلاع کا طریقہ رائج تھا جنکے مستقروں میں پروکانسل کچہری کرتا تھا۔ اس عدالتی اقتدار سے اول تو پروکانسل کے عہدے کی ابتدائی اہمیت سمجھ میں آتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اقتدار نظر ثانی کرنے اور غیر انتظامی امور کو سر کرنے پر مشتمل تھا، اور دوسرے اس سے پروکانسل کو مختلف ملتوں کے معاملات میں اپنا پورا اثر ڈالنے کا موقعہ ملتا تھا لیکن یہ طریقہ ہر صوبے میں رائج نہیں تھا، مثلاً شام میں اس قسم کے اضلاع کا ذکر سننے میں نہیں آتا۔ باوجود ان مشکلات کے جو صوبۂ ایشیا پر پڑتی رہتی تھیں اس کے مشہور شہروں کی آسودگی اور اہمیت اب بھی قائم تھی۔ بتھی نیہ میں بھی بعض قابل لحاظ شہر نظر آتے ہیں جنمیں نکومیدیہ اور کالکدون ممتاز ترین ہیں، اور یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ تمام ملک شہری اضلاع میں منقسم تھا۔ یہی کیفیت پومپی کے زمانے سے بتھلا گونیہ و پونتوس کی تھی، جہاں اسنوف، اماسس، امی سوس، اور دریائے ایناس پر پومپیو پولس بڑے بڑے شہروں میں شمار کئے جاتے تھے لیکن غالطیہ اور کاپادوسیہ کی حالت ذرا مختلف تھی اسلئے کہ ان صوبوں میں دیہاتی زندگی کو تفوق حاصل تھا، چنانچہ غالطیہ میں قدیم قبائلی دستور برابر رائج تھا اور کاپادوسیہ مختلف انتظامی اضلاع میں منقسم تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - موم سن ۵/ ۲۸۲؛ شمالی ساحل کے شہر، مارکوا اہٹ ۴، ۱۵؛ موم سن ۵/ $\frac{283}{294}$ -

جنمیں سے ہر ایک پر ایک ایک استراتےگوس حکومت کرتا تھا۔ زمانہ مابعد میں یعنی اسکندر یسیوے روس اور قسطنطین کے درمیانی عہد میں یہاں کے استراتےگیون کے بجائے شہری اضلاع قائم ہو گئے اس لئے کہ ان خصوں کے یونانی شہروں کی تعداد برابر بڑھ رہی تھی اور یونانی عنصر روز بروز زیادہ قوت پکڑتا جاتا تھا۔ یہاں کے خود مختار شہروں کے نام تیانہ، مزاکہ (جس کا نام بدل کر پہلے تو یوسے بیہ اور پھر قیصریہ ہو گیا ار یار اتھیہ اور ارخےلائس ہیں۔ غالطیہ میں کوئی خود مختار شہر نظر نہیں آتا، اور ہاں میں جو کچھ بھی شہری زندگی ہے وہ اسکے پسیدیہ والے حصے کے شہروں یعنی ترمیسوس وساگالوسوس تک محدود ہے۔

لیکیہ کی کیفیت خاص ہے۔ اس ملک نے مہرداتہ کے خلاف رومنوں کا ساتھ دیا تھا اور اسکے بعد پردتوس کی بہادرانہ مقاومت کی تھی، چنانچہ اسے کلاؤدیوس کے عہد تک برابر آزادی حاصل ہوی۔ اس میں ۲۳ شہروں کی ایک لیگ تھی اور ان شہروں کو رائے دہی کے اختیارات حاصل تھے، اور اسکے قائم مقاموں کو (جو تعداد میں ایک ایک یا دو دو یا تین تین ہوتے تھے) سالانہ جمیعتوں میں مجتمع ہونے اور لیگ کے صدر یعنی لیکیارخیس کو منتخب کرنے کا اختیار تھا۔ ایسے شہروں کی تعداد جنھیں جمعیت میں تین تین قائم مقام بھیجنے کا اختیار تھا، چھ تھی، اور اس مشق میں پتارہ، اولیمپوس، میرا، تلوس، زانتھوس اور پنارہ شامل تھے۔ رومنوں نے اس تنظیم میں مطلق مداخلت نہیں کی پمفیلیہ کے اہم ترین شہر سیوے، پرگے اور اسپندوس تھے۔ کلیکیہ میں (جسمیں ازوایہ شامل تھا) چھ خود مختار بلدیات تھے، یعنی طارسوس، انازاربوس (قیصریہ)، کوریکوس، موپسوس، سلوکیہ بدریائے کالیکادنوس اور آئےگئے۔ اسکی مجلس عام طارسوس میں مجتمع ہوتی تھی اور اسکا صدر کلیکیارخیس کہلاتا تھا۔ آگستوس نے کلیکیہ کے دو ریاستوں کو یعنی اولبیا اور تارکوندی موتوس کو جو نجیرہ امانوس میں تھی، آزاد چھوڑ دیا۔ قبرص والوں کی بھی صدر مجلس تھی اور پافوس قبرص کا مقدس مستقر اعظم تھا۔ سرنہ کو کریٹے میں ملا دیا گیا اور یہاں بھی ایک صدر مجلس اور کریتارخیس کا ذکر سننے میں آتا ہے۔[1]

---

[1] اتحاد اور صوبہ داری بلدیات: پافوں، ۱۶۶، ۱۴۵، ۱۴۷، ۲۲، ۳۵، ۶۵ - مارکوارٹ ۳۶۵ -

باب

پومپی نے شام کے ملک کی شہروں اور ریاستوں کا جو تقسیم کی تھی وہ برابر قائم رہی۔ شمالی سوریہ میں ضلع سلیوکس کے چار شہروں اور کیرہوس نے راپوس، بیرویہ، ایی، فانیہ، بالانیہ (ہنی پاکس، بیڈ ہیڈ ۳۸۵) اور ذرا جنوب کی طرف مشہور فینیقی شہروں اور یافہ، عسقلون اور غزہ اور اندرونی ملک میں دیکاپوس وساماریہ کو خود مختاری حاصل تھی ایک مشہور کتابچہ میں خود مختاری کے اس رعایت کو روما کے انتظامی تدابیر کے طرف منسوب کیا گیا ہے اور یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ رومنوں کا اس سے یہ مطلب تھا کہ انھیں اپنے صوبہ داری عہدہ داروں کی تعداد بڑھانی نہ پڑے۔ ہمارے نزدیک جو بات واقعات پر مبنی ہے وہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہمارے نزدیک رومن اپنے اس اصول پر برابر قائم رہے کہ ہر چیز کو اپنے حال پر چھوڑ دینا ہی زیادہ مناسب ہے اور جن شہروں سے انکے تعلقات اچھے تھے انکی خود مختاری میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی، اسی لیے بہت سے عہدہ داروں کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ واقعہ تو یہ ہے کہ رومن لوگ صوبہ داری عہدہ داروں کی اہمیت سے زیادہ مانوس ہی نہیں تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ شام میں بہت سی ملتیں ایک دوسرے کے دوش بدوش امن و امان سے زندگی بسر کر رہی ہیں درانحالیکہ ان میں سے بعض میں رومن عہدہ دار نہیں پائے جاتے، جس سے شامی شہروں کے باشندوں کے اعلیٰ صفات کا پتہ چلتا ہے اور ہمیں صرف شامیوں کے عشرت پسندی پر اور ان کے ضدی مزاج ہی پر زور دینا نہیں چاہئے بلکہ انکی اس صفت کو بھی ممتاز کرنا چاہئے۔ حال ہی میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ اغلباً شامی شہروں میں یونانی خانگی قانون رائج تھا چنانچہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشیا کے یونانی اپنے اصول میں پکے تھے۔ شام کے آزاد ریاستوں میں سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ دورہ کرنیوالے پرہ کانسل کی وہی حیثیت تھی جو جرمانی قیصر کی تھی اور یہ اسی کی طرح ناظر اعلیٰ اور ثالث اعلیٰ تھا۔

بھی نیہ میں شہری اضلاع، مارکوارٹ ۴، ۱۹۸، ۱۹۹، غلاطیہ؛ مارکوارٹ ۲۰۰ تا ۲۰۷، موم سن ۳۱۱/۳۱۵، پاپادسیہ؛ مارکوارٹ ۲۲؛ موم سن ۵، ۲۰۷۔ کلیکیہ شاہی خاندان؛ مارکوارٹ ۲۲۱/۲۲۲؛ موم سن ۵، ۲۰۷۔ قبرص؛ مارکوارٹ ۲۳۲۔ کریٹ؛ ایضاً ۲۹۸/۴۔ سرنیہ میں یہودیوں کی سیاسی حیثیت جداگانہ تھی۔

گوما گینے میں ایرانی النسل خود پسند منفصلۂ ذیل کچھ زمانہ تک برابر خود مختار رہیں: فرمانروا حکمراں تھے جنکا تمدن یونانی تھا (دیکھو باب ۲۷، حاشیہ ۲)؛ کوہ لیبان میں خالکس کے شاہی خاندان کی حکمرانی تھی (لیبان = حالیہ انجان، جو بیروت و دمشق کے درمیان واقع ہے؛ بیدیکر، "فلسطین" ص ۳۰۵)؛ خالکس کے مشرق میں ابیلہ؛ اریے تھوزا دامیسیہ (دیکھو اوپر، باب ۲۰، حاشیہ ۱۴)؛ دمشق پر وصعد کی تک یعنی ۱۰۶ سنہ ع تک برابر نباطیوں کا خاندان حکومت کرتا تھا اور اس کا پائے تخت پترا تھا؛ یہودیہ میں ۳۷ سنہ ق م میں مشہور اور ذی بادشاہ ہیرود تخت نشیں ہوا، یہ انتی پاتر کا بیٹا تھا اور مکابی ہیر کانوس کا وزیر اعظم رہ چکا تھا۔ اس ہیرود نے یونانی تمدن کو فروغ دیا اور بہت سے شہر آباد کرکے انھیں یونانی طرز پر سواراج کے حقوق عطا کیے؛ ان شہروں میں سے ایک فلسطینی "قیصریہ" تھا جسے پہلے استراتونس توریس یا مینارہ استراتون (دیکھو اوپر باب ۲۰ حاشیہ ۱۷) کہتے تھے۔ پالمیرہ خود مختار تھا۔ ان ریاستوں کے متعلق مارکوارٹ اسی رائے کا اظہار کرتا ہے جو اس نے شہروں کے بابت پیش کی ہے وہ یہ کہ روما ان کے ذریعے سے اسوقت تک محاصل وصول کرتا رہا جب تک وہ صوبہ شام میں ان کا ادغام کرتے کے قابل بنا۔ یہاں ہم یہ صاف دیکھتے ہیں کہ رومن طرز عمل کا اس مورخ کو کتنا غلط اندازہ ہے، اور اگر ہمیں تاریخ کے ایک نہایت ہی اہم واقعے یعنی اس لاثانی مملکت کے اندرونی تنظیم کے بابت ایک فاش غلطی میں نہیں پڑنا ہے تو ہمیں اس خیال کا فوراً ہی آزاد کر دینا لازمی ہے۔ مارکوارٹ کہتا ہے کہ رومنوں کا خیال تھا کہ ریاستوں کو کسی روز صوبے میں مدغم کر دیا جائے؛ لیکن خود مارکوارٹ کے نزدیک ان ریاستوں کے علاوہ صوبہ شام کا باقی ماندہ حصہ بھی تو ایسے شہروں ہی پر مشتمل تھا جن کو سواراج حاصل تھا! اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر رومنوں کا مقصد یہ تھا کہ ریاستوں کا صوبے میں الحاق کر دیا جائے تو اس سے صرف یہ ہوتا کہ جن ریاستوں پر بالواسطہ حکومت ہوتی رہی تھی ان کی وہی حیثیت کر دی جاتی جو دوسری ایسی ریاستوں کی تھی جنپر ان سے زیادہ براہ راست حکومت نہیں کیجاتی تھی؛ اور اسکے دوسرے معنے یہ ہوئے کہ اس طریقے سے ملوکی ریاستوں کو جمہوریئے

باب ۲۹

بنانے کی تجویز تھی رہے محاصل، تو انکی کیفیت بالکل وہی رہتی جو پہلے تھی۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ "مکمل ادغام" کے الفاظ بالکل ہی بے معنی ہیں۔ تمام ممالک میں شام ہی سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آجکل کے زمانے میں "صوبے" کے لفظ سے جو معنے لئے جاتے ہیں وہ اس ملک پر منطبق نہیں ہوتے تھے۔ روما کا شام میں صرف یہ کام تھا کہ معاملات کی نگرانی کرے اور محاصل وصول کرے۔ ممکن ہے کہ صوبہ ایشیا میں صورتِ حال اس سے مختلف ہو حقیقت یہ ہے کہ سلطنت روما (یا آجکل کے زمانے میں سلطنت برطانیہ) کی بنیاد محض نظریات پر نہیں سمجھنی چاہیے۔ؔ

ؔ یہودیہ اور ہمسایہ ممالک میں یونانیت؛ شیؤرر، ۲، ۹ تا ۴۶۔ یہودیوں نے یونانی طرزِ بیان کو اختیار کرلیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انپر یونانیت کا کسقدر اثر تھا؛ شیؤرر، ۲، ۳۰ وغیرہ۔

سوریہ میں ایک سوریا زمیس؛ مارکوارٹ ۲، ۲۷۔ شام کے ساتھ رومنوں نے جو سلوک روا رکھا اسمیں انکے اصلی مقاصد کیا تھے؛ ایضاً، ۲، ۲۸ و ۲۹۔ اگر مارکوارٹ کا واقعی یہ خیال ہے کہ رومن چاہتے تو شام کی بلدی خودمختاری کو مٹا کر اور حکمرانوں کو معزول کرکے اس ملک پر براہِ راست رومی حکومت قائم کردیتے تو ہمارے نزدیک وہ زمانہ حالیہ کے خیالات کو قدیم زمانہ میں منتقل کر رہا ہے۔ ہماری دانست میں نہ تو ان لوگوں کے ذہن میں یہ بات آئی تھی اور نہ یہ ممکن ہی تھا۔

خالکس؛ مارکوارٹ، ۳۲۴۳؛ شیؤرر، ۲ ۹۱/۹۲۔ اس زمانے کے خالکس اور ابیلا کے حکمرانوں کے ناموں میں لفظ "لیسانیاس" نظر آتا ہے اور یہ سب سے پہلے ۲۰۱ سنہ ق م میں اسی نواح میں ملتا ہے (پولی بیوس ۵، ۹۰)۔ اسی طرح سے تقریباً ۸۰ سنہ ق م میں خالکس میں ایک بطلیماؤس ولد منائیوس [(Jos Ant.) ۱۳، ۱۶، ۳] اور ابیلا میں ۲۲۰ سنہ ق م میں ایک منائیوس ملتے ہیں۔ (پولی بیوس ۵، ۷۱) ان ممالک میں شاہی خاندانوں نے مدت دراز تک اپنی حیثیت برقرار رکھی مقابلہ کرو شیؤرر، ۱، ۵۹۲/۶۰۸۔

دمشق؛ مارکوارٹ، ۲۴۶؛ شیؤرر، ۲، ۴۸، ۱، ۶۰۹/۶۲۲، شاہان نباطی کی تاریخ۔

شام میں یونانیت؛ مارکوارٹ ۲۷۰؛ کون: ۱۰ اور اراست بلدی" (Kuhn: Stædtevenf.) ۲، ۳۱۴ وغیرہ؛ شیؤرر، ۲، ۱۴۲/۵۰ ـ

باب ۲۹

سوائے مصر کے باقی سلطنت روما کے ہر حصے کے یونانی مختلف بلدیات میں منظم نظر آتے ہیں، اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر انکی سیاسی حیثیت کیا تھی۔ اصولاً تو انکی سیاسی حیثیت وہی ہے جو تیسری صدی ق م میں تھی (دیکھو باب ۵) یعنی وہ خود مختار ہیں، لیکن جسطرح تیسری صدی ق م میں بادشاہ انپر اثر ڈالتے تھے اسی طرح اب وہ روما کے زیر اثر ہیں اور وہ جتنا دباؤ چاہتا ہے انپر ڈالتا ہے۔ صرف ایک فائدہ انھیں ضرور ہے، وہ یہ کہ اب وہ مسلسل بر سر پیکار بادشاہوں کے حرص و آز کا شکار نہیں بنتے۔ کسی بلدئے کے اہم قرار دادوں کی صوبے کے والی کے ذریعے سے توثیق لازمی ہے اور روہی اسکے طے کرنے کا مجاز ہے کہ کونسی بات اہم ہے اور کونسی غیر اہم۔ شہروں میں اب بھی خود انھی کے قوانین کا نفاذ ہوتا ہے اور تعمیرات، کوتوالی، تعلیم اور مذہبی عبادت، یہ سب انھی کے نگرانی میں ہیں، بلکہ اگر روما اسکی اجازت دے تو وہ محاصل بھی وصول کرتے ہیں۔ پلوٹارک کے ایک رسالے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری صدی عیسوی جیسے آخری زمانے میں بھی یونانیوں کے زعم میں انھیں سوا راج حاصل تھا۔ واضح ہو کہ یہ اختیارات آزاد بلدیات کو بھی حاصل تھے اور ان شہروں کو بھی جو روما کو خراج ادا کرتے تھے۔

شہروں کو ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد کرنے کا بھی اختیار حاصل تھا۔ ہم ان اتحادوں کا کئی مرتبہ ذکر کر چکے ہیں، انکے حالات کو مبالغہ آمیز انداز سے جو مرتب کیا گیا ہے اور جو غلط خیالات پھیل گئے ہیں وہ ان خیالات کے حامل میں حق کی اور تردید کیجا چکی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا کام صرف مذہبی فرائض ادا کرنا تھا۔ بلاشبہ جو قرار دادیں محفوظ ہیں انکا تعلق زیادہ تر اعزاز دہی اور تہواروں سے ہے، لیکن اس سے یہ استناج نہیں کیا جا سکتا کہ انکے علاوہ دوسرے قرار دادیں منظور کرنے کا حق نہیں تھا۔ اول تو لیکیہ و اسے اتحادوں سے ہی یہ پتہ چلتا ہے کہ سلطنت روما میں اس قسم کے اتحادوں کو سیاسی حقوق حاصل تھے۔ مارکوارٹ کہتا ہے (۲۲، ۴) کہ رومن عہد میں لیکیہ کا قدیم وفاقی دستور برابر نافذ رہا، صرف فرق یہ ہوا کہ اب معاملات خارجہ اور تحصیل محاصل کا کام اس وفاقیہ سے سلب کیا گیا۔ ہمارے نزدیک پہلی تحدید اغلباً

درست نہیں اور دوسری قطعاً غلط ہے۔ اگر لیگ قائم رہی تو دوسرے اقوام
اور ریاستوں سے اسکے تعلقات بھی ہونگے اور ہمارے پاس اسکی کوئی وجہ نہیں
معلوم ہوتی کہ یہ تعلقات براہ راست نہ رہے ہوں۔ ظاہر ہے کہ لیگ جنگ نہیں
کرسکتی تھی، گو قانوناً اسے اسکے لئے بھی کوئی امر مانع نہ تھا۔ پھر لیگ اپنے اندرونی
معاملات کو بغیر روپیہ خرچ کئے ہوئے انجام نہیں دیسکتی تھی اور اسمیں شبہ کی گنجایش
نہیں کہ وہ شہروں سے روپیہ لیکر اسے وفاقی انتظامات میں خرچ کرتی ہوگی۔
آجکل کے زمانے کے انتظامی اضلاع کو خود اپنے مالیات پر قابو ہوتا ہے حالانکہ
آجکل کی حکومتیں سلطنت روما سے کہیں زیادہ مرکزیت لئے ہوئے ہیں۔ ہم دیکھتے
ہیں کہ ایشیائے کوچک کا بیشتر حصہ لیکیہ سے بہت زیادہ روما کا تابع تھا،
اور اس سے ہم ان اتحادوں کے اندرونی اختیار کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ ابتدائی
عہد امپراطوریہ میں امیری صوبوں کو نکال کر باقی ماندہ ایشیائے کوچک میں
صرف پانچہزار امدادی فوج تھی، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حفاظت عامہ
کا دارومدار خود باشندگان ملک پر تھا۔ اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ باشندگان
ملک کا اپنی کوتوالی انتظام ہوگا اور انتظام ملک میں حکومتی عہدہ داروں کے
ساتھ ساتھ شہروں کا بھی حصہ ہوگا۔ علاوہ ازیں ان اتحادوں کے سپرد بہت سی
سڑکیں اور پل بھی تھے۔ انہیں یہ بھی اختیار تھا کہ رومن صوبہ داروں کی شکایت
صدر میں کریں ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں عیدوں اور تہواروں
کے انتظامات اور خطابات واعزاز میں اضافہ کرنے کے کہیں زیادہ اختیارات
حاصل تھے[۱]

[۱] مختلف شہر اپنی قرار دادوں کو گورنر کے سامنے توثیق کے لئے پیش کرتے ہیں؛ موم سن ۵،
۳۲۱؛ لیکن خود اپنے قوانین کا نفاذ کرتے ہیں؛ ایضاً ۳۲۲۔
سلطنت روما میں یونانی ملتوں کی حیثیت پر موم سن نے اپنی کتاب "قانون مملکت"
کی تیسری جلد میں رومن قانون کے پہلو سے بحث کی ہے، اور اس بنیاد پر اپنے ان ملتوں و نیز
ان سب ملتوں کی تقسیم کرنے کی کوشش کی ہے جو سلطنت روما میں پائی جاتی تھیں وہ انکی دو قسمیں

الغرض امپراطوریہ روما کے زمانے میں یونانی بلدیات کو توالی، تعمیرات، پرستش عامہ، تعلیم اور روزمرہ کی قانونی کارروائیوں کا انتظام خواہ انفراداً و رند

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بیان کرتا ہے یعنی ایک تو خود مختار رعایا (۳، ۶۴۵) اور ماتحت رعایا، جو در اصل خود مختار تھے لیکن جنکی خود مختاری رومنوں کے رحم پر مبنی تھی لیکن یہ تقسیم صرف اس حالت میں درست کہی جا سکتی ہے اگر اس قسم کے اختیارات یا تو ظاہر ہوں ورنہ انکا قانون روما سے استدلال کیا جا سکے اور ساتھ ہی اگر انسے انفرادی ملتوں کے واقعی حالات سمجھ میں آ سکیں، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا انکے وجود کا قانون روما میں کہیں پتہ لگتا ہے، موم سن کہتا ہے (صفحہ ۶۱۰): "اگر ماتحت وفاقیہ کے اندر دو متضاد خیالات ایک دوسرے میں مخلوط ہو جاتے ہیں تو تابعداری کی حیثیت اس سے بھی زیادہ دوغلی اور پیچیدہ ہے"۔ اسکے معنے یہ ہوئے کہ یونانی شہروں اور روما کے باہمی تعلقات، جنھیں موم سن "ماتحت وفاقیتوں" اور "تابعداری" کے خطابات دیتا ہے انکا قانون روما سے کسی طرح کا تعلق نہیں تھا۔ لیکن یہ مسئلہ اس سے بھی زیادہ پیچیدہ بن جاتا ہے۔ موم سن کہتا ہے (صفحہ ۶۲۳) کہ "خود مختارانہ ماتحتی سے بھی زیادہ غیر مشروط ماتحتی کے لئے اس سے بھی سادہ اور کافی و وافی تعریف کی ضرورت ہے اسلئے کہ صریح قانونی تعلق ان مبہم اور نیم متضاد الفاظ سے بجائے صاف ہونے اور بھی زیادہ پردۂ خفا میں چلا گیا ہے"۔ اسکے دوسرے معنے یہ ہوئے کہ رومن ان یونانی ملتوں کے لئے جو کلیتۂ انکے قبضے میں تھیں جو الفاظ استعمال کرتے تھے انکے معنوں سے اصل مطلب حاصل ہونے کے بجائے اصل مطلب کے بالکل عکس کا اظہار ہوتا تھا۔ اس طریقے سے موم سن (صفحہ ۶۵۷) دونوں طریقوں یعنی "دستوری" اور "اصطلاحی" خود مختاری کے مابین فرق کرتا ہے اور کہتا ہے کہ رومنوں نے اصلیت واقعات پر پردہ ڈال دیا تھا۔ لیکن صفحہ ۶۵۸ پر وہ لفظ "خطابی" "اصطلاحی" کے لئے نہیں بلکہ "دستوری" کے لئے استعمال کرتا ہے۔ صفحہ ۶۶۴ پر وہ "بزدلانہ سرکاری طرز بیان" کا ذکر کرتا ہے۔ ان سب باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اول تو رومن اپنے ماتحت ملتوں کے لئے جو لفظ استعمال کرتے تھے وہ انکی قانونی حیثیت کا اندازہ لگانے کے لئے کافی نہیں اور دوسرے یہ کہ اس قانونی حیثیت کا سرے سے اندازہ لگایا ہی نہیں جا سکتا، اور اگر یہ کہا جائے کہ خود ان ملتوں کے افعال سے حقیقت حال معلوم ہو سکتی ہے تو موم سن اسکا نفی میں جواب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ رومن "رواداری" کے اصول پر کاربند تھے! الغرض ہم انفرادی ملتوں کے روما کے ساتھ "ان صریح تعلقات" کا پتہ نہیں لگا سکتے جو موم سن فرض کر لیتا ہے۔ لیکن کیا موم سن کے

باب ۲۹

اجتماعاً خود ہی کرتے تھے تو پھر وہ کسی سوئیزرستانی صوبے یا شمالی امریکہ کی ریاست یا جرمنی کے علاقے سے کس طرح کم تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ انہیں اور حال کے کسی وفاقیہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ خیال کے مطابق اس قسم کے صریح قانونی تعلقات کا وجود بھی تھا؟ ہماری رائے میں انکا وجود نہیں تھا۔ اگر "ماتحت وفاقیوں" سے "دو متضاد قانونی خیالات کا اظہار ہوتا ہے تو پھر یہ تعلقات "صریح قانونی تعلقات" نہیں ہو سکتے، اور کل تابعداری کی حالت میں بھی یہی حکم لگایا جا سکتا ہے بلکہ اسمیں اس سے بھی زیادہ ابہام کی گنجائش ہے دیکھو اوپر)۔ رومن قانون کے اعتبار سے "ماتحتانہ خود مختاری" میں دو غلاپن ہے، چنانچہ "قانوناً اسکا کوئی وجود نہیں" یا کم سے کم اسمیں کسی طرح کی "صراحت" نہیں پائی جاتی۔ اگر "ماتحتانہ خود مختاری" کے معنے کو (جیسے جلد xvii پر "خود مختارانہ ماتحتی" کا نام بھی دیا گیا ہے) عام لوگ سمجھ سکتے تو یہ نظریہ قابل قبول ہو سکتا، لیکن واقعہ اسکے خلاف ہے اسلئے کہ جب نوع اور جنس کو اپنی خوشی سے ایک دوسرے کی جگہ رکھا جا سکے تو پھر یہ بیچارے عامیوں کے سمجھ سے باہر ہو جاتا ہے۔ ان سب واقعات سے جو چیز عیاں ہو جاتی ہے وہ حقیقت حال ہے یعنی یہ کہ رومن جس ملت کے ساتھ جیسا چاہتے برتاؤ کرتے۔ الغرض اس تنقید کا ملخص (جسے اور وسعت دی جا سکتی ہے مثلاً ص $\frac{655}{656}$) یہ ہے:- موم سن کہتا ہے کہ مختلف شہروں کے روما کے ساتھ مختلف قسم کے تعلقات تھے، اور ان تعلقات کو وہ بیان کرتا ہے اور انکی تحدید کرتا ہے، لیکن اسکے نزدیک چونکہ ان تعلقات کا قانون روما میں کہیں پتہ نہیں اس لئے رومنوں نے ان تعلقات کو قانون کے تحت لانے کی غرض سے ایسے ادارات پیدا کئے جو "دوغلے" تھے یعنی رومن اصول سے مغائر تھے۔ علاوہ ازیں انھوں نے ایسی اصطلاحات استعمال کرنی شروع کیں جن سے انھوں نے جان بوجھ کر اصل واقعات کو غلط پیرائے میں بیان کیا اور اس طرح روشنی کی ان کرنوں کو چھپا دیا جنکی وجہ سے شائد یہ تعلقات آشکارا ہو جاتے۔ ہم اس نظریہ پر صرف یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ اسمیں قابلیت کا پہلو نہیں ہے گو یہ سب ممکن ضرور ہے۔ ایسی تقسیم سے کیا فائدہ جسکا ذکر کسی قدیم کتاب میں نہیں ہے، جسکی کبھی کوئی تشریح کی گئی ہے اور نہ جسمیں کسی قسم کی صراحت نظر آتی ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ خود موم سن نے "ممکن" اور "غالباً" جیسے اظہار شک و شبہ کے جو الفاظ استعمال کئے ہیں اس سے اپنے تمام بیان کو محض مفروضے اور قیاس سے زیادہ وقعت نہیں دی، اور ممکن ہے کہ اس نے اپنے قیاس سے اس سلئے کام لیا ہو کہ وہ ان تعلقات کو کسی رومن قانونی اصول کے تحت نہیں لا سکتا تھا لیکن پھر کیا اسکے لئے اس قسم کے مفروضے کی ضرورت بھی تھی؟ ہمارے نزدیک اسے اس قسم کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ واقعات یہ ہیں:

کے ریاست میں فرق صرف اتنا تھا کہ آجکل کوئی گورنر یا شہنشاہ ایسے معاملات میں مداخلت نہیں کرتا جن میں اسے مداخلت کرنے کا حق نہیں، درانحالیکہ اُس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ یونانی ملتوں پر روما کے اثرات مختلف انداز سے پڑے اور انکی مطلق ضرورت نہیں کہ ان اثرات کو کسی نہ کسی طرح توڑ مروڑ کر قانونی جامہ پہنا ہی دیا جائے۔ یہ ملتیں روما کے ساتھ یا تو مجبوراً اور یا اپنی خوشی سے مل گئی تھیں۔ اوّل تو روما کو اختیار حاصل تھا کہ جیسا چاہے انکے ساتھ برتاؤ کرے اور وہ اسکے احکام کی پابندی کرنے پر مجبور تھے اور انکی "غیر مشروط اتباع" کے لئے کسی قسم کے تعریف کی ضرورت نہیں تھی بلکہ یہ تعلق خود قوانین فطرت کا ایک لازمی جزو سمجھا جانا چاہئے لیکن دوسری حالت میں کم وبیش صریح یا کم از کم مسلّمہ اقرار موجود تھا جسے یا تو صراحتاً ورنہ خاموشی کے ساتھ تسلیم کر لیا گیا تھا اور جو بہ نسبت فریق ثانی کے روما کیلئے زیادہ مفید تھا۔ یہ قانون اقوام کا اساسی اصول ہے کہ ہر عہد نامے کے الفاظ میں بہت کچھ تنوع ہو سکتا ہے اور یہ امید کرنا فضول ہے کہ اتنی مختلف النوع قانونی حیثیت کے توموں کو ایک ہی شق یعنی رعایائے روما کے شق میں لایا جا سکے۔ ہر ایک کے ساتھ خود اسکے حالات کے اعتبار سے برتاؤ ہوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حالات کے اعتبار سے بہت سے توابع کی حیثیت ایک سی ہوگی، لیکن اس تقسیم کا دار ومدار محض عمل پر تھا، اور نہیں رومن قانون کے کسی اصول کے تحت لانے کی کوشش بے سود ہوگی اور یہ بالکل بے کار ہوگا کہ خاص اس مقصد کے لئے قانون میں کسی نئی "دوغلی" شق کا اضافہ کیا جائے۔ ہم باب ۱۹ حاشیہ ۵ میں کہہ چکے ہیں۔ روما کے خانگی قانون کو چند خاص مسائل سے دوچار ہونا پڑا تھا اور "قانون ملکی" کے ساتھ جسکا انطباق صرف رومن شہریوں پر ہوتا تھا، ایک "قانون اقوام" کی بھی ضرورت پیش آئی تھی اور آخر کار دونوں کو ایک دوسرے میں مدغم کر دیا گیا تھا۔ یہی کیفیت رومن قانون عامہ کی بھی ہے۔ قانون عامہ کا تعلق زیادہ تر حکم دینے اور حکم ماننے سے ہے اور یہ ابتدا میں صرف رومن شہریوں کے لئے ضروری سمجھا جاتا تھا۔ لیکن ابتدا ہی میں روما کے ساتھ دوسری ملتوں کے بھی تعلقات پیدا ہو گئے۔ جبتک صرف ایسی اطالوی ملتوں ہی نے روما سے تعلقات پیدا کئے جو یا تو لاطینی زبان ورنہ اسی خاندان کی کوئی زبان بولتی تھیں اسوقت تک تو اسطرح یہ ترکیب چلی کہ بعض حقوق شہریت ان ملتوں کو دیدیئے اور بعض نہیں دیئے انکے بعد جب روما یونانی ملتوں سے دوچار ہوا اسوقت یہ محسوس ہوا کہ ایک طرف تو اس طرح کی نصف مراعات سے کام نہیں چلے گا اور دوسرے جانب رومنوں کا اس طرف میلان نہیں تھا کہ اتنے وسیع رقبے میں

باب ۲۹

زمانے میں اس قسم کی مداخلت غیر معمولی کارروائی نہیں سمجھی جاتی تھی۔ ساتھ ہی ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ مجلس سینات کے سامنے مختلف بلدیات کے جو تنازعات

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ محدود شہریت کے حقوق بھی دوسروں کو عطا کریں۔ ان اثرات کے تحت روما نے ان ملتوں کے ساتھ تعلقات کی بنیاد خالص بین الاقوامی اصول کو بنایا اور ہر ملت کے ساتھ جو تعلقات قائم کئے انکا دارومدار مخصوص حالات و واقعات پر رکھا۔ انہیں سے بعض تو بالکل روما کے رحم پر تھیں اور بعض ایسی تھیں کہ روما نے انکی خدمات کا تعین کر دیا تھا۔ آخر کار امپراطوریہ کے زمانے میں ان ناقابل درجہ بندی امتیازات کا بالکل خاتمہ کر دیا گیا اور رومن سلطنت کے تمام رعایا کے لئے ایک عام سیاسی قانون نافذ کر دیا گیا۔ حضرت عیسٰیؑ کی ولادت پر بھی سلطنت ایسے منفرد سیاسی ہیئتوں کا مجموعہ بنی ہوئی ہے جو اپنے معاملات کی خود مختار ہیں اور ان سب کی نگرانی کا کام ایک منفرد سیاسی ہستی (یعنی روما) کرتی ہے۔

عام معلومات کے لئے دیکھو کون: "یوستی نیان کے زمانے تک سلطنت روما کے شہری و دیہاتی ادارات" (Kuhn:Die stædtische und buergerl) Verfass. des roem.Reichs) ۲ جلد، لائپزگ، ۱۸۶۴۔۶۵ء۔

خودمختار اور پابند شہروں کی سیاسی حیثیت تقریباً ایک سی ہی تھی؛ مارکوارٹ ۴، ۱۷۰/۱۷۱ ۳۵۲، ۳۵۔ ایشیائے کوچک میں افواج کی کمی؛ موم سن ۵، ۳۲۳۔

پلوٹارک اپنی کتاب "اصول حکمرانی" میں اس عہد کے جمہوریتوں کے ادارات کا بالکل اسی انداز سے ذکر کرتا ہے کہ گویا یہ عہد فارقلیس واپامنونداس کا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "بلدیہ" کے خصائص میں ان صوبوں میں تبدیلی نہیں ہوئی تھیں۔

اتحادوں کے لئے موم سن (Staator.) ۳، ۴۴۷۔ عام طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وفاقیہ لیکیہ کو ابھی تک جنگ کرنے کا اختیار حاصل تھا اس بارے میں موم سن ۳، ۶۷۱ استرابو ۱۴، ۶۶۵ کا اتباع کرتا ہے۔

ڈیورُوئی (Duruy) نے خاص طور پر اپنی کتاب تاریخ روما سلطنت روما کے شہروں کی خودمختاری پر زور دیا ہے۔

پیش ہوتے تھے وہ خاص طور پر اس مجلس کے قانونی حدود و اختیار کے اندر ہونگے۔ ایسے حالات میں روما کی حیثیت محض ایک پنچ یا ثالث کی سی تھی، اور اگر جنگ سے بچنا ہو تو پھر اس طرح کی ثالثی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ اس سے قدیم تر زمانے میں غیر جانبدار ہمسایہ شہروں کو پنچ بنایا جاتا تھا (دیکھو اوپر، باب ۱۰)؛ اب انکے بجائے روما ایک مستقل پنچ بن گیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ جسطرح ازمنۂ وسطے کے کسی شہر کی مجلس انجمن تجار کے حقوق میں مداخلت کرتی تھی اسی طرح روما نے انفرادی شہروں کے اختیارات کو "گھٹانے بڑھانے" کا حق محفوظ کر لیا تھا، اور اسکی طرف سے بلدی معاملات میں اکثر مداخلت ہوتی رہتی تھی لیکن دوسرے مقامات میں بھی اسطرح کے واقعات پیش آتے ہیں اور زمانے حال کے تحریری دساتیر کے دور میں بھی استرداد حقوق کے شکائتیں سننے میں آتی رہتی ہیں۔ الغرض ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ ابتدائی قیصریت کے زمانے میں یونانیوں کے شہری اقتدارات اتنے کم نہ تھے جتنے سمجھے جاتے ہیں۔ بلاشبہ آجکل کے ایک نہایت مستند مورخ نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ یہ سوال پیش کیا ہے کہ جب انسان اپنے ملک کے لئے اپنی جان قربان نہیں کر سکتا تھا تو پھر ان کے لئے زمانہ ان کے لئے زندہ رہنے میں کیا لطف تھا؟[1] ہماری دانست میں اس خیال میں

[1] موم سن (۵، ۲۶۲) شہروں کی افسوسناک حالت پر بہت کچھ زور دیتا ہے اور کہتا ہے ہمیں یونانیوں کے ساتھ ہمدردی کرنی چاہئے اس لئے کہ انکی آزادی سلب ہو چکی ہے۔ اس بارے میں اول تو ہمیں یہ کہنا ہے کہ اطالویوں کو ان یونانیوں سے کچھ زیادہ آزادی حاصل نہیں تھی، بالخصوص گراکھی کے زمانے سے تو ان کا کوئی امتیاز باقی نہیں رہا تھا اور مملکت کے حکمت عملی صرف چند اشخاص کے قبضہ اقتدار میں رہ گئی تھی۔ صرف فرق یہ تھا کہ یہ چند اشخاص اطالوی تھے اور اس طرح انکا یونانیوں سے ذرا بالاتر درجہ تھا کہا جاتا ہے کہ یونانیوں کے لئے ایک طرح کی ترقی معکوس تھی اور یونانی آئندہ سیاسیات دنیا پر اثر نہیں ڈال سکتے تھے مثلاً فریمین ("دسلی" لندن، ۱۸۹۲ء، صفحہ ۳۲۳) کہتا ہے کہ وہ کسی زمانے ہر شہر کو مکمل آزادی حاصل تھی اور ہر شہر معاملات دنیا میں حصہ دے سکتا تھا، بیشک نظریہ کے اعتبار سے یہ شہر معاملات دنیا میں حصہ لے سکتا تھا لیکن عمل اس سے مغایر تھا؛ اور فریمین کا یہ حکم دراصل صرف ایتھنز اور اسپارٹا پر لگایا جا سکتا ہے ان شہروں سے باہر جو یونانی رہتے تھے وہ

ایک طرح کی دلفریبی ضرور ہے لیکن ساتھ ہی مبالغہ بھی کیا گیا ہے۔ کیا آجکل کے زمانے میں صورت حال اس زمانے کی کیفیت سے بہت زیادہ مختلف ہے؟ مرکزی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اکثر و بیشتر اپنے خانگی معاملات میں منہمک رہتے تھے اور سلطنت روما میں الحاق کے بعد انکی حالت تقریباً ویسی ہی رہی جیسے پہلے تھی۔ اسمیں شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ[ع] کے ولادت کے وقت فوکس یا سکیون یا سینیہ کے کسی باشندے کا بڑے بڑے سیاسی مسائل پر اتنا اثر نہیں تھا جتنا تقریباً ۴۰۰ سنہ قم میں لیکن انکے اثر میں اس کمی کا باعث اتنا انکی آزادی کا زوال نہیں تھا جتنا دوسرے واقعات حقیقت یہ ہے کہ یونانیوں کے ادارات میں اتنی تبدیلی نہیں ہوئی جتنا ادارات عالم میں پھر یونانیوں کی دنیا میں بہت کچھ وسعت پیدا ہو گئی تھی۔ جب سکیون والے کی نظر صرف رھوڈز سے کور کائرا تک محدود تھی تو وہ اسمیں حصہ لے سکتا تھا لیکن جب انکی دنیا ستون ہائے ہرقل (جبل الطارق) سے اسکندریہ تک وسیع ہو گئی تو انکی اہمیت یقیناً کم ہو گئی۔ سیاسی اعتبار سے یونانی برابر اسی جگہ رہے جہاں پہلے تھے، اور اسی وجہ سے وہ دنیا کے تبدیل شدہ کیفیات کا مقابلہ نہیں کر سکے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس تبدیلی کیوجہ سے انفرادی یونانی بلدیات کے آزادی میں بہت کچھ خلل واقع ہو گیا اور ہمیں اس سے انکار کرنے کی ضرورت نہیں کہ فوجی خدمت کے موقوف ہونے کی وجہ سے بعض نتائج ضرور مستنبط ہوئے ہونگے یا پرانے زمانے میں شہریوں کے اس احساس سے کہ ہم میدان جنگ میں اپنے شہر کی حفاظت کر سکتے ہیں اسے اپنی خودداری کا زیادہ احساس رہتا ہوگا۔ لیکن جنگ آزمائی کے حق کی یہ کیفیت ہے کہ ان سب لوگوں کو جو کسی عظیم تر ادارے کے ارکان بننا چاہیں اس سے کبھی نہ کبھی ضرور دست بردار ہونا پڑتا ہے جسکی ایک مثال جرمانی ریاستوں سے ملتی ہے۔ ایسی حالت میں فرد کو دو قسم کے معاوضے مل سکتے ہیں جنمیں سے ایک قدماء کی قسمت کا تھا اور دوسرا حال کے قوموں کو ملا۔ سلطنت روما میں شہریوں کو برابر اپنے اندرونی معاملات پر پورا قابو حاصل رہا اور انھیں اپنے بلدی دستوروں کو تبدیل کرنے کا بھی حق رہا لیکن معاملات عظمے کے تعین میں انکا کوئی حصہ نہیں رہا اور واقعہ یہ ہے کہ وہ اسکی ماہیت کو سمجھتے بھی نہیں تھے۔ اس کے برعکس انتظامی یکسانی کیوجہ سے زمانۂ حال کے مملکتوں کے شہریوں کو مقامی انتظامات میں آزادی میں بہت کچھ کمی ہو گئی ہے اور اس کے معاوضے میں انھیں بڑے بڑے معاملات اور قانون سازی میں حصہ لینے کا حق حاصل ہو گیا ہے لیکن یہ حق اول تو محض دھوکا ہی دھوکا ہے اور پھر قوانین کے متعلق انھیں نہایت ہی کم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ

وقریت اور مرکزی قوانین (مثلاً پروشیہ میں "بلدی قوانین") کے وجہ سے آجکل لوگ
اپنے شہر کے اتنی بھی خدمت نہیں کر سکتے جتنی پہلی صدی عیسوی میں الابندہ یا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - انکی حیثیت قدیم زمانے والوں سے بڑھ کر اسلئے کہ حال کے طریقے سے بڑے بڑے مسائل میں انھیں دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اس سے یہ استناج نہیں کیا جاسکتا کہ سلطنت روما کے بلدیات کی حالت قابل حقارت تھی" اور ان کے بابت کم از کم یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ بہ نسبت آجکل کے انھیں بے ریائی کی بڑی خصوصیت حاصل تھی۔

ہیڈ نے سکوں سے شہروں کے خطابات کا ملخص دیا ہے ("تاریخ سکوکیات" "رہبر" "ناقابل تاراجی" وغیرہ (دیکھو اوپر باب ۲۰، حاشیہ ۱۸) محاصل سے آزاد" "ایشیا کا اولین خود مختار شہر" (مگنیشیہ بر دریائے میاندر) "آزاد و مستقر" (یہ نام صوبہ ایشیا کے بہت سے شہروں کا تھا جو غالباً بعض مخصوص میلوں کے مرکز تھے) "مرکز بحری" (نکوپوس، تومی، سیدے، کوریکوس، سیباستے اسے گئے، دوراسیدون، ترپی پوس) "جاروب کش بتکدہ" (نیز "دوہرا"، "تہرا"، "چوہرا") "اولین"۔ بتھی نیہ کے "اولین" شہر کے رتبہ کے لئے نقیہ و نکومیدیہ کے مابین اور ایشیا میں سمرنا اور ایفی سوسس کے مقابلہ تھا، اور جہاں سمرنا اپنے آپ کو "اولین شہر ایشیا" کہلاتا تھا وہاں ایفی سوس نے اپنے آپکو "تمام ایشیا میں اولین اور سب سے اہم شہر" کا لقب دے رکھا تھا۔ اسطرح متی لنہ "اولین شہر لسبوس"، "ساموس" "اولین شہر ایونیہ" اور تراکیس "اولین شہر یونان" پکارے جاتے تھے اور پمفیلیہ میں سیدے، پسیدیہ میں سگالاسوس، پونتوس میں اماسیہ اور شام میں لاوڈیکیہ بساحل بحر "اولین" شمار کئے جاتے تھے۔ ان شہری مقابلوں پہ ہمعصر مؤرخ دیوان ہنستا ہے اور اس کا اتباع کر کے خود مومسن بھی طعنہ آمیزی سے پرہیز نہیں کر سکتا۔ یہ تضحیک صرف اسوقت حق بجانب ہوسکتی ہے اگر اس سے یہ نتیجہ نہ نکالا جائے کہ اس زمانے کے ایشیائی ہر ملک اور ہر زمانے کے انسانوں سے زیادہ بیوقوف یا قابل مضحکہ تھے۔ آجکل اگر کوئی شہر کسی ملک میں اولیت کا دعوے کرے اور ساتھ ہی اسی ملک میں دوسرے شہر بھی اسکے مقابل موجود ہوں تو اسکی کیفیت بھی ان شہروں کی سی ہوگی۔ یہ بات واقعاً مضحکہ خیز ہے کہ سمرنا اپنے آپکو ایشیا کا اور ایفی سوس "تمام ایشیا کا اولین شہر" کہلوائے؛ لیکن آجکل بھی ایسے شہر ہیں جو یہی کرتے ہیں اور وہ بھی غایت سنجیدہ ممالک میں انگلستان میں یارک کا صدر اسقف "انگلستان کا لاٹ پادری" ہے اور کنٹربری کا صدر اسقف

باب ۲۹

ترالیس کا کوئی باشندہ۔ بلاشبہ ہمیں اس کا معاوضہ سیاسی حقوق کی شکل میں مل جاتا ہے اور سلطنت روما کے شہری کو اس قسم کے کوئی حقوق حاصل نہیں تھے، لیکن یہ بات خوب اچھی طرح سے معلوم ہے کہ ایسے ملکوں میں بھی جو دستوری اعتبار سے دوسری قسم کے گویا نمونہ ہیں اور جہاں عمومی نیابت کے ذریعہ سے حکومت پر ظاہری نگرانی رکھی جاتی ہے وہاں بھی مملکت کے بڑے بڑے اہم امور کی کارفرمائی تھوڑے سے بڑے بڑے رہبروں کے قبضے میں ہوتی ہے۔ اس زمانے میں آجکل کی بنسبت ذرا کم رسمی منافقت پائی جاتی تھی؛ اس زمانے میں لوگ بلدیے کے ایسے حالات پر بحث کرتے اور انہیں قرار داد منظور کرتے جنسے وہ اچھی طرح سے واقف تھے اور جن سے انکا براہ راست تعلق تھا۔ اگر ہم ہر چیز کو مدنظر رکھیں تو ہم اس نتیجے پر پہونچینگے کہ الابندہ یا ترالیس کے کسی شہری کے سیاسی اہمیت آجکل زمانے میں شہر تیپلز کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ "تمام انگلستان کا لاٹ پادری" ہے اور اسیطرح صدر اسقف ڈبلن "ایرستان کا" اور صدر اسقف آرماہ "تمام ایرستان کا" لاٹ پادری مانا جاتا ہے ہم یہ سن کر مسکراتے ہیں کہ شریف ایشیائی ایک سال تک آزیارخ رہنے کے بعد بھی اپنے آپکو اسی لقب سے ملقب کرتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ آجکل بھی ہمارے جمہوریت پسندوں کے لئے القاب ہے "میر بلد" "قنصل" یا "کرنل" میں ایک خاص کشش ہے۔ پہلی صدی ق م میں ایشیائیوں میں خطابات والقاب کی جو خواہش پائیجاتی ہے اس سے یہ ہرگز نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ انہیں آجکل کے زمانے کے سوئیٹزرستانیوں یا امریکیوں سے کم تر درجے کی صفات پائی جاتی تھی۔

ان شہروں کے سکوں سے انکی مرفہ الحالی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ موم سن کہتا ہے ("تاریخ روما" ۵، ۳۰۲) کہ "تمام ملکوں میں سب سے زیادہ ایشیائے کوچک بلدی تفاخر کا مسکن اعلےٰ بنا ہوا تھا" اور سکوں کے قیلیک کا اصلی باعث یہ امر تھا۔ رومن حکومت نے ان شہریوں کو اس بارے میں آزادی دیدی تھی" لیکن جب ہم اوپر دیکھ چکے ہیں پہلی رائے کا تو ثبوت ہی نہیں دیا جاسکتا خصوصًا اس لئے کہ زمانہ حال کے تاریخی تفحص سے یہ معلوم ہوگیا ہے کہ تھریس میں بھی اسی قسم کے اعلیٰ درجہ کے سکے ڈھالے جاتے تھے، چنانچہ مناسب ہوگا اگر ہم اس بارے میں بھی تفاخر کی صفت کو اتنی ہی اہمیت دیں جتنی انسانی کاروبار میں ہر جگہ اسے حاصل ہوتی ہے۔

کسی شہری کی اہمیت سے زیادہ تھی۔

باب ۲۹ عام طور پر ابتدائی امپیراطوریہ روما پر ایک شریف رومن کے زاویہ نگاہ سے غور کیا جاتا ہے، اور اگر ہم آگے بڑھ کر اسکے برخلاف یونانی قوم کے ایک شہری کے نقطۂ نظر سے غور کریں تو یہ یقیناً باعث دلچسپی ہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس سلطنت کے مشرقی حصے میں بہت سی شہری ملتیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ کم و بیش اعیانی دساتیر رائج ہیں اور ساتھ ہی ہر صوبے میں ان ملتوں کی ایک طرح کی وفاقیتیں قائم ہیں جو اپنے اختیار سے مختلف النوع مسائل زندگی پر نگرانی رکھتی ہیں لیکن ساتھ ہی جن کے معاملات میں رومن پرو کانسل کبھی کم کبھی زیادہ مداخلت کرتے رہتے ہیں۔ ان ملتوں کے ضروریات صرف محاصل کی ادائی میں سے پورے نہیں ہوتے بلکہ دولتمند و مرفہ الحال شہری بھی متعدد بار قوم دیگر ان کے خزانے پُر کرتے ہیں اور انکے معاوضے میں انکے اعزاز میں اضافہ بھی کیا جاتا ہے۔ "خدمت عامہ کا پرانا طریقہ اسوقت تک رائج چلا آتا ہے۔ جن ممتاز اور امیر شہریوں کو رومن حقوق مل گئے ہیں وہ اپنے بیٹوں کو رومن طرز کی تعلیم دیتے ہیں اور یہ تعلیم یافتہ یونانی بچے دفتری زندگی میں قدم رکھ کر آخر کار رومن سیناتی بن جاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ تعلیم یافتہ اور آسودہ یونانیوں کو دونوں قوموں کے حقوق حاصل ہیں۔

یوروپی یونان مادی مرفہ الحالی میں ذرا پیچھے تھا لیکن ہمیں کوئی شبہ نہیں کہ اسوقت یا کسی دوسرے زمانے میں مشکل سے کوئی ایسا ملک ہوگا جو اس عہد کے ایشیائے کوچک یا سوریہ کی برابر دولتمند ہو، اور نہ صرف سکوں سے بلکہ شہروں کے باقیات سے بھی اس کا پورے طور پر اندازہ ہو جاتا ہے۔ یونانیوں میں بعض خصائص ضرور ایسے ہیں جن کی وجہ سے اس تابناک تصویر میں ذرا تاریکی پیدا ہو جاتی ہے، مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف بلدیات میں انفرادی حقوق کے متعلق آئے دن جھگڑے ہوتے رہتے ہیں اور اس سے بلدی تدمغ کا اظہار ہوتا ہے۔ میں نے اس مسئلے کا ایک حاشیے میں حوالہ دیا ہے۔ لیکن اسکے علاوہ ایک بات اور ہے جس سے تصویر بالکل تاریک ہو جاتی ہے اور وہ امپیراطور کی پوجا کا مسئلہ ہے۔ ؎

؎۔ ایتھنز میں روما اور اگستوس کی پوجا؛ کرتیوس "تاریخ بلدی" Curtius : Stadgeschichte

باب ۲۹

اگستوس نے ایشیا و بتھی نیہ کے صوبہ واری جمعیتوں کو اس بات کی اجازت دے دی کہ اس کے نام کے بتخانے بنائیں اور اس کے ساتھ معبودی اعزاز و اکرام وابستہ کریں۔ یہ مرض بہت جلد دوسرے صوبوں میں بھی پھیل گیا، اور (جیسا موم سن ٹھیک کہتا ہے) سلطنت کی صوبہ واری تنظیم کا سب سے بڑا اصول یہ ہوگیا کہ مذہبی اور انتظامی ادارات کو ایک دوسرے میں بالکل مدغم کردیا جائے۔ امپراطور کے ہر ایک معبد میں ایک مہا پجاری ضرور ہوتا تھا، لیکن اس کی پوجا کے معاملات (مثلاً بعض تہواروں کے انتظامات) کا کام صوبہ واری جمعیت کے صدر (یعنی ازیارخیس، لیکیارخیس وغیرہ) کے ہی سپرد تھا۔ ابتدا میں رومن شہریوں سے یہ امید نہیں کیجاتی تھی کہ زندہ امپراطور کی پوجا کریں، اس لئے کہ روما میں صرف غیر ملکیوں کی زندگی میں ان کی پوجا ہوسکتی تھی (دیکھو اوپر، باب ۶ حاشیہ ۱) اور واقعہ یہ ہے کہ یونانی بلدیات نے اپنی شہری خود مختاری کا یہی ملعون معاوضہ ادا کیا کہ وہ امپراطور کی پوجا کریں۔ یہیں یونانی مذہب کی نوعیت اس بات سے نظر آتی ہے کہ

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ۔ ۲۵۵ ۔ عام طور پر امپراطور کی پوجا؛ ڈریکسلر کا مضمون روشر ۲ $\frac{901}{919}$ میں۔

پ ۔ گارڈنر نے اپنی کتاب "ابواب جدید" (ص ۲۱۶) میں قدیم یونانی مذہب کے زوال کے نسبت صحیح رائے کا اظہار کیا ہے۔ نیز مقابلہ کرو خود میری رائے، اسی کتاب کی جلد ۳ باب ۱۳۔

ل ۔ متائس نے اپنی کتاب "سلطنت روما کے مشرقی صوبوں میں حکومتی اور عمومی قانون"

L. Mitheis :Reichsrecht und Volksrecht in den Oestichen des roemischen Reiches (لائپزک ۱۸۹۱ء) میں شامی شہروں میں یونانی قانون کے رواج کا ثبوت دیا ہے۔

Weber: ہندوستان پر یونانی تمدن کے اثرات"؛ ویبر: "روداد اکاڈمی برلن"

Mahaffy: Sitzunsber. d. Berl. Ak. ۱۸۹۰ء، ص $\frac{901}{933}$؛ مہافی: "دنیائے یونان محکوم روما" (Greek World under Roman Sway) باب ۲، گارڈنر: "ابواب جدید" ص $\frac{34}{435}$

لکتانتیوس نے (تقریباً ۳۱۰ء) میں دفتری اقتدار کے عروج پر نوحہ خوانی کی ہے۔

De mort persec: ، جس کا مارکوارٹ نے ۴، ۲۲۴ پر اقتباس دیا ہے۔

ایسے پیرو کمال خوش دلی کے ساتھ لیسا نڈر کے زمانے سے سکندر اور جانشینان سکندر کے عہد میں ہو کر رومن امپراطوروں کے زمانے تک اسطرح کے زندہ انسانونکی پوجا میں کچھ مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔

سلطنت روما میں براہ راست نیابت کا طریقہ رائج نہیں تھا لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سینات کے واسطہ سے صوبوں کے ممتاز شہری حکومت میں حصہ لے سکتے تھے۔ یہ مجالس خود اپنے نقائص کو ایک حد تک دور کرتی رہتی تھی۔ یہ ایک ایسا ایوان تھا جسکے علاوہ روما میں کوئی دوسرا ایوان نہیں تھا لیکن ساتھ ہی اسے آجکل کے ابتدائی ایوانوں سے کہیں زیادہ حکومتی اقتدارات حاصل تھے سینات کو مجلس ملل نہیں کہہ سکتے بلکہ خود امپراطور کی طرح اسمیں وحدت سلطنت کا گویا مظاہرہ ہوتا تھا۔ تاہم یہ بات قابل لحاظ ہے کہ مصر جیسے ملکوں کی جنہیں کسی طرح کی آزادی کا پتہ نہ تھا، نیابت مجالس سینات میں نہیں ہوتی تھی، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مجلس آزادی کے عناصر کی گویا قائم مقام تھی۔ امپراطوروں کا کام یہ تھا کہ سلطنت کے مختلف حصول کی حفاظت کریں، اور اس مقصد کے حصول کے لئے انھوں نے ایک دفتری طبقے کا بیج بویا جو رفتہ رفتہ ایک تناور درخت کے مانند ہو گیا اور جس نے شہروں کی خود مختاری کو بہت کچھ گزند پہنچایا۔ آخر میں جب بلدی دفاتر کے ذریعہ سے ہر شہر کا خراج لیا جانے لگا تو وہ خود بلدیات کے لئے ایک بار گراں بن گئے۔ عیسوی مذہب کی ابتدا میں اسکے پیرؤں نے شہنشاہ کی پوجا کی سخت مخالفت کی اور اسکے باعث آخر کار قدیم بت پرستی کا ازالہ کلی ہو گیا جو فی نفسہ ایک نہایت ہی اچھا کام تھا لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ سلطنت روما کے لئے اس میں بھی ایک تاریک پہلو تھا اس لئے کہ جب سلطنت نے لوگوں کے عقائد میں ڈھیل ڈالنے سے انکار کیا اور ساتھ ہی جب رفتہ رفتہ عیسوی مذہب رواج پاتا رہا تو آخر کار اسکا سرکاری مذہب عیسویت ہو گیا، اور اسکے بعد کی تاریخ تین قسم کے آفات سے پر ہے۔ ایک تو شخصی حکومت، دوسرے سرکاری کلیسا، اور تیسرے زائد از ضرورت دفتریت۔ یہی تین بلائیں برابر سلطنت بیزنطہ پہ استڈتی رہتی ہیں اور ہمارے نزدیک انکے ہوتے ہوئے سلطنت ہرگز اس مدح سرائی کی مستحق نہیں جو آجکل اسکی کی جاتی ہے۔

ابتدائی امپراطوری حکومت میں یونانیوں کی ذہنی کیفیات کو چند ہی لفظوں میں بیان کرنا کافی ہوگا۔ ایتھنز کی اہمیت برابر قائم رہتی ہے اور خود رومن بھی اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔ یہاں بروتوس، کاسیوس اور ہوریس رہتے تھے، اور یہ شہر تمام سلطنت کے اولین مدرسۂ فلسفہ کا مستقر تھا۔ اپنے مدرسۂ خطابت کی وجہ سے رھوڈز نے بھی بہت بڑا اثر ڈالا، اور ہم باب ۲۸ میں اسکندریہ کی اہمیت کا اندازہ کر چکے ہیں۔ لیکن خاص روما میں بھی یونانی حکمیات کو ترقی ہوئی۔ صقالوی دیودوروس نے اپنی "تاریخ عالم" یہیں بیٹھ کر لکھی، اور ہمارے نزدیک سلطنت روما کے پہلی دو صدیوں میں یونانی ادبیات و فنون نے اپنے خاتمے سے پہلے گویا ایک طرح کا سنبھالا لیا۔

ایک اور بات نہایت اہم ہے، وہ یہ کہ فلسطین، سوریہ، اور طارسوس کے ساتھ بلکہ اسکندریہ نے مذہب کے ذریعہ سے دنیا کے اخلاقی احیاء کا بیج بویا، اور سامی سرزمین سے جن عمیق خیالات کی ابتدا ہوئی تھی وہ یونانی زبان ہی کے ذریعہ سے بنی نوع انسان تک پہونچے۔

ان تمام واقعات پر غور کر کے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہونگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پر سیاسی حیثیت سے یونانی بالکل فنا نہیں ہوگئے تھے، بلکہ جہاں تک فنون لطیفہ کا تعلق ہے ان میں وہ پرانی بات اب بھی قائم تھی اور ادبیات و فلسفے کے میدان میں انھیں از سر نو امتیاز حاصل ہو رہا تھا۔

اب میں اس کام کے انجام کو پہونچ گیا ہوں جو میں نے ابتدا میں اپنے پیش نظر رکھا تھا، لیکن مجھے اسکا اچھی طرح سے اعتراف ہے کہ میں نے اس کام کو کماحقہ انجام نہیں دیا ہے بعض مرتبہ جو کچھ مجھے کہنا تھا وہ اپنے مناسب مقام پر نہیں کہا گیا، اور میں نے اسے حذف کرنا ہی بہتر سمجھا لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ تاریخ یونان پر قلم چلانے والے کیلئے اس لاثانی قوم کے ہر ایک کارنامے کی مکمل تصویر پیش کرنا بالکل ناممکن ہے۔ اس کتاب میں کم از کم یہ دکھانے کی ضرور کوشش کی گئی ہے کہ یونانیوں نے کس طرح مملکت اور ملت کے خیالات کو ایک دوسرے سے منطبق کیا؛ یہ خیال قدیم زمانے کے ساتھ مخصوص ہے اور زمانۂ حالیہ میں صرف جرمنی میں اور ایک حد تک چند روز کے لئے اٹلی کی تاریخ میں نظر آتا ہے۔ یونانی مملکت میں شہری اپنے تمام قوائے انسانی کو تمام قوم

کے لئے وقف کر دیتا ہے اور اسطرح اپنی مملکت کو اور خود اپنے آپکو گویا ایک فنی شاہکار
بنا دیتا ہے۔ بڑے بڑے آدمی نئے نئے امتیاز سے خدمت کرنا اپنا فخر سمجھتے ہیں،
لیکن اسکے برعکس اکثر قوم کو اپنے رہبروں پر تفوق حاصل ہوتا ہے۔ سلطنت روما میں بلدیہ
کو روز افزوں اہمیت حاصل ہوتی ہے، اور یونان مظفر و منصور روما کو نہ صرف اپنے
فنون و ادبیات کے ذریعے سے بلکہ اپنی بلدیہ فراست کے ذریعہ سے بھی مغلوب
کر لیتا ہے۔

پھر یونانی زندگی کا خاتمہ کسی طرح سنہ ۱۴۶ ق م میں بھی نہیں ہوتا لیکن یہ ایک
ایسی حد ہے جسے عبور کرنا مناسب نہیں۔ اوّل تو یونانیوں کی قومی زندگی اس حد تک
قائم رہی کہ اسکے بعد تھوڑی ہی مدت بعد نصف سلطنت سیاسی اعتبار سے بھی
یونانی ہی بن گئی، اور جب قسطنطین اعظم نے بزنطہ کو قسطنطنیہ بنایا تو یہ شہر ایک جدید
یونانی سلطنت کا پائے تخت بن گیا جو برابر ایک ہزار سال تک جاری رہی۔ دوسری
بات یہ ہے کہ یونانی تمدن دنیا پر اس سے بھی زیادہ طویل زمانے تک برابر اثر
ڈالتا رہا، اور جب بزنطہ نے اپنے جواہر ریزوں کی حفاظت کرنا چھوڑ دیا تو مغرب نے
حتی المقدور انھیں چن لیا اور مغرب خود بزنطہ سے بھی زیادہ انکے اثر میں آگیا۔ یونانی
مشرق کے کندھوں پر غلامی کا ایک بار گراں رکھ جاتا ہے جو انیسویں صدی عیسوی
کے ابتدا تک ہلکا نہیں ہوتا، اور اسکے بعد یونان از سر نو تماشہ گاہ عالم پر نمودار
ہوتا ہے۔ یونان کی جدید زندگی سیاسی اعتبار سے ہی نہیں بلکہ ذہنی اعتبار سے
بھی اہم ہے، اور ذہنی کیفیات میں وہ جہانتک ہو سکتا ہے اپنی گذری ہوئی
روایات سے اپنے آپکو وابستہ کرتا ہے۔ بلاشبہ سیاسیات کے میدان میں اسکی
حالت ذرا مختلف ہے اسلئے کہ اسمیں فرانس، اٹلی، اسپین، رومانیہ وغیرہ کی طرح پارلیمنٹی حکومت
رائج ہے اور یہی وہ قیمت ہے جو اسنے اس وحدت کی ادا کی ہے جسکی قدیم زمانے
میں اتنی ضرورت تھی۔ لیکن اسکے علاوہ دوسرے معاملات میں وہ زمانہ قدیم کے بہت
کچھ مشابہ ہے۔ یونانیوں کا ساحل ایجئین اور اس کی دوسری طرف منتشر ہو جانے سے
چھٹی صدی ق م کی یاد تازہ ہوتی ہے اور ان نو آبادیوں کے سیاسی ارتقا میں
جو امور سد راہ ہیں وہ بھی اسی زمانے کے جیسے ہیں۔ آجکل کے ترک قدیم ایرانیوں کے

مماثل ہیں، لیکن آج کے یونانیوں کو ترکوں کی جگہ لے لینا قدیم یونانیوں کے ایرانیوں کو مغلوب کرنے سے زیادہ مشکل ہے اسلئے کہ آجکل مملکتوں کا ایک ایسا مجموعہ پیدا ہو گیا ہے جو موجودہ صورت حال کو قائم رکھنا چاہتا ہے اور اگر ترکی سلطنت میں زندگی باقی ہے تو اسے بھی قائم رکھنے کا خواہاں ہے۔ بلاشبہ اس سلطنت کے برابر حصے بخرے کئے جا رہے ہیں لیکن اگر یہ طرز عمل جاری بھی رہا تو اس سے ہمیشہ یونانیوں ہی کو فائدہ نہیں پہونچے گا، اسلئے کہ آجکل چھوٹی سے چھوٹی مملکت بھی بڑی سے بڑی کے برابر حقوق طلب کرتی ہے۔

الغرض اگر یونان جدید اپنی منتشر اولاد کو یکجا کرنا چاہے تو اسے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ بالآخر اس سلطنت میں بہت سے جزیروں اور ساحلی آبادی کا الحاق ہو جائے گا، صرف شرط یہ ہے کہ یونان میں تمدن وتہذیب انسانی کو فروغ ہوتا رہنا چاہئے اور یہ وہ چیز ہے جو یونان قدیم کی لافانی عظمت کا راز اور یونان جدید کی عزت و وقعت کے تاج کا سب سے چمکدار ہیرا ہے۔ جہاں ذہن کی رسائی ہو وہاں فتح و نصرت بھی غلام بن جاتی ہیں۔

تتمۂ کتاب

اس عہد کے تمدن کی بابت چند خیالات

(۱) ادبیات

(الف) عام خصوصیات: - ہر قوم کے ادبیات میں ہمیشہ دو عناصر ہوتے ہیں۔ ہر قوم کے ادیبوں میں بعض تو ایسے ہوتے ہیں جو اپنے ہمعصروں کے جذبات کا اظہار کر کے کامیابی حاصل کرتے ہیں، اور بعض ان کے برعکس خواہ بالکل جدید خیالات کے علمبردار ہوتے ہیں ورنہ ایسے گذرے ہوئے زمانے کی یاد کو تازہ کرتے ہیں جسے وہ زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ دو گونہ ادبی رَو اور اس عہد کی کتابوں میں صاف نظر آتی ہے جو اسوقت ہمارے پیش نظر ہے، اور ہم اس کا اندازہ خاص طور پر ان دو مقامات کے مصنفوں کے شاہکاروں سے کرتے ہیں جہاں اس ادب کا سب سے زبردست مظاہرہ ہوا۔ ایتھنز میں تو سردیہ کے ذریعے سے اکثریت کے خیالات کا اور فلسفے کے ذریعے سے ترقی آفریں تخیلات کا اظہار کیا جاتا ہے: اسکندریہ کے اکثر شعرا روایات ماضیہ کے پیرو نظر آتے ہیں اور دربار کو اپنے خیالات سے محظوظ کرتے ہیں، اور جب تھیو کرِٹوس اپنی جدت آفرینی سے سننے والوں پر اثر پیدا کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنی کوشش میں مایوس ہونا پڑتا ہے اور اسے بادشاہ انعام و اکرام کا مستحق نہیں سمجھتا۔ طبقۂ علما میں سے پہلا ہوا الیڈ ثلث

کے ماہروں کو جدت طرازی کے میدان میں نحویوں سے آگے رکھنا پڑے گا اور حقیقت تو یہ ہے کہ مصر کے بدترین بادشاہوں کو صرف و نحو کا مطالعہ بطور ایک دلخوش کن مشغلے کے ہاتھ آگیا تھا۔

(۲) اس عہد میں یونانی ادبیات کے زوال کے اسباب:۔

ایتھنز و اسکندریہ میں (سنہ [illegible] ق م تک) ادبیات کے ترقی کے بعد ایک انقلاب رونما ہوتا ہے۔ پرگامم تو کبھی ادبیات کا گہوارہ نہیں بنا اور تقریباً سنہ ۱۵۰ ق م میں پولی بیوس ہی ایک ایسا مصنف تھا جسے ہم ممتاز کہہ سکتے ہیں اور ترتیب مضامین کے اعتبار سے اسمیں بھی بہت کچھ نقائص پائے جاتے ہیں۔ وہ ایک ارتقائی دور کے ادبیات کا قائم مقام ہے جس میں یونانی قوم کے پرانے مستقر اور اسکے ذہنی علو کے منبع یعنی سیاسی ملت بلدی میں ایک طرح کی مایوسی کی سی کیفیت تھی۔ اسکے ارکین کو منطقی واقعات سے متاثر ہوکر بہت سی امیدوں اور آرزوؤں کو خاک میں ملانا پڑا تھا اور روما کی سیادت کی وجہ سے انھیں جو ماتحتانہ رتبہ حاصل تھا اس پر قناعت کرنی پڑی تھی۔ پولی بیوس دراصل اپنے ہم ملکوں کے سامنے انکی نکبت و زوال کے اسباب بیان کرتا ہے سنہ [illegible] ق م تک صورت حال بالکل غیر متعین رہتی ہے۔ اول تو یونانیوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ آخر روما کا ان کی نسبت کیا ارادہ ہے اور انھیں سے یہ اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ سیاسی و معاشرتی تحریکات بالآخر کیا شکل اختیار کرینگی۔ کم سے کم گراکھیوں کے اختلالوں اور غلاموں کے جنگوں سے تو یہی معلوم ہوتا تھا کہ شاید جملہ موجودہ ادارات ایک ساتھ منقلب ہوجائیں گے۔ ان سب واہموں کے باعث لوگوں کی توجہ ادبیات سے بالکل ہٹ گئی اور بہت ہی کم تصانیف شایع ہوسکیں۔ ادبیات کو اس وقت تک فروغ نہیں پہنچا جب تک مہرداد ایشیا اور یورپ سے نکال نہ دیا گیا۔ لوگونکو اب یہ معلوم ہوگیا کہ معاشرہ اپنے پرانے راستوں پر برابر چل رہا ہے اور گو روما آمریت کا دعویدار ہے لیکن ذہنی اثر رومن یونانی تمدن کے روز بروز زیادہ معترف ہوتے جارہے ہیں چنانچہ انھوں نے ہمت کرکے ازسر نو ادبیات اور حسن صوری کو ترقی دینی شروع کردی۔ ہم اس تبدیلی کا اندازہ اسوقت کرسکتے ہیں جب ہم پولی بیوس کے صحیح واقعات

اور غلط اسلوب کا ایک نفیس اور خوش مزاج جانشین پوسئید ونیوس سے مقابلہ کرتے ہیں۔ یونانی شعر و شاعری کا تو خاتمہ ہو گیا ہے اور اس کی صرف چھوٹی چھوٹی شاخیں (جیسے چٹکلے) اب تک باقی ہیں۔ یہ ایک کلیہ ہے کہ قومی زندگی کے جذبات و احساسات کا مظاہرہ جس نزاکت سے نظم میں ہوتا ہے اتنا نثر میں نہیں ہوتا، اور رومؔا کو تفوق حاصل ہونے کے بعد ان جذبات عالیہ کا خاتمہ ہو گیا جن سے نظم متاثر ہوتی رہتی تھی۔ اس کے علاوہ ادبیات کے زوال کا ایک دوسرا سبب بھی تھا۔ اگر رومن یونانی شاعری میں اپنی دلچسپی کا اظہار کرتے تو غالباً یونانی برابر نظم لکھتے رہتے لیکن رومن ایک عمل پسند قوم تھی۔ انھوں نے خود یونانی نمونوں کے مطابق ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا ادب تیار کیا تھا اور انھوں نے یونانی شاعری کے ساتھ جو دلچسپی دکھائی اس میں ان کی یہ خواہش پنہاں تھی کہ وہ لاطینی زبان کے قالب میں اس کی نقل اتار سکیں۔ اس طرح یونانی شاعری کے لئے جو میدان تھا وہ اتنا وسیع نہ تھا۔ نثر کی کیفیت مختلف تھی اور اس قسم کے خیالات اس کے ارتقا کے راستے میں حائل نہیں تھے، چنانچہ پہلی صدی ق م کے وسط سے یونانی نثر میں ایک نیا تہیج پیدا ہوا اور تاریخ و فلسفۂ اخلاق میں (جن میں سنجیدہ اور مزاحی دونوں پہلو موجود تھے) بہت سی تصانیف میدان میں آئیں۔

---

(۲) انتظام سیاسی

(الف) پولس یا بلدیہ کی اصلیت :-

ہماری دانست میں قدیم مملکت، خواہ وہ منفرد بلدیوں پر مشتمل ہو یا مختلف ریاستوں کے مجموعے کی شکل میں ہو، آجکل کی مملکت سے زیادہ انسان کے فطری حالات کے مطابق ہے۔ آجکل کی مملکت ایسی سلطنتوں کی شکل میں نمودار ہوئی ہے۔

جنمیں پارلیمنٹی حکومت اور تحریری دستور رائج ہیں اور یہ روز بروز ایک طرح کی میکانیکی شکل اختیار کر رہی ہے۔ ہمیں بس اسکا افسوس ہے کہ انسان دھات کے بنے ہوئے پہیے نہیں ہیں۔ آجکل کی مملکت اور قدیم مملکت میں جو فرق ہے وہ یہی ہے کہ آجکل کی مملکت کا کام اوپر سے نیچے کی طرف اور قدیم مملکت کا کام نیچے سے اوپر کی طرف انجام پاتا ہے۔ قدیم مملکت میں اور آج کی مملکت میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ اول الذکر میں اتنے زیادہ انتظامات کی حاجت نہیں بلکہ فرد جو چاہتا ہے کرتا ہے لیکن جونہی وہ کسی دوسرے کے حقوق میں مداخلت کرنے لگتا ہے اسی وقت فوراً پولس یعنی بلدیہ کا سب سے بڑا افسر یعنی عادل بیچ میں آجاتا ہے۔ مملکت جو بلدیہ کے مترادف ہے۔ خارجی امن امان اور بیرونی حفاظت کی ذمہ دار ہے۔ آخر میں ان سب شہری مملکتوں میں سے سب سے بڑی انفرادی مملکت یعنی روما اس تمام رقبے میں امن و امان کا ذمہ دار بنتا ہے جسمیں یہ شہری ریاستیں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ طرز حکومت بالآخر ناکام ہوجائے، لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اساسی اعتبار سے غلط تھا آجکل جو انتظامی مرکزیت مقبول عام ہے انمیں بھی توامید کے مطابق کامیابی نہیں ہوئی ہے اور آخر وہ مملکتیں اتنی مرفہ الحال نہیں ہیں جن پر فرانس کی پارلیمنٹ اور انتظامی مرکزیت کے نمونے پر حکومت ہوتی ہے بلکہ وہ مملکتیں کہیں زیادہ آسودہ ہیں جنھیں مختلف حصوں کی اپنے اپنے امور کو انجام دینے کی سیاسی آزادی حاصل ہے۔ ہمارے نزدیک پولس یا بلدیہ کی ایک ایسی حکومت بھی جس سے ہم خود بہت سے سبق لے سکتے ہیں۔

(۴) قدیم زمانے میں جو سیاسی ترقی ہوئی اس کا اندازہ مختلف ملتوں کے باہمی اتحاد کی خواہش سے ہوتا ہے۔ ہر "بلدیہ" آزاد ہے تاہم ہمسایہ ملوکیتوں سے بچنے کے لیے مختلف بلدی ملتیں کوشش کرتی ہیں کہ آپس میں کسی طرح کا اتحاد قایم کرلیں۔ سوال یہ ہے کہ کس چیز کو اتحاد کی بنیاد قرار دیا جائے، کیا مذہب ان بلدیوں کو آپس میں ملا سکتا ہے؟ اسکی کوشش ایفکٹیونیس کے ذریعے سے کی جاتی ہے لیکن اس میں ناکامی ہوتی ہے اس کے بعد ایتھنز اور اسپارٹا ظاہری یا بس پردہ سیادت کے ذریعے سے اس میں کوشاں ہوتے ہیں لیکن یونانیوں کے جذبات اس سے مشتعل ہوجاتے اور وہ اسے برداشت

تتمۂ کتاب

نہیں کرتے۔ اس کے بعد اکائیائی اور ایتولی یہ اصول پیش کرتے ہیں کہ ہر ایک کو مساوی حقوق ملیں اور ان جماعتوں میں جن میں کسی نہ کسی طرح کی نیابت کا قاعدہ رائج ہے، وہ اکثریت کے اصول پر قرار دادیں منظور کرتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی کامیابی نہیں ہوتی اور کم سے کم اکائیائی لیگ اپنے ارکین کو بلا جبر و اکراہ یکجا نہیں رکھ سکتی۔ اب روما تماشہ گاہ عالم پر نمودار ہوتا ہے اور "اصول" "ولایت" کے مطابق اتحاد کی کوشش کرتا ہے۔ وہ مختلف ملتوں کو خود اپنے معاملات طے کرنے کی اجازت دیتا ہے اور علی العموم ان سے روپیہ یا فوج کا مطالبہ نہیں کرتا لیکن اس کا حکم ہے کہ وہ آپس میں امن و امان سے رہیں۔ پھر چونکہ اب ذمی اقتدار بادشاہی باقی نہیں ہے اس لئے امن عامہ کا قیام نسبتہً آسان ہو گیا ہے۔ روما کی حکومت قدیم اتھنز ہی طرز حکومت کے ترقی یافتہ شکل تھی۔ اور ایتھنز کے راج میں رھوڈز اور خیوس کو جو آزادی حاصل تھی اس سے ذرا زیادہ آزادی رومن راج میں خود ایتھنز کو حاصل ہے۔ تاریخ کا یہ حصہ پیچ کی طرح دائروں میں گھومتا نظر آتا ہے۔ رومن سلطنت اتھنزی سلطنت سے زیادہ پائدار ثابت ہوئی، اور اگر اس میں زندہ انسانوں کی مشرقی یونانی پوجا کو پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ رائج نہ کر دیا جاتا تو اس سے بھی پائدار ثابت ہوتا۔ وہ دائرہ جو لیساندر کے زمانے میں چھوٹا سا تھا، سکندر اعظم کے عہد میں بہت بڑا ہو گیا، اور شہنشاہی عہد میں اس کا حجم اتنا بڑھ گیا کہ کسی عظیم الجثہ اژدہے کی طرح اس نے ہر ایک بڑھتی ہوئی ہستی کا گلا گھونٹ دینا چاہا۔

(ج) قصبات و دیہات۔

بلدیات کے مدمقابل دیہات ہیں اور مقدونیہ و ایران کی مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شدت سے ملوکیت کی موید ہیں۔ عہد مقدونیہ میں دیہات کا پلہ بھاری معلوم ہوتا ہے، لیکن یہ دھوکا ہی دھوکا ہے، اور اصل میں پولس ہی کو فتح ہے چنانچہ اس کی مثال سوریہ سے ملتی ہے جہاں بلدیات ملوکیت کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ پھر روما اس صورت حال کو قائم ہی نہیں رکھتا بلکہ مغرب میں بھی، جہاں پہلے قبائل ہی قبائل تھے، اسی طریقے کو رائج کرتا ہے۔ ازمنۂ وسطیٰ کی ابتدا میں رد عمل شروع ہو جاتا ہے اور

دیہات کا بول بالا ہو جاتا ہے یعنی دیہاتی آبادی پہلے سلطنت کے خدام کی حیثیت سے اور پھر اس کے آقا کی حیثیت سے نمودار ہوتی ہے تا آنکہ جرمانی ملوکیتوں کا دارومدار اسی دیہاتی آبادی پر ہو جاتا ہے اور اسی سے جاگیریت کی ابتدا ہوتی ہے جس کی بنیاد وفاداری پر ہے۔ تاہم شہری زندگی کا خاتمہ نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کی اہمیت بڑھتی جاتی ہے اور شہر از سر نو آزاد ہو جاتے ہیں۔ یہ صورت حال طاقتور افراد مثلاً شہنشاہوں، بادشاہوں اور اسقفوں کی وجہ سے پیدا ہوئی اس لئے کہ انھوں نے خود اپنے اقتدار میں اضافہ کرنے کی غرض سے ان کی حمایت کی تھی، اور اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ازمنۂ وسطیٰ کے آزاد بلدیات خارجی اعتبار سے جرمانی ادارات سے پیدا ہوئے تھے لیکن داخلی اعتبار سے ان میں اصول کا پرتو نظر آتا ہے اور اس میں وہ جذبۂ بغاوت مضمر ہے جو دیہاتیوں اور ان کے آقاؤں کے خلاف پیدا ہو گیا تھا۔ ہمارے زمانہ میں شہروں کی بے اندازہ بالیدگی کی وجہ سے ان کے اور دیہات کے باہمی تعلقات میں اتنی پیچیدگی پیدا ہو گئی ہے کہ اس مضمون پر ایک بالکل جدید زاویۂ نگاہ سے غور کرنا پڑے گا، لیکن یہاں بھی قدیم یونانی اور رومن تاریخ کا مطالعہ خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

تحریر مختتم

از مترجم اردو

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس کتاب کا ترجمہ جو دس برس ہوئے شروع کیا گیا تھا، آج ختم ہو گیا۔ یہ اردو میں ہی نہیں بلکہ اصل جرمن زبان اور انگریزی ترجمے کی شکل میں بھی اپنی نوع کی ایک لاثانی کتاب ہے اور اسمیں اسکے فاضل مؤلف پروفیسر اڈولف ہولم نے اپنی انتہائی قابلیت کا پورا اظہار کیا ہے۔

یوں تو تاریخ یونان پر یوروپی زبانوں میں بیشمار کتابیں موجود ہیں لیکن اسکی خصوصیت یہ ہے کہ باوجودیکہ یہ صرف چار جلدوں پر مشتمل ہے لیکن اسمیں جو تنقید کا پہلو ہے وہ تقریباً اتنا ہی غالب ہے جتنا اس سے کئی کئی گنے حجم کی کتابوں میں ہوتا ہے۔ پھر مؤلف نے صرف یہی نہیں کیا کہ قدیم یونانی و لاطینی کتابوں سے مواد حاصل کر کے اس موضوع پر لکھ دے بلکہ نہ صرف یونان کبیر یعنی جنوبی اٹلی اور جزیرہ سسلی میں بلکہ خاص ارض یونان میں خود جا کر اپنی آنکھ سے تاریخی مقامات کا مشاہدہ کیا ہے اور اسکے بعد یہ کتاب لکھی ہے۔ اسکے ساتھ ہی اڈولف ہولم کی نظر اتنی وسیع ہے کہ جب میں نے ان کتابوں کی فہرست بنائی جن کے صفحات و ابواب کا اس کتاب کی دوسری جلد کے ساتویں باب سے آخر تک حوالہ دیا گیا ہے تو انکی تعداد ۲۰۲ نکلی اور اس فہرست

کے لئے ۲۲ صفحات درکار ہوئے۔ الغرض یہ کتاب بجا طور پر اپنی نوع کی واحد کتاب تسلیم کی گئی ہے اور اسی لئے شاید ہی یورپ کی کوئی زبان ہو جسمیں اسکا ترجمہ نہیں کیا گیا۔
اس کتاب کے ترجمے میں مجھے بیشمار دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اول تو یہ کہ خود انگریزی ترجمہ جس کا اردو ترجمہ اب ناظرین کرام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے نہایت درجہ ناقص تھا اور خصوصیت کے ساتھ پہلی تین جلدوں کے ترجمہ کے بعض فقروں کی تو انگریزی ہی غلط تھی۔ افسوس ہے کہ میرے دسترس میں اصل جرمن کتاب نہیں تھی ورنہ اتنی دقت پیش نہ آتی۔ ساتھ ہی یونان کی تاریخ، اسکے مذہب، اسکے معاشرے اسکی لڑائیوں کے حالات کچھ ایسے غیر مانوس ہیں کہ اسے اردو زبان کی سلاست پر غیر معمولی بار پڑنے کا اندیشہ لگا رہتا ہے اور یہ مشکل اعلام کے املا کا مسئلہ طے کرنے کے بعد بھی صرف ایک حد تک ہی حل ہوتی ہے۔ اعلام کے املا کا سوال ابتدا میں نہایت پیچیدہ تھا۔ جب ناظرین کرام کو معلوم ہوگا کہ خود انگلستان ہی میں لاطینی و یونانی اعلام کے تلفظ کے دو مختلف طریقے رائج ہیں، ایک کے تحت تو الفاظ کا تلفظ انگریزی زبان کے قواعد کے مطابق کیا جاتا ہے یعنی جو تلفظ کہ مختلف حروف صحیحہ و حروف علت کا انگریزی میں ہے بس اسی کی نقل اتاری جاتی ہے۔ بر اعظم یورپ کے ممالک میں اس کے برعکس یہ کوشش کی جاتی ہے اصل تلفظ کا اتباع کیا جائے۔ لاطینی اور یونانی جنوبی زبانیں ہیں اور اسی لیے انھیں ایسے درشت تلفظ کی برداشت نہیں جیسے ڈ او رٹ کا ہوتا ہے بلکہ آجکل بھی ان زبانوں کے جانشین اطالوی اور یونانی جدید میں بھی یہ تلفظ بالکل مفقود ہے اور اسکی جگہ D، T کو "د" اور "ت" کر کے ہی بولتے ہیں۔ پھر جہانتک حروف علت کا تعلق ہے خود انگلستان میں بھی ایک مسلک ایسا پیدا ہو گیا ہے جسمیں ہر قدیم زبان کا تلفظ اسی کے حروف کی اصلی آواز کے مطابق کیا جاتا ہے۔ انہی اصول کے مد نظر میں نے ہر جلد کے اختتام پر اعلام مذکورہ کے تلفظ کی ایک فرہنگ منسلک کر دی ہے اور مجھے امید ہے کہ نہ صرف تاریخ یونان کے پڑھنے والے ہی اس سے فائدہ اٹھائینگے بلکہ وہ لوگ بھی اس سے محظوظ ہونگے جو مغربی یورپ کی کرخت آوازوں کے اردو میں لانے کے مؤید نہیں۔ ظاہر ہے کہ بعض اعلام اصل سے ہٹ کر ہماری زبان کا جزو بن گئے ہیں جیسے ایتھنز، سکندر، قیصر، وغیرہ انھیں میں نے حسب حال رہنے دیا ہے۔

اسی طرح غیر مانوس اصطلاحات کی ایک ایک فرہنگ ہر جلد کے اختتام پر منسلک کر دیگئی ہے، اور چونکہ تاریخ کے حدود نہایت وسیع ہیں یعنی اس کتاب میں حکمیات، جمالیات، سیاسیات، معاشیات، ادبیات، فلسفہ، منطق غرض بیشتر علوم یونان پر بحث کی گئی ہے اس لئے یہ اصطلاحات عام طالب علم کے لئے بھی مفید ہونگی۔ ان میں سے اکثر تو دارالترجمہ جامعۂ عثمانیہ کی موضوعہ ہیں لیکن بعض ایسی بھی ہیں جو مجلس اصطلاح سازی میں پیش نہیں ہو سکیں، اور میری ہی مخترعہ سمجھنی چاہئیں۔

نصاب جامعہ کے اعتبار سے سب سے پہلے جلد ۲ باب ۷ کا، اسکے بعد جلد ۱ و جلد ۲ باب ۱ تا ۶ کا پھر جلد ۳ و ۴ کا ترجمہ کیا گیا، اور ایسی دقیق کتاب کے مترجم کو جس قسم کی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا وہ نقش اوّل کے مطالعہ سے عیاں ہو جائے گی۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ مشکلات رفتہ رفتہ آسان ہوتی گئیں تا آنکہ جلد ۳ و ۴ کے ترجمہ میں انکا احساس بھی نہیں ہوا۔

آخر میں ان تمام کرمفرماؤں کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنھوں نے کسی نہ کسی طرح سے مجھے اس میں مدد دی ہے بالخصوص نواب حیدر یار جنگ بہادر طباطبائی مرحوم اور جناب جوش ملیح آبادی کا ممنون ہوں کہ انھوں نے سرکاری طور پر ان جلدوں پہ نظر ثانی فرمائی، اور خود اپنی اہلیہ کا بھی معترف ہوں کہ انھوں نے باوجود اپنی طویل و شدید علالت کے جلد ۲ و ۳ کے بہت سے ابواب پر نظر ڈالی۔ آخر میں جناب مولوی عنایت اللہ صاحب سابق ناظم دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کا بھی شکر گذار ہوں کہ انھوں نے وقتاً فوقتاً اس ترجمے کے متعلق اپنی ماہرانہ اور قیمتی رائے سے مستفید کیا۔ افسوس ہے کہ کوشش بلیغ پر بھی ہر جلد کے اختتام پر طول طویل صحت نامے کی ضرورت پڑی لیکن اول تو انوکھا مضمون اور انوکھے نام اور پھر پتھر کا چھاپہ تعجب تو اس امر کا ہے کہ ان فہرستوں نے اس سے زیادہ طول کیوں نہیں کھینچا۔

بہر نہج مجھے اس کا اعتراف ہے کہ مجھ سے اس ترجمے میں بہت سی فروگذاشتیں ہوئی ہیں، لیکن نوعیت کتاب کو ملحوظ رکھ کر مجھے امید ہے کہ ناظرین کرام انھیں اپنے لطف و کرم سے نظر انداز فرمائیں گے۔

آخر میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے آقائے ولی نعمت

اعلیٰحضرت سلطان العلوم خسرو دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کے زیر سایہ ہم سب کو اپنے اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دینے کی توفیق دے اور انکی خسروانہ سرپرستی میں جو مواقع انتشار علم کے ہمیں میسر ہیں ان سے پورا فائدہ اٹھانے میں ہمارا ممد و معین ہو۔ آمین

ہارون خاں شروانی

صدر شعبۂ تاریخ جامعۂ عثمانیہ

حیدرآباد دکن

۶ ۔ اسفندار ۱۳۴۱ ف

مطابق یکم رمضان المبارک ۱۳۵۰ ھ

فہرست اعلام

تاریخ یونان قدیم جلد چہارم

A

ابدیرا	Abdera
ابیلہ	Abila
ابانتی دیس	Abantides
ابروپولس	Abrupolis
ابی دوس	Abydos
اکارنانی	Acarnanians
اکے	Ace
اکائیوس	Achaius
اکائیائی	Achaiean
اکائیائی لیگ	Achaiean League
اکی لیس	Achilles
اکی لیوس	Acilius
اکرائے	Acræ
اکراگاس	Acragas
اکروکورنتھس	Acrocorinthos
اکروتاتس	Acrotatis
اکوزی لوخوس	Acusilochus
ادیابنے	Adiabne
ادونس	Adonis
ادرامی تیوم	Adramyttium
اڈریاٹک	Adriatic
ادولے	Adule
ایاکی دیس	Aeacides
ایدیپسوس	Aedepsus
اے گئے	Aegæ
اےگین	Aegean
اےگیوم	Aegeum
ائےگینہ	Aegina
ایملیانوس	Aemelianus
ایمیلیوس	Aemilius

ایمیلوس پولوس	Aemilius Paullus	امبریسیہ	Ambracia
ائے نوس	Aenus	امبراکوس	Ambracus
ایولس	Aeolis	امیکوس	Amicus
ایتولیہ	Aetolia	عمون	Ammon
ایتولوی	Aetolian	امنیاس	Amnias
آفر	Afer	اموریم	Amorium
اگاسیاس	Agasias	لیگ ہمسائگاں	Amphictionic League
اگاتھوکلس	Agathocles	امفی لوخس	Amphilochus
اگائے	Agave	انارزاربوس	Anarzarbus
اگے لاؤس	Agelaus	انقرہ-انگورہ	Ancyra
اگےساندر	Agesander	اندریسکوس	Andriscus
اگے سی لاؤس	Agesilaus	اندرونی کوس	Andronicus
آگس	Agis	اندروس	Andros
اگرون	Agron	انی کیوس	Anicuis
اینے	Aene	انتاگونیس	Antagonius
ایاکس	Ajax	انتالکی دیس	Antialcides
اکامپسس	Akampsis	انتی کیرا	Anticyra
الابندہ	Alabanda	انتی گونیہ	Antigonia
البانیہ	Albania	انتی گونوس	Antigonus
الکبادیس	Alcibiades	انتی لیبان (جبل الشرق)	Antilebanon
الکسامینس	Alexamenes	انتی ماخس	Antimachus
اسکندر	Alexander	انطاکیہ	Antiochia
اسکندریہ	Alexandria	انطاکیس	Antiochis
اسکندروی	Alexandrian	انطاکوس	Antiochus
اماسترس	Amastris	انتی پاتر	Antipater

انتیوم	Antium
انتونیوس	Antonius
انتونی	Antony
اپامیہ	Apamia
اپامیہ کبوتوس	Apamiacibotus
اپاتوریوس	Apaturius
اپے لیس	Apelles
افرودی سیاس	Aphrodisias
اپوکلے توئے	Apokletoi
اپولونیہ	Apolonia
اپولودورس	Apollodorus
اپولوندیس	Apollonides
اپولونس	Apollonis
اپولونیوس	Appollonius
اپیلی کون	Appellicon
پیان	Appian
اپیوس	Appius
اکوئی لیوس	Aquilius
عربستان ۔ ملک عرب	Arabia
عرب الحجر	Arabia-petræ
اراخوزیہ	Arachosia
ارادوس	Aradus
ارکیڈیہ	Arcadia
ارکے سی لائوس	Arcesilaus
ارخے لائس	Archelais
ارخے لاؤس	Archelaus
ارشمیدس	Archimedes
ارے تھوزا	Arethusa
اریوس	Areus
ارگایوس	Argaeus
ارگوی	Argive
ارگوس	Argos
ارگی راس پڈائے	Argyraspidæ
آریہ	Aria
اریا رامنس	Ariaramenes
اریا راتھیہ	Ariarathea
اریارتھیس	Ariarthes
اریو بارزانیس	Ariobarzanes
اریوستو	Ariosto
ارسطارخوس	Aristarchus
ارسطیاس	Aristias
ارسطیون	Aristion
ارسطی پوس	Aristippus
ارسطو ماخوس	Aristemachus
ارسطومینس	Aristomenes
ارسطومیکوس	Aristomicus
ارسطونوس	Aristonous
ارسطاطالیس ۔ ارسطو	Aristotle
ارمنستان	Armenia
ارمنی	Armenian

ارمنستان کبیر	Armenia Major
ارمنستان صغیر	Armenia Minor
ارھی ویوس	Arrhideus
ارسی نوئے	Arsinœ
ارشک	Arsaces
ارتاواسدیس	Artavasdes
ارتکساتا	Artaxata
ارتکیاس	Artaxias
ارتی تاروس	Artetarus
اساندر	Asander
اسارہاپی	Asarhapi
اسامہ	Asbama
عسقلون	Ascalon
اسکلے پیوم	Asclepium
اسکلے پیوس	Asclepius
ایشیا	Asia
ایشیائے کوچک	Asia Minor
ازیارخس	Asiarches
اسپندوس	Aspendus
اسٹاکس	Astacus
اتابیریوس	Atabyrius
اتھامانیہ	Athamania
اتھانودورس	Athanadorus
اتھےنایوس	Athenaeus
ایتھنز	Athens
اتن تانیہ	Atintania
اتراکس	Atrax
اتروپاتنے	Atropatene
اتالیہ	Attalia
اتالوسی	Attalids
اتالوس	Attalus
اٹیکا	Attica
اتس	Attis
اودولیون	Audoleon
اغسطوس، اگستوس	Augustus
اولےتس	Auletis
اوری لیوس	Aurelius

B

بعل بک	Baalbec
بابل	Babylon
بابلستان	Babylonia
باختر	Bactria
باختری	Bactrian
بالانیا	Balanea
بالاس	Balas
بامبی کے	Bambyce
برسینہ، بارسینہ	Barsina
باس	Bas
بستازنی	Bastaznee

Basternae	بسترنی
Beggoritis	بگوری تس
Bel	بل
Berenice	بری نیس
Beroea	برویہ
Berosus	بیروسوس
Berytis	برے تیس
Biton	بیتون
Bituit	بی ٹوئٹ
Bitys	بتیس
Balyndus	بلندوس
Blossus	بلوسوس
Boeotia	بیوتیہ
Boeotian	بیوتی
Bolis	بولس
Bosphorus	بوسفورس
Boteiras	بوتیراس
Boule	بولے
Brachylas	براخی لاس
Bretti	بریتی
Bruchium	بروخیوم
Brundisum	بروندی زیم
Brutti	بروتی
Brutus	بروتوس، بروٹس
Bryaxis	بریاکس
Buzus	بوزوس
Byzantium	بیزنطہ
Byzes	بی زیس

C

Cabiri	کبیری
Cadi	کادی
Caesar	قیصر
Caecilius	کئے کی لیوس
Caicos	کائے کوس
Caius	کائیوس
Calchas	کالخاس
Calchedon	کالخیدون
Caliope	کالیوپے
Calinicus	کالی نکوس
Calycadnus	کالی کادنوس
Calynda	کالندہ
Callicrates	کالیکراتس
Callimachus	کالی ماخوس
Callixenus	کالکسے نوس
Cumæ	کیمے
Camitrus	کامتروس
Campania	کمپانیہ
Canæ	کانائے
Candine Forks	خارہائے کودین

کانوپوس	Canopus
قسطنطین	Canstan tine
کافیائے	Caphyæ
کاپی تول	Capitol
کاپادوسیہ	Cappadocia
کاردیہ	Cardia
کاریہ	Caria
کارستوس	Carystos
کرمان	Carmania
کارنی دیس	Carnedes
کارھائے ر	Carrahæ
قرطاجنہ	Carthage
قرطاجنہ	Carthago Nova
کارس توس	Carystus
کاساندر	Cassander
کاساندریہ	Cassandria
بحیرۂ خزر	Caspain
کاسیوس	Cassius
کاسیوم	Casium
کاستور	Castor
کستا بالا	Castabala
کاتو	Cato
قفقاز	Caucasus
کیستر	Cayster
کلٹ	Celt

Ceramicus	کیرامی کوس
Ceranus	کیرانوس
Cerasus	کیراسوس
Chaeronia	خیرونیہ
Chalcidon	خالکدون
Chalcis	خالکس
Chaonea	خاؤنیہ
Characene	خراسین
Chares	خاریس
Charonia	خیروینہ
Chios	خیوس
Cibyra	کبیرہ
Cilicia	کلیکیہ
Ciliciarches	کلیکیارخیس
Cilicia Aspera	کلیکیہ اسپرا
Cimberi	کمبری
Cimmerii	کیمری
Cistophori	کستوفوری
Cius	کیوس
Claudius	کلاؤدیوس
Clazomenæ	کلازومینائے
Cleanthus	کلیانتھس
Clearchus	کلیارخوس
Cleombrotus	کلیومبروتوس
Cleonymis	کلیونی مس

کلیوپاترا، قلوبترہ	Cleopatra
کلی نیاس	Clinias
کلودیوس	Clodius
کولخس	Colchis
کولوفون	Colophon
کولوسائے	Colossæ
کولوسوس	Colossus
کومانا	Comana
کوماگینے	Commagene
کونسن تیہ	Consentia
کیلے سوریہ	Coelesyria
کوراکے زیوم	Coracesium
کورکائرا	Corcyra
کورکائری	Corcyrian
کورنتھ	Corinth
کورنیلیہ	Cornelia
کورنے لیوس	Cornelius
کورنکانیوس	Coruncanius
کوری کوس	Corycus
کوس	Cos
کوتا	Cotta
کوتیورہ	Cotyora
کوتیس	Cotys
کراگوس	Cragus
کیراسوس	Crassus
کراتی رس	Craterus
کراتی	Crates
کراتے سی پولس	Cratesipolis
کراتے سکلیہ	Cratesiclea
کریٹ	Crete
کریتی	Cretan
کریتارخس	Cretarches
کریمیہ	Crimea
کری تولاؤس	Critolaus
کری تون	Criton
کتے سی فون، طیشفون	Ctesiphon
کیوریول ایڈیل	Curule Aedile
کی بیلے	Cybele
جزائر مدوّر	Cyclades
کیدونیہ	Cydonia
کیدنوس	Cydnus
کیندہ	Cyinda
کنانہ	Cynane
کینوس کیفالے	Cynoscephalæ
کین تھیہ	Cynthia
کین تھیوس	Cynthius
کین تھیوس	Cynthius
قبرص	Cyprus
سیرنہ	Cyrene
کیرہیستیکے	Cyrrhestice

کیرہوس	Cyrrhus
کیزیکوس	Cyzicus
کیزیکے نیس	Cyzicenes
کیزیکے نوس	Cyzicenus

D

دافنے	Daphne
دردانی	Dardani
داردانوس، در. دانیال	Dardanus
دیسیوس	Decius
دئی ڈاروس	Deidarus
دیلفی	Delphi
دیمتریاس	Demetrias
دیمیورگی	Demiurgi
دیمتریوس	Demetrius
دیمقراطیس، دیمقریتوس	Democrites
دیموفانتس	Demophantes
دیادوخی	Diadochi
دیایوس	Diaeus
دیاغورس	Diagoras
دیاغورسی	Diagoridea
دکیارخوس	Dicearchus
ددال سوس	Didalsus
دینوکراتیس	Dinocrates
دیوکلیس	Diocles
دیودوتوس	Diodotus
دیوجی نیہ	Diogenea
دیوجانس	Diogenes
دیوفانتس	Diophantus
دیوسکوریاس	Dioscurias
دپیلون	Dipylon
دیوم	Dium
دوکی میوم	Docimium
دودونا	Dodona
دولابیلا	Dolabella
دولوپی	Dolopes
دوریانی	Dorian
دوری ماخوس	Dorimachus
دوری لاؤس	Dorylaus
دیمائے	Dymae
دیمے	Dyme
دیراخیوم	Dyrrachium

E

ابرہ	Ebro
ہمدان	Ecbatana
ایک دیموس	Ecdemus
ایدیسہ	Edessa
ایگناتیہ	Egnatia
ایلایہ	Elaea

Elaeus	ایلایوس
Eleusis	ایلیوسس
Eleazar	ایلیازار
Elis	ایلس
Elusinian	ایلوسنی
Elymaeus	ایلی یوس
Elymais	ایلی مائش
Emessa	ایمیسیہ، حمص
Ennus	اینوس
Epaphroditus	ایپافرودیتوس
Ephesus	ایفی سوس
Epicharmus	ایپی خارموس
Epicharmian	ایپی خارموسی
Epicides	ایپی کیدیس
Epidaurus	ایپی دوروس
Epigenes	ایپی گنیس
Epiphanes	ایپی فانیس
Epiphania	ایپی فانیہ
Epirote	ایپائروسی
Epirus	ایپائروس
Eratosthenes	ایراتوس تھنیس
Erechthonius	ایرخ تھونیوس
Erechtheum	ایرخ تھیوم
Erginus	ارگی نوس
Euboea	یوبیہ
Euclid	اقلیدس
Eucratides	یوکراتی دیس
Eudemus	یودیموس
Euergetes	یوئرگی تیس
Euhemerus	یوہے میروس
Eumenia	یومی نیہ
Eumenes	یومینس
Eunostos	یونوستوس
Euphrates	فرات
Euryclides	یوریقلیدس
Eurydice	یوری دیس
Eurypontidæ	یوری پونتی
Eusebia	یوسے بیہ
Eusebes	یوسے بیس
Eusebius	یوسے بیوس
Eutychides	یوتی خدیس
Euxine	افشین

F

Fabius	فابیوس
Felix:	فیلکس
Fimbria	فمبریا
Flaminius	فلامی نیوس
Flavius	فلاویوس
Fulvius	فل ویوس

G

گبالہ	Gaballa
گابی نیوس	Gabinius
گاویرہ	Gadera
گیتائے	Gætæ
غالطی	Galatæ
غالطیہ	Galatia
غالی	Galli
غالیہ	Gallia
غالیہ نربونیہ	Gallia Nerbonesus
گتالوس	Gatalus
غالوی	Gauls
غازہ۔غزہ	Gaza
مکران	Gedrosia
گیلا	Gela
گینیتوس	Gentius
گینوکیوس	Genucius
گرگس	Gergis
گلابریہ	Glabrio
گلی کون	Glycon
گوناتاس	Gonatas
گوردیوس	Gordius
گورتی نا	Gortyna
یونانی مقدونی	Græco-Macedonian
گراکھوس	Gracchus
گراماتیوس	Grammateus
گری پوس	Grypus
گیدنوس	Gydnus

H

ہادیس	Hades
ہالی کارناسوس	Halicarnasus
ہالیس	Halys
ہنی بعل	Hannibal
ہسدروبعل	Hasdrubal
ہرکاتومبیوم	Hecatombæum
ہرکاتومفی اوس	Hecatomphylus
ہیگیے سیاناکس	Hegesianax
ہلیوکلیس	Heliocles
ہلیودوروس	Heliodorus
ہلیوپولس	Heliopolis
ہلیوس	Helios
ہلیس پونت	Hellespont
ہلوروس	Helorus
ہفائستوس	Hephæstus
ہرقلیہ	Heraclea
ہرقلی دیس	Heraclides
ہرائیہ	Heræa
ہرمیس	Hermes

Hermias	ہرمیاس
Hermione	ہرمیونے
Hermus	ہرموس
Hierocles	ہے روکلس
Hieropolis	ہیروپولس
Hierapytna	ہے راپیتنا
Hierax	ہیئراکس
Hieron	ہے رون
Hieronymous	ہے رونیموس
Hipparch	ہپارخ
Hipparchus	ہپارخوس
Hippocrates	بقراط
Hippomedon	ہپومیدون
Hortensius	ہورتن سیوس
Hostilius	ہوستی لیوس
Hyrcanus	ہیرکانوس

I

Ialysus	یالی سوس
Iapyges	یانی گیس
Iberi	ایبری
Iconium	اقونیوم
Idumæi	ادومی
Ilium	الیوم
Illyrian	الیریائی
Imbros	ایبروس
Ionia	ایونیہ
Ipsus	اپسوس
Iris	ایرس
Isauria	ازوریہ
Issa	ایسا
Issus	اسوس
Istrus	استروس
Italy	اٹلی
Italian	اطالوی
Itanus	اٹانوس
Ithome	اتھومے

J

Jason	یاسون
Jaxertes	سردریا
Jehovah	یاہودہ
Jerusalem	یروشلم
Jesus	یسوع
Jew	یہودی
Johanna	یوحنا
Jollas	یولاس
Jonathon	یوناتھن
Joppa	جافہ
Jordon	اردون
Jubellius	یوبیلیوس
Judas	یہوداہ

یہودیہ	Judea
یولیوس	Julius
یوستی نوس	Justinus
یوونیتوس	Juventius.

K

کت پتوکا	Katpatuka
کوئے سونودوس	Koina Sunodos

L

لابیو	Labio
لاخیس	Laches
لکتانیتوس	Lactantius
لاخاریس	Lachares
لئےلوس	Lælus
لئےناس	Lænas
لائے وینوس	Lævinius
لامیہ	Lamia
لاؤکون	Laocoon
لاؤدیکیہ	Laodicea
لاؤدیکیہ کاتاکیکومنے	Laodica-Catacæaumene
لاؤمیدون	Laomedon
لاؤس تھنس	Laosthenes
لاریسہ	Larissa
لاتھیروس	Lathyrus
لاطینی	Latin
لاطیوم	Latium
لیبنان، لیبان	Lebanon
لیمنوس	Lemnos
لیوناتوس	Leonnatus
لیون تس	Leontes
لیون تینی	Leontini
لیون توس	Leontus
لیوس تھنیس	Leosthenes
لیتو	Leto
لیوکائے	Leucæ
لیوکاس	Leucas
لیوکوپترا	Leucoptera
لیبانوس	Libanus
لیکی نیوس	Licinias
لیگوریا	Liguria
لندوس	Lindus
لپارہ	Lipara
لی ویوس	Livius
لوخیاس	Lochias
لوکری	Locri
لوکرس	Locris
لوکانی	Lucani
لکریتیوس	Lucretius

لوکولوس	Lucullus
لیکائیوس	Lycaeus
لیکاؤنیہ	Lycaonia
لیکون	Lycon
لیکوفرون	Lycophron
لیکورتاس	Lycortas
لیخنی تس	Lychnitis
لیکیہ	Lycia
لی کیوم	Lyceum
لیدیہ	Lydia
لیدیادیس	Lydiades
لی سیاس	Lysias
لی سپوس	Lysippus
لیزیماخیہ	Lysimachia

M

ما	Ma
مقدونیہ	Macedonia
مقدونوی	Macedonians
مخانی داس	Machanidas
مخارہ	Machares
ماگاس	Magas
مگنشیہ	Magnesia
مالاکوس	Malacus
خلیج مالوس	Malian Gulf
مالوس	Malus
مامرتی نی	Mamertini
مانے تھو	Manetho
مانگریلیہ	Mangrelia
مانلیوس	Manlius
مارکیلوس	Marcellus
مارکیوس	Marcius
مارکوس	Marcus
خراسان	Margian
ماریوس	Marius
مارون	Maron
ماریوتس	Mariotis
مسالیہ	Massalia
مسالوی	Massaliots
متاتھیاس	Mathathias
ماکسی موس	Maximus
مزاکا	Mazaca
مزاکا یوسے بیہ	Mazaca-Eusebia
میاندر	Meander
مدیہ	Media
مے دیوم	Medium
میگالوپولس	Megalopolis
میگارا	Megara
میلانتھوس	Melanthus
میلانوفوری	Melanophori

ملیاگروس	Meleagrus
مناندر	Menander
منالکی داس	Menalcidas
منے کلس	Menecles
منے لاؤس	Menelaus
منے پوس	Menippus
مری کوس	Mericus
مرمنادی	Mermnads
مسینیہ	Messenia
میتوروس	Metaurus
میتے لوس	Metellus
میترودوروس	Metrodorus
میکیون	Micion
میکیوم	Micium
ملطی	Milesian; Miletian
ملیاس	Milyas
مینیون	Minnion
مہرداتی	Mithridatic
مہرداد و میتھری داتس	Mithridates
مزیہ	Moesia
مولون	Molon
مولوسی	Molossi
مولوتس	Molottis
منعمہ	Monime
موپ سوس	Mopsus
موری مینے	Morimene
مورونیہ	Moronea
مورزیوس	Morzius
موکیانوس	Mucianus
موکیوس	Mucius
مندا	Munda
مونی خیا۔ مونی خیہ	Munychi
مورینہ۔ مورینا	Murena
موتی نیس	Mutines
میگدونیہ	Mygdonia
میلاسہ	Mylasa
میونے سوس	Myonnesus
مین دوس	Myndos
میرا	Myra
میرلا	Myrla
میوس	Myus

N

نباطیانی	Nabatan
نابس	Nabis
نکراسہ	Nacrasa
نیئے ویوس	Naevius
ناسیکا	Nasica
ناؤارخ۔ امیر البحر	Nauarch
نوٗلاخوس	Naulachus

نیٔوپاکتوس	Naupactus
نیان تھس	Neanthes
نیاپولس	Neapolis
نیتون	Neeton
نیائے	Neai
نیون	Neon
نیوبطلیموس	Neoptolemus
نقیہ	Nicaea
نکانور	Nicanor
نکاتور	Nicator
نکاتورس	Nicatoris
نکوکلیس	Nicocles
نکولاؤس	Nicolaus
نکومیدیس	Nicomedes
نکومیدیہ	Nicomedia
نکوپولس	Nicopolis
نیل	Nile
نیوبے	Niobe
نوبی لیور	Nobilior
نولا	Nola
نوتیوم	Notium
نوویوس	Novius
نیمفائیہ	Nymphaea
نیسہ	Nysa

O

Octavia	اوکتاویہ
Octavian	اوکتاویان
Octavius	اوکتاویوس
Oeniadæ	اوئےنیادائے
Oeta	ایتہ
Olympias	اولمپیاس
Olympiodorus	اولمپیودوروس
Olympus	اولمپوس
Olba	اولبہ۔اولبا
Olbia	اولبیہ
Ophellas	اوفیلاس
Oppius	اوپیوس
Oropus	اوروپوس
Orontes	اورونتیس
Orophernes	اوروفرنز
Orestes	اورس تس
Osiris Apis	اوسی رس آپس
Osroene	اوزروئنے
Oscani	اوسکانی

P

Pæonia	پایونیہ
Pætus	پیٹے توس

Pharsalus	فارسالوس
Phasis	فاسس
Phigalia	فگالیہ
Phila	فیلہ
Philadelphia	فلاڈیلفیہ
Philadelphus	فلاڈیلفوس
Philetaeria	فلے تائریہ
Philetærus	فلے تائروس
Philetas	فلے تاس
Philip	فیلقوس
Philippi	فلپی
Philius	فیلیوس
Philhellen	فیلہلن
Philometor	فلومیتور
Philopoemen	فلوپوئے من
Phithiotis	فیتوتس
Phocion	فوکیون
Phoenicia	فنیقیہ
Phœnician	فنیقی
Phraates	فراتیس
Phrygia	افروجیہ
Pinara	پنارہ
Pisidia	پسی دیہ
Pitane	پتانہ
Plutarch	پلوٹارک
Plautus	پلوتوس
Pleistarchus	پلس تارخوس
Pogon	پوگون
Polemon	پولے مون
Poliorcetes	پولیورکی تس
Polyaratus	پولیاراتوس
Polybius	پولی بیوس
Polyperchon	پولی پرخون
Polysperchon	پولس پرخون
Polyxeindes	پولیکسے ینداس
Pompeii	پومپئی
Pompeiiopolis	پومپیوپولس
Pompey	پومپی
Pontus	پونتوس، افشین
Popilius	پوپی لیوس
Porcius	پورکیوس
Poseidon	پوسیدون
Posidonius	پوسی دونیوس
Posthumius	پوستھومیوس
Praesus	پرائی سوس
Protogenes	پروتوگنیس
Prusias	پروسیاس
Psophis	پسوفس
Ptolmaeum	بطلیمائیوم
Ptolmaeus / Ptolemy	بطلیموس

Ptolemais	بطلیمائس
Ptolemies (The)	بطالسہ
Publius	پبلیوس
Pydna	پیدنہ
Pylaemenes	پیلائےمنیس
Pyramus	پیراموس
Pyrrhus	پرہوس
Pytheas	پی تھیاس
Pythia	فتھیہ

Q

Quinctius	کوئنک تیوس
Quintus	کوئن تیوس

R

Ra	را
Raphia	رافیہ
Rhacotis	رھاکوتس
Rhamnus	رھامنوس
Rhea	رھیا
Rhegium	رھےگیوم
Rhizon	رھیزون
Rhode	رھوڈے
Rhodes	رھوڈز
Rhodian	رھوڈزی
Rhoetium	رھی تیوم
Rodogune	رودوگونے
Romaeus	رومایوس
Rome	روما
Roman	رومن
Rosus	روسوس
Roxana	روشنک
Roxolani	روکسولانی
Rufus	روفوس
Rutilius.	روتیلیوس

S

Sadduces	صدوقی
Sagallasus	ساگالاسوس
Salamis	سالامس
Sallassi	سالاسی
Samos	ساموس
Samothrace	ساموتھریس
Sarapis	ساراپس
Sardinia	سردانیہ
Sardes	ساردس
Sarmatae	سارماتی
Saros	ساروس
Saumacus	ساؤماکوس
Scaevola	اسکائی وولا

Scarphia	اسکارفیہ
Scepsis	سکیپ سس
Scerdilaides	اسکردی لائڈاس
Scipio	سی پیو
Scodra	اسکودرہ
Scopas	اسکوپاس
Scoutussa	اسکوتوسا
Scylurus	اسکی لوروس
Scylletium	اسکی لیتیوم
Scymnos	اسکیم نوس
Scythian	اسکیثی
Selene	سلینہ
Seleucia	سلیوکیہ
Seleucid	سلوکی
Seleucids	سلیوکیاں
Seleucis	سلیوکس
Seleucus	سلیوکوس
Sellasia	سیلاسیہ
Sertorius	سرتوریوس
Severus	سیوے روس
Sextus	سکس توس
Sicily	سسلی
Sicyon	سکیون
Sidates	سداتس
Side	سدے

Sidon	سیدا
Sila silva	سیلا سلوا
Simion	شمعون
Sindi	سندی
Sinope	اسنوپ
Sipylos	سپی لوس
Smyrna	سمرنا
Sogdiana	سغدینا
Soli	سولی
Sophene	صوفینے
Sosibius	سوسی بیوس
Sosicrates	سوسی کراتس
Soter	سوتر
Soteria	سوتیریہ
Spardocidæ	اسپاردوکیان
Spartocus	اسپارتوکوس
Sphærus	اسفائروس
Statius	استاتیوس
Stephanus	استیفانوس
Stræguss	استرائےگوس
Straton	استراتون
Stratius	استراتیوس
Stratonice	استراتونیس
Stratonica	استراتونیکہ
Stymphalus	استیم فالوس

سولا	Sulla
سلپی کیوس	Sulpicius
سلپی کیوس گالبا	Sulpicius Galba
سوینڈریون	Sunedrion
سوسیانا	Susiana
سینادہ	Synnade
سرقوسہ	Syracuse
سوریہ، شام	Syria
سی روکس	Syrux

T

تابائے	Tabæ
تئے ناروم	Tænarum
تامیاس	Tamias
تانائس	Tanais
تانس	Tanis
تاراس	Taras
تارکوندی موتوس	Tarcondimotus
توخیرا	Tauchira
توریہ	Tauria
تورومے نیوم	Tauromenium
تورسکوس	Tauriscus
طرسوس، طارسوس	Tarssus
تیانی	Tean
تیانہ	Teana
تیوتھرانیہ	Teuthrania
تکتوساگیس	Tectosagas
تلخی نیس	Telchines
تل میسوس	Telmessus
تیمے سا	Temesa
تیمپئے	Tempe
تیرنتیوس	Terentius
تری داتس	Teridates
تترا پولس	Tetrapolis
تیوکر	Teucer
تیوتہ	Teuta
تیوتونس	Teutones
تھالاسہ	Thalassa
تھاپسوس	Thapsus
تھیوکری توس	Theocritus
تھیودوروس	Theodorus
تھیودوسیہ	Theodosia
تھیوفراستوس	Theophrastus
تھیوپومپوس	Theopompus
تھیوکسے نہ	Theoxene
تھراپیوتائے	Therapeutæ
تھرموپلی	Thermopylæ
تھسالونیکے	Thessalonice
تھبرون	Thibron
تھریس	Thrace

Thracian	تھریسی
Thrasybulus	تھراسی بولوس
Thule	تھولے
Tibirius	ٹی بیریوس، تبے ریوس
Tigranes	تیگران، تیگرانیس
Tigranocerta	تیگرانوکرتہ
Tigris	دجلہ
Timarchus	تمارخوس
Timæus	تایوس
Timocrates	تموکراتیس
Timoleon	تمولیون
Timon	تمون
Timoxenus	تموکسے نوس
Titus	تیتوس
Tius	تیوس
Tleptolemus	تلپ تولیموس
Tlos	تلوس
Tomi	تومی
Tolistoboii	تولستوبوئی
Tralles	ترالیس
Trasimene	تراسی مین
Trebizond	طرابزون
Triphylia	تری فیلیہ
Tripomium	تری پومیوم
Triptolemus	تریپتولیموس
Tritæa	تری تائیہ، تری تیہ
Trocmi	تروکمی
Troglodic	تروگلودی
Trogus	تروگوس
Tryphon	تری فون
Tyana	تیانہ
Tyche	تیوخے
Tyras	تیراس
Tyre	صور
U	
Umbria	امبریہ
Urha	اورھا
Urmia	ارمیہ
Uscana	اسکانا
V	
Valerius	والیریوس
Veii	ویائی
Venase	وینائے
Villius	ویلیوس
Viriathus	وریاتھوس
Vulso	ولسو
X	
Xanthus	زانتھوس

فہرست اصطلاحات

تاریخ یونان قدیم جلد چہارم

(۱) تاریخ وسیاسیات و قانون

اصطلاح	English
حقیت مستقل	Allodium
دفتریت	Bureaucracy
کمپو	Camp
میر عدل	Chief Justice
سنویت	Chronology
تجارت	Commercium
ماموریہ	Commission
مامور	Commissioner
استحفاظ	Conservatism
قنصلیہ	Consulate
تعاون	Co-operation
عالمیت	Cosmopolitanism
دفاعی محالفہ	Defensive Alliance
تابع	Dependency
آمر مطلق	Dictator
جانشینان سکندر اعظم	Diodochi
تادیب	Discipline
دو عملی	Dyarchy
قبضۂ اراضی	Egktesis
تابعین سکندر اعظم	Epigoni
"ہویدا نشان"	Epiphanes
مبارزہ	Equites (Knights)
"محسن الملک"	Euergetes
معافی دوامی	Fee
پردیسی	Foreigner
حرس	Garrison
شمشیرباز	Gladiator
یرغمال	Hostage
تحکم، فوجی اختیارات	Imperium
احکام امتناعی	Interdict
عادل	Judge

اردو	English
قانون اقوام	Jus gentium
قانون فطری	Jus naturale
لیگ	League
فوجی رسالہ	Manipulum
یونان کبیر	Magna Græcia
بلدیاتی	Municipal
دیسی	Native
جراحی محالفہ	Offensive Alliance
اعیان	Optimates
فالگاہ	Oracle
ہیکل آلہیہ	Pantheon
ولدیت	Patrocinium
جتھا	Phalanx
مادر پسند	Philometor
پدر پسند	Philopator
خراج	Phoros
مہا پجاری	Pontifex Maximus
حمایت	Protection
محمیہ	Protectorate
دولت حامیہ	Protective Country
حامی	Protector
صوبہ	Province
نیابتی ادارات	Representative Institutions
حق ثانویت	Secundo-geniture

اردو	English
سینات	Senate
جنگ حلفا	"Social War"
معاشرہ	Society
"محافظ الملک"	Soter
اسپارٹی	Spartan
اسپارٹائی	Spartiate
لوح	Stele
ایوان تیلمون	Stoa poikile
علاقہ	Territory
فاتحانہ جلوس	Triumph (Roman)
ثلاثیہ	Triumvir
مہردادی جنگ	Mithridatic war
حق تصرف	Usufruct
غاصب	Usurper
مالگزاری	Vectigal

(۲) ادبیات، فلسفہ، جمالیات

اردو	English
علامت لہجہ	Accent
سنگیت، اداکار	Actor
جمالیاتی	Aesthetic
اسکندروی نظم	Alexandrine poetry
گول گھر	Amphitheatre
کاریز	Aqueduct
تعمیر کار	Architect

فن کار	Artist
دعاوی	Assertions
ذراتی	Atomic
اسلوب تزئینی	Barocco style
بند	Canto
مجسماتی ستون	Charyatid
سروریہ	Comedy
تصورِ خیر	Conception of the Good
کلبی	Cynic
اشخاصِ تمثیل	Dramatis personæ
انانیت	Egoism
عاشقانہ	Eistic
مرثیہ	Elegy
ابیقوری	Epicurean
وجود	Existence
پیش منظر	Foreground
مثلیت	Idealism
تصورات	Ideas
صوری نظم	Idyll
نزباری	Lyric
قصیدہ	Ode
رجائی	Optimistic
مورچہ	Parapet
مشائی	Peripatetic
فنون پیکر پذیری	Plastic Arts
بندش	Plot
ڈیوڑھی	Portico
اغلبیت	Probability
نظم مکانی	Raumpœsie
خطابت	Rhetoric
مسلکِ ارتیابیہ	Sceptic school
تشبیہ	Simile
ترخیم لفظی	Spiritus
رواق	Stoa
اسلوب	Style
جوہر	Substance
تعطلِ حکم	Suspension of judgement
دردیہ	Tragedy

(۳) حکمیات

نقطۂ اعتدالِ ربیعی	Autumnal equinox
صورتِ گیسوئے برنیقیہ	Constallation Coma Berenice
غیر نامیاتی	Inorganic
ترچھا	Oblique
نامیاتی	Organic
حکمیات	Science
حکمیاتی	Scientific

(۴) عام اصطلاحات

اقدام	Anabasis
نوادر خانہ برطانیہ	British Museum
وقت نگار	Chronographer
عرشہ	Deck
عرشہ دار کشتیاں	Decked Boats
نسلیات	Ethnography
زعیم	Herald
ناقابل تنقیص	Inviolable
مہندس	Machanician
مجوسی	Magian
معدنی	Mineral
میوزِ خانہ، نوادر خانہ	Museum
تذکرہ نویس	Narrator
سکہ شناس	Numismatist
رنگ کاری	Painting
لسانیاتی	Philological
پولستان	Poland
پولستانی	Pole
ترسول	Trident

صحت نامہ

تاریخ یونان قدیم جلد چہارم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱	۵	Schueret	Schuerer
۱۲	۱۰	یوری پریس	یوری پدیس
ر	۱۳	اسیی	ایسے
ر	۱۵	چھوڑ دیا جاتا ہے	چھوڑ دیا جاتا'
۱۳	۵	Chrish	Christ
۱۹	۱۹	منتظم	منتظم
۲۰	۱۱	آئندہ	آیندہ
۳۳	۲۰	جیسے	جیسے
۳۴	۷	اُراُسے	اُسے
۳۷	۱۵	کیا	کر دیا
ر	۲۴	ہاتوں	ہاتھوں
۳۸	۵	ہوا	ہو
ر	۱۳	دشمن کا	دشمن
۵۰	۳	تو تیروں	تیروں
۵۵	۴	فرو حر	فرو جر
۵۸	۲۵	نے اپنی	کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۹	۱۴	Journey Asia Minor	Journey in Asia Minor
"	۱۵	wolf	Wolf
"	۱۶	ہیکس	ہکس
"	۱۷	Inscuption	Inscription
۶۲	۱	ہیرو	مرکز
"	۱۶	Ptolermies	Ptolemies
۶۷	۱۱	منون	مُنَوَن
۸۴	۱۹	چو درہموں	چو درہمیوں
۹۰	۴	اکرو کوانتھوس	اکرو کورنتھوس
۹۱	۲۰	اڈیک	راڈیک
۹۲	۲۵	ایسوس	اپسوس
۹۷	۹	متولی	متوّلی
۱۰۴	۱۱	توان	ان
۱۰۵	۱۶	نو	تو
۱۲۰	۲۵	پراختلافی	پُر اختلال
۱۳۸	۱۹	کی"	کی تغییر"
۱۴۱	۱۲	یوتانی	یونانی
۱۴۵	۱۸	Guillanme	Guillaume
۱۵۰	۲۳	ا، ورنیز	اؤزمیز
۱۵۵	۲۰	اشارے	اشارئے
۱۶۱	۱۴	بن کر	بن گیا
"	حاشیہ	۲	باب ۴

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۹	۶	سکندر والا	سکندر ولد
۱۷۰	۳	صفحہ ۳۶۵	باب ۲۶
۱۷۴	۲۲	Raidet	Radet
۱۸۴	۱۸	iud	Jued.
۱۸۵	۱۹	Reichsreeht	Reichsrecht
۱۸۷	۱	ہیین واکوسس	رہیین واکوس
۲۰۴	۱۰	Puly	Pauly
"	۲۳	یاپیروسس	پاپیروس
۲۰۵	۵	Petre	Petrie
"	۲۰	Ptolemæcr	Ptolemæer
۲۲۱	۱۱	مسیا	مسیشیا
۲۴۱	۲۲	پریلر	پریلر
۲۴۲	۴	œmischen	Rœmischen
۲۴۶	۲۲	یوری پریس	یوری پڈیس
۲۴۹	۱۴	یاوس	پاؤلی
۲۶۴	۲۳	فرڈہی شنڈ	فرڈہی شنڈ
۲۶۶	۲۳	تورو مے یزم	تورو مے نیوم
۲۷۱	۸	وابے	والے
۲۸۰	۶	ہپوسیپ	ہپوکاسپ
۲۸۱	۱۹	Ancicnt	Ancients
۲۸۹	۲	الفتوم	الفیوم
۲۹۳	۹	بطلیموس XXIX	بطلیموس XXIX میں لکھا ہے کہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۶	۱۶	کرکرزموس	کوزموس
۳۰۹	۹	اسی	اس
"	۱۶	پتروکلیس	پتروکلیس نے
۳۲۶	۵	ففیقیہ	فنیقیہ
"	۲۱	والی	والئے
۳۳۶	۲۴	ہیں	اشاعت سوم میں
۳۳۸	۱۹	Buemtes	Bundes
۳۴۱	۲۴	باوجود	باوجود
۳۴۹	۲	اسپارٹیوں	اسپارٹائیوں
۳۵۰	۲۱	اینولیہ	لقونیہ
۳۵۱	۲۴	خلی دوقس	خیلی دونس
۳۵۳	۲۴	ڈھرکنے	دھڑکے
۳۵۹	۹	Gehlers	Gehlert
۳۶۹	۲۲	درمیان اب	درمیان
۳۸۳	۲۰	Dentsche	Deutsche
۳۹۳	۱۵	Achaeen	aohaéene
"	۱۶	Brandstætter	Brandstaetter
"	۱۷	Desaito	des
۳۹۵	۲۱	پانتوکیس	پانتوخیس
۳۹۷	۳	سونیدریوں	سی نیدریون
۳۹۸	۳	سی نیدروئی	سی نیدرونی
"	۲۳	اجزائے	اجزا
۴۰۰	۲۳	اتبولی	ایتولی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۰۳	۹	آخری	×
″	۱۹	ہے	ہے کہ
۴۰۷	۲۱	صوبہ داری	صوبہ داری
۴۰۸	۳	=	..
۴۱۵	۲۱و۲۲	بتوتیس	تبوتیس
۴۱۸	۸	کولوقون	کولوفون
۴۱۹	۲	اینوکیوں	اینولیوں
″	۱۷	کے	کی
۴۲۸	۱۹	کہتے تھے	تھا
۴۳۳	۸	استیقان	استیفان
″	۲۲	Mel	Mel. numism.
۴۳۴	۷	خری ساؤری	اخری زاؤری
″	۱۴	ترالیس	ترالیس
۴۴۱	۱۸	پہلا	پہلے
۴۴۲	۸	قثُوم	ثئُوم
۴۴۶	۱۰	بیوی	بیویوں
۴۴۷	۲۳	ct	et
۴۶۰	۱۰	It muses	Il museo
۴۶۱	۱۶	بولوں	بولیوں
۴۶۵	۱۲	disdivinites of	des divinite's d''
۴۶۷	۲۳	کتابخائہ	کتابخانہ
۴۶۸	۲۳	sons	sous

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۷۰	۲۳	قواعد	تواحد
۴۷۴	۹	تولیس	تولیسوں
۴۷۵	۲۰	پیاپی روس	پاپی روس
″	۲۱	کولیاپی	کولیامبی
۴۷۶	۱۵	Gesesllschaft	Gesellschaft
″	۱۶	ڈینیز	ڈیلز
″	۲۳	یاکہوسی	باکھوسی
″	۲۴	Bacrhica	Bacchica
۴۸۷	۳	فرمانزویان	فرمانروایان
۴۹۲	۲۲	فارقلپس	فارقلیس
″	۹	پتابانجا	تیاپانچا
″	۱۴	Neroutzos	Neroutzos: L' Anc. Alex
۴۹۵	۶	فوراً	
۴۹۷	۲۱	Obernummer	Oberhummer
۴۹۸	۳	ایتولوں	ایتولیوں
″	۲۰	ایس	ایلیس
۴۹۹	۲۳	قدیم	قدیمہ
۵۰۰	۱۸	توہین آمیز تھا	توہین آمیز تھی
۵۰۲	۱۰	رروبعل	ہسدروبعل
۵۰۳	۱۹	اوقی گرہ	اورتی گیہ
۵۰۴	۵	اسی سال میں	اسی سال
″	۲۳	اجبیر	اجیر
۵۰۵	۴	ہسدروبال	ہسدروبعل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۰۶	۱۲	اُراتوس	اراتوسس
"	۲۱	خارن	قون
"	۲۴	ہی	ہیں
۵۰۷	۱۲	یہ دونوں	ان دونوں
۵۱۲	۱۸	جہانی	مہانی
"	۲۳	پسے فرما	پسے فرما
۵۱۳	۸	گناہ کاری	گناہ گاری
۵۱۵	۶	ار	اور
۵۲۸	۱۳	سنیات	سینات
۵۳۳	۶	خیلی ودینائے	خیلی ودنیائے
۵۳۶	۵	کایاروسیہ	کاپادوسیہ
۵۳۷	۱۶	امینا ندروالی	امینا ندروائی
"	۲۰	براہ راست	×
۵۳۸	۱۷	لیکن	گو
۵۳۹	۸	دیمقرتیوس	دیمقریتوس
۵۴۰	۱۲	یونانی	یونانی
۵۵۰	۱۸	گورتی نانے	گورتینانے
۵۵۱	۱۲	کھائی اور	کھائی؛
"	۲۲	ترمے سوس اور	ترمے سوس
۵۵۲	۱۲	میوار	میوکر
"	۱۶	ایڈوسے ڈبن رری	ایڈورڈبن بری
"	۱۸	Solhby	Sotheby
"	۲۳	ہفاگستا	ہفاگستیا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۵۴	۵	وار	ولد
۵۵۷	۹	سنیات	سینات
۵۵۸	۲۳	سینے	سینے نے
۵۵۹	۱۶	فرض نہیں تھا	فرض نہیں تھا کہ
〃	۲۳	دوسری دفعہ یہ ہے	دوسری دفعہ یہ کہ
۵۶۰	۲۱	اپنے	اپنے
۵۶۵	۱۴	زوما	روما
〃	۱۷	سروانیہ	سروانیہ
۵۶۸	۶	کہ یہ	کہ ۔
〃	۱۵	سکتی	سکی
۵۶۹	۲۰	وہ	اس میں
۵۷۰	۲۲	یوئرگی تیں	یوئرگی تیں ۲ فیسکون ۱۴۶/۱۱۷ ق م
۵۷۱	۱	فیسکون، ۱۴۶/۱۱۷ ق م	×
۵۷۳	۱۲	۲ لاودیکائس،	"لاؤدیکائس"
۵۷۴	۹	Ein	×
۵۷۶	۱	ہے	×
〃	۲۱	پسیوس	لپسیوس
۵۷۹	۴	نے	×
۵۸۳	۵	دار	وار
〃	۶	ایشیا کے ملوکتوں	ایشیا کی ملوکیتوں
۵۸۵	۲۳	اتیولیوں	ایتولیوں
۵۸۶	۸	کے لئے کہا	کی استدعا کی
〃	۲۲	جوہی	جوں ہی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۸۷	۱۰، ۱۱	یہ کہنا کہ یومنیس پر یہ الزام نہیں لگایا جا سکتا کہ وہ روما کی ناکامی سے اپنا بھلا چاہتا تھا	اِس کہنے سے کہ یومنیس روما کی ناکامی سے اپنا بھلا چاہتا تھا اسپر کوئی غلط الزام نہیں لگتا۔
"	۲۱	وستر	وستر یموین
۵۹۰	۶	بلدیات دیہات	بلدیات و دیہات
"	۷	واقعہ یہ ہے کہ	*
۵۹۲	۸	تیھنزی۔تیھنز	تھبنزی۔تھبنز
"	۱۳	سرگروہ	سرگروہوں
۵۹۳	۱	ہوئی تھی	ہوا تھا
۵۹۴	۳	روپیہ	روپیّہ
۵۹۵	۱۶	پہونچ گیا تھا	پہونچ گیا تھا اور
۵۹۶	۱۷	پولی لیوس	پوپی لیوس
۵۹۷	۱ و ۵	پولی لیوس	پوپی لیوس
۵۹۶	۲۴	انطاکوس چہارم ؟ فیلومیتور پر حاوی ہوگیا	انطاکوس چہارم فیلومیتور حاوی ہوگیا۔
۶۰۲	۹	انکے	اُسکے
"	۱۳	اب	*
۶۰۷	۱۰	(مبازنوں)	(مبارزوں)
۶۰۹	۱۰	تھینز	تھبنز
۶۱۰	۸	گیا	منظم کیا
۶۱۴	۱۱	جب	جیسا
"	۱۲	؟	کہ
"	۲۰	جو رومنوں کے سطح پر	جو کم و بیش رومنوں کے سطح پر
۶۲۰	۹	Slaal	Stadt

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۲۴	۱۷	Enquir	Enquiry
"	۲۳	سکامیلی ریس	سکاسکی ریس
۶۳۰	۱۵	کی سرجامہ	سکا سرجامہ
"	۲۰	ایشائیل	ریشائیل
۶۳۱	۱۶	سروانا پابوس	سروانا پاکوس
"	۱۸	خلنیس	خلینوس
۶۳۲	۲	تھا ۔	پڑگیا ۔
"	۴	مسٹری	مٹری
۶۳۴	۲۳	شبیت	شبت
۶۳۵	۲۵	سغدین	سغدین
۶۳۶	۱	مملکت	مملکتوں
"	۲۳	اگر	اگرچہ
۶۳۷	۲۲	حامیہ	عامّہ
۶۴۱	۱۴	سلہ	سلہ
"	۲۱	Ludwich	Ludwhich
۶۴۳	۱	۷۷۶۰	۷۷۶
۶۴۴	۱۲	کوئے	کوئنے
"	۲۲	سنہ ۲۱۹۰ء	سنہ ۱۸۹۰ء
۶۴۵	۸	تھا	تھے
۶۴۷	۱۷	فلاوریلقوس	فلادیلفوس
"	۱۸	سان	بیان
۶۴۸	۱۷	کیئے	لئے
۶۴۹	۱۹	اوروسس	اوروتیس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۴۹	۲۲	میود	میولر
۶۵۶	۱۷	یہ	پہ
″	۱۹	بلیک	بملک
۶۵۹	۲	ترتیپومیولس	ترتیپولیمولیس
۶۶۰	۳	نے رایوس	ہے راپولس
″	۱۸	اکالی کانوس	کالی کادنوس
۶۶۱	۱۷	کیشی پوس	اسکیشی پولس
″	۱۹	شیوار	شیؤرر
″	۲۰	سایہ	سماریہ
″	۲۱	طبریہ	طبریہ
۶۶۲	۵	اس	اسی
″	۷	یکس	ہکس
۶۶۳	۹	چونکہ	جیسکے
۶۶۴	۲۱	Bybliona	Babylonia
″	۲۳	Babglonia	Babylonia
۶۶۵	۲۵	تعابل	مقابل
۶۶۶	۱۷	مسئلے	مسئلہ
۶۶۸	۴	برنینی	بورو مینی
۶۷۱	۱۸	میکانیکی	میکانیکی
″	۲۱	برلوکنر	بریوکنر
۶۷۲	۲۴	کتبہ	کتسبہ
۶۷۳	۲	چوٹی کے	چوٹی کے مجسے
″	۲۴	کے	کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۷۴	۱۳	بہوہوگیا	ہوگیا
"	۱۹	تھا	ہیں
۶۷۵	۱۴	ص	ص ۶۶۲
۶۷۶	۱۸	anla	aula
"	۲۰	Cesen	Gesch.
"	۲۱	bhandl.	Abhandl.
"	۲۲	Couze	Conze
۶۷۷	۲۱	Dio	Die
۶۷۹	۲۴	His am	Historiam
۶۸۱	۴	محربیں	محرابیں
"	۱۶	جرم	حرم
۶۸۲	۲۳	منایا	بتایا
۶۸۳	۳	کے	کی
۶۸۴	۱۴	واسیوں	نواسیوں
۶۸۵	۳	سلہ	سکہ
۶۸۵	۵	راتھ Wreth	روتھ Wroth
"	۶	ص	ص xxviii
"	۱۳	Eryt :	Erythræ
"	۱۴	اوُل	اوّل
۶۸۶	۳	نہ	نہ تھے،
	۱۹	I N cropole de My	Le Necropole de Myrina
"	۲۰ و ۲۱	Slaluettes derreenite dan lantıp te	Pottier,Les Statuettes de terre cuite dansl's antiquité

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۸۷	۱۲	Hioschfield	Hirschfield
"	۱۴	Ent yick	Entwickel
۶۸۹	۲۲	دولی دیہ	دولی دیہ
"	۲۳	لوپولوس	اپولونس
۶۹۱	۲	ره	ده
"	۶	مینریہ ایک	مینریہ میں ایک
۶۹۵	۱۸	اونحا	اونچا
۶۹۹	۲۰	سکونیات	سکوگیات
۷۰۳	۱۳	جزیرہ رھو colteret	جزیرۂ رھوڈز Cotteret
۷۰۵	۵	مصرو فیوس	مصر وخیوس
۷۰۶	۷	نشانی تھا	نشانی تھی ۔
"	۸	ظاہر ہوا تھا	ظاہر ہوئی تھی ۔
۷۰۷	۵	پر	×
۷۱۰	۴	کا	کے
۷۱۲	۶	ارلی مینریہ	ارقی مینریہ
"	۱۶	اسلئے	اس لئے کہ
۷۲۲	۲	جاتے ہیں	جاتے ہیں کہ
"	۱۷	Kochler	Kœhlar
		Althens	Athens
۷۲۳	۱۴	کی	کئے
۷۲۹	۷	ائمہ رواقیین	اور رواقیین
۷۳۵	۴	مین	میں ۔
"	۱۲	اس	ایک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۳۷	ہر جگہ	ویلوس	دیلوس
۷۴۲	۲۲	Mahoffy	Mahaffy
۷۴۵	۲۲	Romonorum	Romanorum
"	۲۳	Smicis	amicis
۷۴۷	۹	لباقوں	کھانوں
۷۵۰	۲۳	سکالایری	کالابری
۷۵۲	۱۷	قانون فطری	قانون فطری بھی
۷۵۴	۵	پرتیوروں	پریتیوروں
"	۱۸	"قانون سلطنت"	"قانون سلطنت" mittheis
"	۲۰	Vorgt	Voigt
۷۶۱	۲۳	میونخ	میونخ
۷۶۴	۲	موڑتے ہی	موڑتے ہی اسکیشوں نے
"	۱۱	کو	کی
۷۶۵	۱۰	ہل من مزید	"ہل من مزید"
۷۶۸	۲	یورپ	یورپ یورپ
۷۷۲	۱۵	ویلھو	دیکھو
"	"	Dois	Rois
۷۷۵	۲۴	قلوپترہ کے	قلوپترہ کی
۷۷۸	۱۷	Mithir	Mithri
۷۸۵	۲۳	کہ	کے
۷۸۶	۲۲	مراج	مزاج
۷۹۱	۲	دلوکولوس	لوکولوس
۷۹۵	۱۰	سیلوسیوں	سلیوکیوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۹۶	۲۰	·mhoof	Imhoof
۸۰۰	۱۸	قالب	×
۸۰۱	۱	(۳)	×
۸۰۲	۱	کا بیٹا	کے بیٹے
"	۱۷	سنہ	سنہ
۸۰۳	۲	والے اپانی	والے ریانی
"	۵	پوپوپوس	پوپیوپوس
"	۱۲	Revdes. Etedes greeprues	Rev. des études grecqes
۸۱۸	۱۷	ج	×
۸۳۲	۲۱	Elemente	Griechische Elemente
۸۳۳	۲	سلہ	سلہ
۸۳۴	۱۸	یفلاگونیہ	پفلاگونیہ
"		امیاس	امنیاس
۸۳۵	۶	پوسے بیہ	یوسے بیہ
۸۳۸	۱۰	سنوریادخیس	سئوریازخیس
"	۲۲	Slædtvenf	Stædtverf
۸۴۳	۱	کے ریاحت	کی ریاست
"	۱۵	کہہ چکے ہیں	کہہ چکے ہیں کہ
۸۴۴	۱۱	پوستی نیان	یوستی نیان
"	۲۲	دیوروائی	دیئوروئی
۸۵۰	۳	جب	جیسا
۸۵۲	۲	رہنی	رہتی
۸۵۳	۱	رہنا	رہتا
۸۵۵	۱۱	سردیہ	سرودیہ